Presented by: https://jafrilibrary.com

غیبت امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ شریف کے موضوع پر

شیخ الطائفہ طوسی کی معرکتہ الآراء کتاب کا اردو ترجمہ

غیبتِ طوسیؒ

تالیف

ابوجعفر محمد بن حسن بن علی بن حسن

بالمعروف شیخ الطائفہ طوسی

۳۸۵ھ-۴۶۰ھ

ترجمہ وتحقیق

آصف علی رضا

نظر ثانی

علامہ ندیم عباس حیدری علوی

فاضل دمشق

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

یا مولاؑ یا ہادیؑ یا مہدیؑ

امام مہدیؑ پر 1000 ہزار سال پرانی کتاب "الغیبت" کا اُردو ترجمہ

غیبتِ طُوسی

تالیف

عالم ربانی شیخ الطائفہ مُحمّد بن حسن طُوسی متوفی 460ھ

مترجم

شمس العلماء علامہ مُحمّد حسن جعفری

پیشکش

سید فخر امام کاظمی

بقیۃ اللہ پبلیکیشنز گجرات

Cell: 0333-3360786

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب : **غیبتِ طوسی**

مؤلف : **محمد بن حسن طوسی** متوفی 460ھ

تصحیح : آیت اللہ علی اکبر غفاری

مترجم : شمس العلماء علامہ محمد حسن جعفری

پروف ریڈنگ : سید علی جواد الحسن نقوی سیالکوٹ

معاونین : سید علی عمیر کاظمی
سید علی ذوالقرنین کاظمی

پیشکش : سید فخر امت کاظمی

کمپوزنگ : سید غلام مجتبیٰ

ٹائٹل ڈیزائننگ : پنجتن گرافکس

اشاعت : 6 ستمبر 2020ء | تعداد اشاعت : 1000

ہدیہ : -/600 روپے

ناشر : بقیۃ اللہ پبلیکیشنز گجرات

ملنے کا پتہ

☆ افتخار بک ڈپو اسلام پورہ لاہور ☆ ضامن بک ڈپو اندرون کربلا گامے شاہ لاہور
☆ القائم بک ڈپو اندرون کربلا گامے شاہ ☆ رحمت اللہ بک ایجنسی، کراچی
☆ بخاری بک ڈپو، کروڑ لعل عیسن، لیہ 0306-8668516
☆ محمد علی بک ایجنسی سیکٹر G-9/2 بالمقابل امام بارگاہ امام صادق، اسلام آباد

انتساب

میری عظیم **ماں** کے نام

لاکھ **احسان** ہیں

میری **لجپال ماں** کے مجھ پہ

کہ انہوں نے میری زمینِ دل پے

الفتِ محمدؐ و آلِ محمدؐ کی شجر کاری کی ہے

سید فخر کاظمی

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امام زمانہؑ کے کرم پاک سے بندۂ ناچیز نے 1016 سال پرانی کتاب "الغیبت" کا اردو ترجمہ تفسیر نور الثقلین کے مترجم شمس العلماء علامہ محمد حسن جعفری (ڈیرہ غازی خان) سے کروایا ہے۔
اور اس کو غیبت طوسی کے نام سے خوبصورت کتابی شکل میں شائع کیا ہے۔
اصل عربی کتاب کے 289 صفحات ہیں۔

علامہ سید علی جواد الحسن نقوی صاحب آف سیالکوٹ کے بہت مشکور ہیں جنہوں نے ہمارے ادارے کی دوسری کتاب کی پروف ریڈنگ بنا کسی ہدیے کے بے لوث اور مخلصانہ جذبے سے کی ہے اور آئندہ بھی اسی جذبے سے تعاون کے لیے تیار ہیں ہم انکے اس پرخلوص جذبے کی قدر کرتے ہیں۔

ہر چند کوشش کی گئی ہے کہ کتاب لفظی اور مشینی غلطیوں سے پاک رہے۔ اور اگر کسی مومن کو کوئی غلطی نظر آئے تو ہمیں مطلع کیا جائے تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس غلطی کو دور کیا جائے۔
آخر پر یہی کہوں گا۔

میرا شیوہ حق پرستی اور دُنیا حق فروش
میں کہاں لے جاؤں؟ اپنے میثمی کردار کو

سید فخر امام کاظمی

عرضِ ناشر

ہادی پاکؑ کے کرم سے پاک و ہند میں پہلی بار "غیبت نعمانی" کے بعد اب "غیبت طوسی" کو شائع کرنے کا شرف بھی ہمیں حاصل ہو گیا ہے۔ یہ 2 کتابیں ہر العجل العجل یا صاحب الزمانؑ کہنے والے گھروں کی ضرورت ہیں۔ دعا ہے کہ تمام محبان امام مہدی عجل اللہ فرجہ الشریف کو مولائے کائنات اپنے دامن کرم میں امان دیتے ہوئے دین کے ان رہزنوں سے بچا لیں جو فضائل آل محمد سنتے ہی شرک و کفر کے فتووں کی پٹاریاں کھول دیتے ہیں۔

ربِ علی العظیم ہمیں عرفان ولایت مطلقہ پر قائم فرمائے اور معرفت ولایت علیؑ کو ہمارا مقدر بنائے۔

تا ابد ار کربلا امام حسین علیہ الصلوات والسلام کے پاک غم کو ہمارا نصیب بنائے۔
حجت خدا امر کار بقیۃ اللہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے انتظار کو ہمارا مذہب قرار دے۔
ہمیں ہماری ذات کی نفی کا ہنر عطا فرمائے تاکہ ہم کسی سے محبت کریں تو اپنے مولا کریم علیہ الصلوات والسلام کے لئے اور اگر کسی سے نفرت کریں تو اپنے مولاؑ کے لئے۔ ہماری تنہائیاں پاک ہوں تاکہ ہمارا رجوع صرف اور صرف امام معصومؑ کی طرف ہو۔

سگ کوئے ولی العصر عجل اللہ فرجہ الشریف

مخدوم سید فخر امام کاظمی

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

دعائے توسل امام مہدی آخر الزمانؑ

یَا وَصِیَّ الْحَسَنِ وَ
اے وصی حسنؑ
الْخَلَفَ الْحُجَّۃَ اَیُّہَا الْقَائِمُ
اے خلف حجت اے قائم عجل اللہ فرجہ الشریف
الْمُنْتَظَرُ الْمَہْدِیُّ یَا بْنَ رَسُوْلِ اللّٰہِ
منتظر مہدی عجل اللہ فرجہ الشریف اے فرزند رسولؐ
یَا حُجَّۃَ اللّٰہِ عَلٰی خَلْقِہٖ یَا سَیِّدَنَا
اے خلق خدا پر اس کی حجت اے ہمارے سردار
وَمَوْلَانَا اِنَّا تَوَجَّہْنَا وَاسْتَشْفَعْنَا وَتَوَسَّلْنَا
اور ہمارے آقا ہم متوجہ ہیں اور بارگاہ الٰہی میں آپؑ کو اپنا سفارشی اور
بِکَ اِلَی اللّٰہِ وَقَدَّمْنَاکَ بَیْنَ یَدَیْ
وسیلہ بناتے ہیں اور آپؑ کے سامنے اپنی حاجتیں پیش کرتے ہیں
حَاجَاتِنَا یَا وَجِیْہًا عِنْدَ اللّٰہِ اِشْفَعْ
اے خدا کے ہاں عزت دار خدا کے حضور
لَنَا عِنْدَ اللّٰہِ
ہماری سفارش کیجیے

آئینہ صفحات

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱۔	مترجم کا تعارف	16
۲۔	مؤلف اور علماء کا خراج تحسین	22
۳۔	شیخ الطائفہ ایک نظر میں (علامہ محمد حسن جعفری مترجم کتاب ہذا)	25
۴۔	نجف اشرف کے دینی مدارس	31
۵۔	حوزہ نجف کا نصاب	34
۶۔	نصاب کا ناقدانہ جائزہ	36
۷۔	موجودہ اجتہاد کا فکری جمود	36
۸۔	شیخ الطائفہ کی عظمت	38
۹۔	شیخ طوسی اور شیخ الطائفہ	42
۱۰۔	کتب اربعہ میں شیخ طوسی کی دو کتابیں شامل ہیں	43
۱۱۔	شیخ طوسی کی تالیفات	44
۱۲۔	شیخ طوسی کے مشائخ	47
۱۳۔	شیخ طوسی کے تلامذہ	49
۱۴۔	فصل ۔۔ غیبت کے متعلق گفتگو	54
۱۵۔	وجوب حکومت و ریاست کی دلیل	56
۱۶۔	اصلی ثالث	72
۱۷۔	حجر اسود کا فیصلہ	75
۱۸۔	فرقہ واقفیہ کے متعلق گفتگو	79

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

۱۹۔	امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی گرفتاری کی وجہ اور شہادت	83
۲۰۔	امام علی رضا علیہ السلام پر نص	90
۲۱۔	اشکال --- جواب	97
۲۲۔	واقفیہ کی روایات	98
۲۳۔	فرقہ واقفیہ کیوں کر وجود میں آیا؟	115
۲۴۔	امامت رضویہ کی چند روایات اور آپؑ کے معجزات	123
۲۵۔	اشکال --- جواب	144
	امام زمانہ اور طول عمر	150
	چند طویل العمر افراد	151
۱۔	دجال	151
۲۔	لقمان بن عاد	151
۳۔	ربیع بن ضبع بن وہب بن بغیض بن مالک	152
۴۔	مستوغر بن ربیعہ بن کعب بن زید بن مناۃ	153
۵۔	اکثم بن صیفی اسدی	153
۶۔	ضبیرہ بن سعید بن سعد بن سہم بن عمرو	154
۷۔	درید بن الصمہ الجشمی	155
۸۔	محسن بن غسان الظالم الزبیدی	155
۹۔	عمرو بن حممہ الدوسی	155
۱۰۔	حارث بن مضاض جرہمی	156
۱۱۔	عبدالمسیح بن بقیلہ غسانی	156
۱۲۔	النابغہ الجعدی	157
۱۳۔	ابوطحان قینی	158

۱۴۔	ذوالاصبع العدوانی	159
۱۵۔	زہیر بن جناب حمیری	159
۱۶۔	درید بن نہید	160
۱۷۔	حارث بن کعب	160
۱۸۔	یعرب بن قحطان	163
۱۹۔	عمرو بن عامر مزیقیا	164
۲۰۔	جہلمہ بن ادد	164
۲۱۔	عمرو بن لحی	165
	اشکال --- جواب	166
	بارہ آئمہ کی احادیث بزبان علمائے عامہ	167
	علمائے خاصہ سے منقول احادیث	173
	لوح فاطمہؑ	177
	رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تحریری وصیت نامہ	185
	حضرت خضر کے سوال	191
	اشکال --- جواب	194
	غیبت امام زمانہ کی روایات	195
	امام صادق علیہ السلام کی تفصیلی حدیث	202
	اشکال --- جواب	213
	ظہور مہدی حتمی ہے	214
	حضرت قائم اولاد علی و حسین سے ہوں گے	219
	اشکال --- جواب	226
	حضرت نرجس خاتون کی آمد	239

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

	کیا امام حسن عسکری علیہ السلام موت کے بعد دوبارہ زندہ ہوں گے؟	253
	امام حسن عسکری علیہ السلام کے بعد کا زمانہ فترت کا زمانہ ہے	255
	اس نظریہ کی تردید	255
	کیا جعفر کذاب امام تھے؟	256
	کیا امام حسن عسکری علیہ السلام لاولد فوت ہوئے تھے؟	256
	فصل: در اثبات ولادت صاحبؑ الزمان	264
	صاحب الزمان علیہ السلام کے احوال ولادت	268
	حضرت نرجس کے متعلق دوسری روایت	280
	غذا	281
	جنت میں کون جائے گا اور فرقہ مفوضہ کی مذمت	282
	پانی کی سطح پر مصلی	284
	فصل: ملاقات امام	288
	امام علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہونے والے افراد	288
۱۔	صحن کعبہ میں آدمی سے ملاقات	288
۲۔	مقام ابراہیم پر ایک قمی کا زیارت سے مشرف ہونا	290
۳۔	آپ کی ناقہ کا محو پرواز ہونا	292
۴۔	آپؑ نے اپنے والد ماجد کی نماز جنازہ پڑھائی	294
۵۔	ابو نعیم انصاری کو دعاؤں کی تعلیم	294
۶۔	علی بن مہزیار سے ملاقات	301
۷۔	جعفر کے غلام نسیم کا بیان	306
۸۔	محمد بن اسماعیل کی گواہی	306
۹۔	ابراہیم سے کوہ صنعا پر ملاقات	307

۱۰۔	ابراہیم بن ادریس نے آپ کی قدم بوسی کی	307
۱۱۔	ابو علی بن مطہر کی گواہی	307
۱۲۔	ابن ابی سورہ سے ملاقات اور ان کی مدد	307
۱۳۔	نماز فجر اور مغرب کے لیے امامؑ کی ہدایت	310
	فصل: امام زمانہ علیہ السلام کے معجزات	323
۱۔	محمد بن ابراہیم کو وکیل مقرر فرمایا	323
۲۔	گھوڑے اور تلوار کی قیمت بھیج دو	324
۳۔	عقیقہ کی ضرورت نہیں ہے	325
۴۔	سردست زیارت ملتوی کر دو	326
	امامؑ زمانہ کی توقیعات (مکتوبات)	326
۱۔	"نحن صنائع ربنا" پر عرض مترجم	327
۲۔	جعفر کذاب کی مذمت میں توقیع	332
۳۔	اسحاق بن یعقوب کے مسائل کے جوابات	339
۴۔	عقیدہ تفویض کی تردید	344
۵۔	کپڑے روئی کی گانٹھ میں ہیں	345
۶۔	طلوع و غروب کے وقت نماز پڑھنا	347
۷۔	نقش انگشتر	347
۸۔	کفن کی درخواست	348
۹۔	ابن ابی سورہ کی ملاقات	348
۱۰۔	امام علیہ السلام کا فرستادہ	351
۱۱۔	محمد بن عبیداللہ علوی کا مہمان	351
۱۲۔	ایک مرد صوفی کی روایت	352

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

۱۳۔	ابو غالب زراری کا واقعہ	354
۱۴۔	محمد بن علی شلمغانی عزاقری کا انجام	360
۱۵۔	ایک اور مسئلہ کا جواب	360
۱۶۔	تمھارے یہاں دو فرزند ہوں گے اور دونوں فقیہ ہوں گے	361
۱۷۔	گونگے کو گویائی مل گئی	362
۱۸۔	چالیس دن بعد تمھاری وفات ہو جائے گی	363
۱۹۔	حسین بن روح کی توثیق	369
۲۰۔	عقیقی کے لیے مولا کا رومال	370
۲۱۔	اولاد نرینہ کی درخواست	272
۲۲۔	حسین بن روح کی مختلف زبانوں سے آشنائی	373
۲۳۔	حسین بن روح ہر بات حکم امامؑ سے کہتے تھے	474
۲۴۔	امسال حج پر مت جاؤ	375
۲۵۔	اپنے ایک طلب گار کو لکھا	375
۲۶۔	کیا اللہ اپنے دشمن کو اپنے دوست پر مسلط کر سکتا ہے؟	376
	ظہور سے مانع اسباب:	379
	اشکال : جواب	380
	اشکال : جواب	380
	اشکال : جواب	381
	غیبت یا شیعوں کا امتحان	384
	فصل: امام زمانہ علیہ السلام کے سفراء:	391
	قابل تعریف سفراء و وکلاء:	392
۱۔	حمران بن اعین	392

۲۔	مفضل بن عمر	392
۳۔	معلی بن خنیس	393
۴۔	عبداللہ بن جندب بجلی	394
۵۔	زکریا بن آدم	394
۶۔	محمد بن سنان	395
۷۔	عبدالعزیز بن مہتدی	395
۸۔	علی بن مہزیار اہوازی	396
۹۔	ایوب بن نوح بن دراج	396
۱۰۔	علی بن جعفر الہمانی	397
۱۱۔	ابو علی بن راشد	398
	قابل مذمت وکلاء:	398
۱۔	صالح بن محمد بن سہل	398
۲،۳،۴۔	علی بن ابی حمزہ بطائنی، زیاد بن مروان، عثمان بن عیسیٰ	399
۵۔	فارس بن حاتم بن ماہویہ قزوینی	400
۶۔	محمد بن بلال عبرتائی	400
	قابل اعتماد سفراء:	401
۱۔	سفیر اول: ابو عمرو عثمان بن سعید عمری	401
	ابو عمرو کی سفارت کے لیے امام کی نص	402
	احمد بن اسحاق کا بیان	402
۲۔	نائب ثانی: ابو جعفر محمد بن عثمان بن سعید العمری کا تذکرہ	408
	امام زمانہ علیہ السلام کی طرف سے تعزیتی توقیع	409
	ابو جعفر کی سفارت پر امام کا مکتوب	411

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

	فقہ میں آپ کی تصانیف	412
	امام زمانہ علیہ السلام ہر سال حج کرتے ہیں	413
	کفن کی متعلق چادر	414
	ابو جعفر محمد بن عثمان کا عرصہ نیابت	415
۳۔	حسین بن روح کو عہدہ سفارت تفویض کرنا	416
	حسین بن روح کو علم وصایت	419
	نامزدگی کی توثیق	419
	حضرت حجت کی چند توقیعات	421
	محمد بن عبد اللہ بن جعفر حمیری کے سوال اور آپ کے جواب	422
	دربان برطرف	432
	مقام قبر	432
	محمد و آل محمد امر الٰہی ہیں	433
	حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا کا مقام کیوں بلند ہے	434
	کتاب التکلیف	435
	ان کی روایات لے لو اور ان کی آراء رہنے دو	436
	زن باکرہ سے متعہ مکروہ ہے	437
	کتاب التادیب	437
	شلمغانی کا اعتراف	438
۴۔	سفیر چہارم: ابو الحسن علی بن محمد سمری	439
	غیبت کبریٰ کے لیے توقیع	441
	قیام قبر	442
	فصل: سفارت اور بابیت کے چند جھوٹے دعویدار	443

۱۔	شیخ شریعی	443
۲۔	محمد بن نصیر نمیری	444
۳۔	احمد بن ہلال کرخی	445
۴۔	ابو طاہر محمد بن علی بن بلال	445
۵۔	حسین بن منصور حلاج	447
۶۔	ابو جعفر بن ابی عزاقر	449
	امام موسیٰ کاظم پر جھوٹ	457
	شلمغانی پر لعنت کے لیے امام کی توقیع	457
	توقیع کی عبارت	458
۷۔	ابو بکر بغدادی	459
	تین افراد کی توثیق	464
	فصل: امام زمانہ کی طویل عمر	465
	ظہور کا وقت مقرر کرنے والے جھوٹے ہیں	470
	خروج مہدی کی علامات	476
	حضرت کی صفات، منازل اور سیرت	497

التماس سورۃ الفاتحہ

سید کلب عباس رضوی ابن سید محمد حسن رضوی

سید عاصم رضا رضوی ابن سید کلب عباس رضوی

ڈاکٹر سیدہ شمیم زہرہ بنت سید عزیز الحسن عابدی (ایبٹ آباد)

ایک بار سورۃ فاتحہ اور تین بار قل شریف پڑھ کر مرحومین کو ایصال ثواب فرما کر ثواب دارین حاصل کریں۔

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

مترجم کا تعارف

علمی دنیا میں شمس العلماء علامہ محمد حسین جعفری کا نام محتاج تعارف نہیں ہے۔

انھوں نے پوری زندگی بوریا نشین ہو کر دین خدا اور مذہب آل محمد کی خدمت کی ہے۔

ان کی خدمات کی طویل فہرست ہے، ہم یہاں ان کے خطبات و مناظرات سے صرف نظر کرتے ہوئے ان کی ترجمہ کردہ کچھ کتابوں کا ذکر کرتے ہیں۔۔ علامہ صاحب کی ان خدمات کا اعتراف بایں طور پر بھی کیا گیا کہ پشاور یونیورسٹی سے محترم جناب غلام قاسم صاحب نے ان کے عنوان پر پی۔ایچ۔ڈی کی ہے ان کے مقالہ کو نیٹ میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

اس وقت غازی یونیورسٹی ڈیرہ غازی خان سے ایک جوان بی۔ایس کے امتحان میں علامہ صاحب کی ذات پر مقالہ لکھ رہا ہے اور ان کی کتاب "علی اسوۂ وحدت" پر تحقیقی کام کر رہا ہے۔

اسی طرح سے ایک اور جوان ایم فل کے سال دوم میں آپ کی شخصیت اور تصنیفات و تالیفات پر تحقیقی مقالہ لکھنے میں مصروف ہے اور وہ ان کی کتاب "تصوف اور تشیع میں فرق" کا ناقدانہ جائزہ پیش کر رہا تھا۔

علامہ موصوف نے 1990ء سے ترجمہ کا کام شروع کیا تھا اور اب تک ان کی حسب ذیل کتابیں منظر عام پر آ چکی ہیں اور مطبوعہ کتابوں کے برابر کی غیر مطبوعہ کتابیں بھی

ہیں جو کہ آہستہ آہستہ منظر عام پر آ رہی ہیں۔

۱۔ ہدیۃ الشیعہ: ترجمہ المواعظ العددیہ ملخصہ آیت اللہ علی مشکینی، اب تک اس کتاب کے اس سے زیادہ ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

۲۔ پند تاریخ: یہ کتاب تاریخی پند و نصیحت پر مشتمل ہے اور اس کی پانچ جلدیں ہیں۔

۳۔ مجالس المومنین: شہید ثالث علیہ الرحمہ کی شہرہ آفاق کتاب کی پہلی جلد۔

۴۔ عیون اخبار الرضا علیہ السلام شیخ صدوق رضوان اللہ علیہ کی معرکۃ الآراء کتاب، دو جلدیں۔

۵۔ تفسیر نور الثقلین: روائی تفاسیر کی مشہور کتاب جو کہ لاہور سے نو مجلدات میں شائع ہوئی ہے، اس کی سات جلدوں کا علامہ موصوف نے ترجمہ کیا اور آخری دو جلدوں کا ترجمہ حجۃ الاسلام علامہ الطاف حسین کلاچی نے کیا اور علامہ الطاف حسین کلاچی بھی علامہ جعفری کے قلمی شاگرد ہیں۔

۶۔ معجزات آل محمدؐ چار جلدیں یہ علامہ سید ہاشم بحرانی کی مشہور زمانہ کتاب مدینۃ المعاجز کی تلخیص ہے۔ اس میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے لے کر حضرت امام العصر علیہ السلام تک معجزات بیان کیے گئے ہیں

۷۔ اسرار الصلوٰۃ یہ حضرت شہید ثانی علیہ الرحمہ کی کتاب ہے اس کے ترجمے کا شرف بھی خدا نے علامہ موصوف کو عطا کیا۔

۸۔ سیرت امیر المومنینؑ "علی من المهد الی اللحد" آقائے قزوینی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب کا ترجمہ بھی آپ نے ہی کیا ہے۔

۹۔ "السیدہ زینب الکبری من المهد الی اللحد" یہ بھی آیت اللہ قزوینی کی

Presented by: https://jafrilibrary.com

کتاب ہے۔

کتاب کے ملحقات میں علامہ صاحب نے بھرپور دلائل سے یہ ثابت کیا کہ حضرت شریکۃ الحسین کا مزار مصر میں نہیں بلکہ شام میں ہے۔

۱۰۔ منتخب انسائیکلوپیڈیا در حالات امیر المومنین: آیت اللہ محمدی ری شہری مدظلہ کی مشہور کتاب کے منتخب دو مجلدات کا ترجمہ بھی آپ نے ہی کیا ہے۔

۱۱۔ نماز رسول المعروف نماز جعفریہ: اس کتاب میں آپ نے مذہب شیعہ کی نماز، وضو، اذان اور پانچ تکبیر نماز جنازہ کو بے ادوار اہل سنت کی مستند کتابوں سے ثابت کیا ہے۔ آج تک کسی حریف کو اس کا جواب لکھنے کی جرأت نہیں ہوئی۔

۱۲۔ نماز معراج مومن: احکام نماز پر لکھی گئی کتاب

۱۳۔ معالم المدرستین: علامہ محقق سید مرتضیٰ عسکری کی اس معرکۃ الآراء کتاب کا آپ نے اردو میں ترجمہ کیا۔ اس کتاب نے عرب ممالک میں انقلاب برپا کر دیا ہے اور ہزاروں برادران اسلام آل محمدؑ کے حلقہ نور میں داخل ہوئے ہیں۔ اردو میں اس کا نام "کتب امامت وخلافت" ہے دو ضخیم جلدوں میں لاہور سے شائع ہو چکی ہے۔

۱۴۔ علامہ محقق عسکری رحمۃ اللہ کی کتاب "عقائد الاسلام من القرآن الکریم" کی دو مجلدات کا ترجمہ آپ نے ہی کیا ہے۔

۱۵۔ نقش آئمہ در احیائے دین کی دوسری جلد کا ترجمہ آپ نے کیا جو کہ "احیائے دین میں آئمہ اہل بیت کا کردار" کے نام سے کراچی سے شائع ہو چکی ہے۔

۱۶۔ بیت الاحزان: خاتم المحدثین شیخ عباس قمی (مولف مفاتیح الجنان) کا اردو ترجمہ ایک جلد میں منظر عام پر موجود ہے۔

۱۷۔ علی اسوہ وحدت انسانی یا انسان آئیڈیل تحقیقی پایہ کی کتاب کے مترجم آپ ہی ہیں۔

۱۸۔ تفسیر نوری کی دو مجلدات کا ترجمہ آپ نے کیا۔

۱۹۔ بزرگ داستان کا ترجمہ بھی آپ نے ہی کیا۔

۲۰۔ ڈاکٹر تیجانی سماوی کی مشہور کتاب "ثم اہتدیت" کا ترجمہ آپ نے کیا اور اس وقت وہ "الیہ ہجرات" کے نام سے بازار میں دستیاب ہے۔

۲۱۔ تفسیر سورۃ حجرات: یہ کتاب آیت اللہ دستغیب کے دروس پر مشتمل ہے۔

۲۲۔ قلب سلیم: یہ آیت اللہ دستغیب کی اخلاقیات اور تزکیہ نفس پر لاجواب کتاب ہے۔ اس کا ترجمہ دو جلدوں میں علامہ موصوف نے کیا۔

۲۳۔ 82 مسائل آیت اللہ دستغیب سے پوچھے گئے ان مسائل کی کتاب کا آپ نے ترجمہ کیا اور اس وقت وہ "جواب حاضر ہے" کے نام سے بازار میں موجود ہے۔

۲۴۔ تفسیر شواہد التنزیل امام حاکم حسکانی کی لاجواب کتاب کا ترجمہ بھی علامہ صاحب نے کیا۔

۲۵۔ انتخاب خزینۃ الجواہر جناب علی اکبر نہاوندی کی کتاب کا اختصار۔ یہ ایک جلد پر مشتمل ہے۔

۲۶۔ طوالع الانوار: تین جلدوں پر مشتمل کتاب جو کہ امیر المومنین علیہ السلام کے فضائل کا سمندر ہے۔

۲۷۔ اثبات عصمت ابوالفضل العباس: زیر طبع

۲۸۔ باقر العلوم: علامہ باقر شریف قرشی کی کتاب کا اردو ترجمہ جو کہ دو جلدوں پر مشتمل ہے۔

۲۹۔ تصنیف اور تشیع کا فرق احتمالی علمی کتاب ہے اور محقق کی ضرورت ہے، یہ غیر مطبوعہ ہے۔

۳۰۔ شیعہ جاوید ۔ زیر طبع

۳۱۔ شیعہ زادہ ۔ زیر طبع

۳۲۔ اسلامی اخلاق

۳۳۔ [illegible] مقتل کی مشہور کتاب ہے اور تین جلدوں پر مشتمل ہے، علامہ صاحب نے اس کی دوسری جلد کا ترجمہ کیا ہے۔

۳۴۔ غیبت طوسی

الغرض اس وقت آپ کی کتابوں کی تعداد ایک سو سے زیادہ ہے جن میں سے زیادہ کتابیں شائع ہو چکی ہیں اور باقی زیر طبع ہیں۔

ناچیز کی تمام تر ذمہ داری کراچی کے ناشرین پر عائد ہوتی ہے، دعا ہے کہ اللہ انہیں توفیق عطا فرمائے کہ وہ علامہ صاحب کی کتاب کو منظر عام پر لے آئیں گے۔

اس مختصر تعارف سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ اس وقت پورے برصغیر میں محسن العلماء کی کتابوں کی تعداد باقی اہل قلم (کثر اللہ امثالہم) کی کتابوں سے کہیں زیادہ ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں عمر، صحت و سلامتی عطا کرے اور انہیں توفیق دے کہ وہ خاندان عصمت کے علوم کو پھیلانے میں اپنا کردار ادا کرتے رہیں۔

قلمی شاگرد:

ویسے تو بہت سے افاضل کو آپ نے اس راستے کا مسافر بنایا ان میں سب سے زیادہ مشہور افراد کی تعداد چار ہے۔

۱۔ حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ الطاف حسین کلاچی، پرنسپل باب العلم [illegible] شریف۔ علامہ صاحب اپنی اصلاحیت انسان ہیں اللہ تعالیٰ نے محسن العلماء کو یہ شرف دیا کہ وہ انہیں اس وادی میں لے آئے اور لوح و قلم کی پرورش میں آپ نے بے مثال کردار ادا کیا۔

۲۔ حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ محمد کاظم شہیدی فاضل قم، ان کی قلمی تربیت بھی علامہ صاحب کی مرہون منت ہے۔

آپ کے شاگردوں کی فہرست میں دو فاضلہ خواتین بھی شامل ہیں۔

۳۔ محترمہ خانم عصمت عباس ایم فل اہل بیت یونیورسٹی تہران۔

یہ عالمہ فاضلہ خاتون کافی کتابوں کے تراجم کر چکی ہیں اور ان کی تربیت بھی محسن العلماء کے ہاتھوں سے ہوئی ہے۔

۴۔ محترمہ عالمہ خانم کاظمہ بتول فاضلہ قم۔

اس وقت اللہ کی مہربانی سے محترمہ کاظمہ بتول بھی مذہب اہل بیت کی خدمت میں مصروف ہیں اور کئی کتابوں کا اردو میں ترجمہ کر چکی ہیں۔

یہ خاتون بھی علامہ محسن العلماء (زید عزہ) کی فیض یافتہ ہیں۔

خدا کرے کہ یہ گلشن سدا سلامت رہے اور کتب آل محمد کی ترویج ہوتی رہے۔

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد۔

والسلام

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

مؤلف اور علماء کا خراجِ تحسین

حضرت علامہ حلی رحمتہ اللہ نے شیخ الطائفہ کے متعلق لکھا ہے۔

"شیخ الامامیۃ و وجههم و رئیس الطائفۃ، جلیل القدر، عظیم المنزلہ ثقہ، عین، صدوق، عارف بالاخبار والرجال والفقہ والاصول والکلام والادب و جمیع الفضائل تنسب الیہ، صنف فی کل فنون الاسلام، ھو المھذب للعقائد فی الاصول والفروع الجامع لکمالات النفس فی العلم والعمل و کان تلمیذ الشیخ المفید محمد بن محمد بن النعمان ٥"

آپ مذہب امامیہ کے شیخ اور ان کے سربراہ اور گروہ امامیہ کے سالات تھے۔

آپ انتہائی جلیل القدر، عظیم المنزلت، ثقہ، صدوق، احادیث، رجال، فقہ، اصول، علم الکلام، ادب کے عارف تھے۔ آپ جملہ فضائل کا مرقع تھے۔ آپ نے اسلام کے جملہ فنون پر کتابیں تحریر کی تھیں اور اصول و فروع کے عقائد کی تہذیب میں اہم کردار ادا کیا تھا اور علم و عمل کے میدان میں کمالات نفس کے جامع تھے۔

آپ حضرت شیخ مفید محمد بن محمد بن نعمان کے تلمیذ رشید تھے۔

عالم ربانی سید بحر العلوم طباطبائی رحمہ اللہ نے شیخ الطائفہ کو یوں خراج تحسین پیش کیا۔

"امام الفرقۃ بعد الائمۃ المعصومین علیھم السلام و عماد الشیعۃ الامامیۃ فی کل ما یتعلق بالمذھب والدین، محقق الاصول و الفروع و مھذب فنون المعقول والمسموع، شیخ الطائفۃ علی الاطلاق و رئیسھا الذی تلوی الیہ الاعناق، صنف فی جمیع علوم الاسلام و کان القدوۃ فی کل ذلک والامام"٥

آپ آئمہ طاہرین علیہم اسلام کے بعد فرق امامیہ کے امام تھے اور مذہب و دین سے تعلق رکھنے والے جملہ امور میں شیعہ امامیہ کا ستون تھے۔ آپ اصول و فروع کے محقق تھے اور عقلی و نقلی فنون کو تہذیب دینے والے تھے۔ آپ علی الاطلاق شیخ الطائفہ ہیں اور آپ مذہب امامیہ کے وہ سربراہ ہیں جن کی طرف گردنیں مڑتی ہیں۔ آپ نے اسلام کے جملہ علوم پر کتابیں لکھی تھیں اور آپ جملہ علوم میں رہنما اور امام تھے۔

سیرت نگار علماء نے متفقہ طور پر یہ لکھا:

آپ عالم، عامل، ذہین، فطین، نبیل، فہیم، بیدار مغز، فقیہ، مفسر، جید شرعی علوم میں متبحر، خواہشات سے دور اور غلط آراء سے اجتناب برتنے والے تھے۔

خدا نے انھیں کتاب و سنت اور روایت الحدیث کے لیے بہت بڑا حصہ عطا کیا تھا اور وہ علوم کی گہرائیوں کے شناور تھے اور علم و فقہ میں وہ بے نظیر تھے اور علماء اور فقہاء میں ان جیسا مرد کوئی پیدا ہی نہیں ہوا۔

آپ کی 385ھ ماہ رمضان میں ولادت ہوئی۔ آپ نے طوس کے علمی و ادبی گھرانے میں پرورش پائی اور آپ کی عمر ابھی تیس برس ہی تھی کہ درجہ اجتہاد پر فائز ہوئے۔ آپ نے مشائخ کرام اور بڑی لائبریریوں سے استفادہ کے لیے بغداد کا رخ

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

کیا۔ اس وقت بغداد علوم کا مرکز سمجھا جاتا تھا اور ہر مذہب کے بزرگ علما ، اس شہر میں قیام پذیر تھے اور اس شہر کی سب سے بڑی خوبی وہ عظیم لائبریری تھی جسے بہا ، الدولہ بویہی کے علم دوست مذیر ابونصر سابور بن اردشیر نے قائم کیا تھا۔

یہ لائبریری پورے عالم اسلام میں منفرد لائبریری تھی۔

آپ نے 408ھ میں بغداد میں قدم رکھا۔ یہ وہ دور تھا جب مذہب شیعہ کے زعیم شیخ مفید ورحمۃ اللہ تھے۔

شیخ طوسی اُن کے مدرسہ میں آئے۔ شیخ مفید نے ان پر سایہ شفقت کیا چنانچہ استاد فیاض تھا اور شاگرد میں حاصل کرنے کی پوری صلاحیت تھی لہٰذا انھوں نے دل کھول کر شیخ صفید سے علمی استفادہ حاصل کیا۔ شیخ مفید کی وفات تک شیخ طوسی ہر وقت اپنے شفیق استاد کے ساتھ سائے کی طرح سے چسپاں رہتے تھے۔

پھر جب 413ھ میں شیخ مفیدؒ کی رحلت ہوئی تو ان کے بعد شیعہ امامیہ کی مذہبی سربراہی سید مرتضیٰؒ کے سپرد ہوئی۔

شیخ طوسی سید مرتضیٰؒ کی صحبت میں آ گئے اور ان کی نورانی محافل سے کسب فیضان کرتے رہے اور ان کے چشمہ علم سے جی بھر کر پیاس بجھاتے رہے یہاں تک کہ علم الہدیٰ سید مرتضیٰؒ کی رحلت ہوئی۔ سید مرتضیٰ کی رحلت ماہ ربیع الاول 436ھ میں ہوئی۔

علم الہدیٰ کی وفات کے بعد شیخ طوسی نے مذہب امامیہ کی سربراہی سنبھالی اس وقت آپ کی عمر اکیاون برس تھی۔ الغرض شفیق استاد کے بعد آپ نے فتویٰ اور تدریس کی مسند سنبھالی اور پورے اخلاص سے مذہب کی نشر و اشاعت کی۔ آپ کے مخالف بھی آپ کی عظمت کے معترف تھے۔

گردش دوراں کی وجہ سے آپ کو بغداد چھوڑنا پڑا۔ آپ بغداد سے نجف اشرف آ گئے اور آپ کے آنے سے نجف میں رونق پیدا ہوئی۔ آپ نے نجف میں پہلے حوزہ علمیہ کی بنیاد رکھی جو کہ صدیوں کے بعد آج بھی قائم و دائم ہے۔ اس حوزہ سے ہزاروں علما ، نے کسب فیض کیا ہے الغرض 460ھ میں آپ کی نجف اشرف میں وفات ہوئی اور حرم مطہر میں امیر المومنین کی شمالی جانب دفن ہوئے جہاں آج مسجد طوسی ہے۔

علی اکبر الغفاری

ربیع الاول 1423ھ، تیر ماہ 1381 شمسی قمری۔

شیخ الطائفہ ایک نظر میں

بقلم: محمد حسن جعفری مترجم اردو کتاب ہذا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"الحمدللہ رب العالمین باری الخلائق اجمعین. الصلاۃ و اسلام علی محمد و الہ الطاہرین الذین اذھب اللہ عنھم الرجس و طھرھم تطھیرا"

بہت سے ارباب تاریخ اور علمائے رجال نے اس عظیم شخصیت کے متعلق بہت کچھ لکھا۔ آپ کو تاریخ و حدیث و تفسیر کی کوئی ایسی کتاب نہیں ملے گی جس میں شیخ الطائفہ کا ذکر موجود نہ ہو البتہ خطیب البغدادی اور معجم البلدان کے مؤلف حموی جیسے متعصب افراد اس سے مستثنیٰ ہیں۔ ہم چند فصول میں آپ کی شخصیت کا جائزہ لیں گے۔

ماہ رمضان المبارک 385ھ شیخ الطائفہ علی الاطلاق ابوجعفر محمد بن حسن بن علی بن

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

حسن طوسی سرزمین طوس میں پیدا ہوئے۔ کتاب المسالک والممالک میں مرقوم ہے۔

اگر ہم طوس کو نیشاپور کے ساتھ شامل کریں تو اس میں رازکان، طاہران، نوقان (موجودہ مشہد مقدس) شامل ہیں جہاں کے قریہ سناباد میں ہارون الرشید اور امام علی رضاؑ کی قبریں پائی جاتی ہیں۔

یعقوبی کتاب البلدان میں لکھتے ہیں کہ طوس اور نیشاپور کردیلم کے نزدیک واقع ہیں۔ طوس میں قبیلہ طے سے تعلق رکھنے والے عرب موجود ہیں لیکن وہاں کی اکثریت اہل عجم پر مشتمل ہے۔ طوس میں نوقان بڑا شہر ہے اور اس کے قریب سناباد ہے جہاں امام علی رضاؑ کا مزار ہے۔ امام رضاؑ اور ہارون الرشید ایک ہی جگہ مدفون ہیں۔

شاعر اہل بیتؑ حضرت دعبل خزاعی نے اس عجیب اتفاق کو دیکھ کر یہ کہا تھا۔

اربع بطوس علی قبر الزکی به
ان کنت تربع من حسین علی وطر
قبران فی طوسی خیر الناس کلهم
و قبر شرهم هذا من العبر
ما ینفع الرجس من قرب الزکی ولا
علی الزکی بقرب الرجس من ضرر
هیهات کل امرئ رهن بما کسبت
یداه حقا فخذ ما شئت او فذر

طوس جا کر پاکیزہ ترین انسان کی قبر پر جا کر ٹھہرو اور قدرتِ خداوندی کا نظارا کرو۔ طوس میں دو قبریں ہیں، ایک قبر افضل الخلق کی ہے اور دوسری بدترین خلائق کی

ہے۔ یہ مقام عبرت ہے۔

ناپاک کو پاکیزہ شخص کے قرب کا کوئی فائدہ نہیں ہے اور پاکیزہ انسان کو پلید شخص کی قربت سے کوئی نقصان نہیں ہے۔

ہر شخص اپنے اپنے اعمال کا جوابدہ ہے۔ اب یہ تم پر منحصر ہے کہ تم کس کا انتخاب کرتے ہو۔

طوس ہر دور میں مردم خیز خطہ رہا ہے چنانچہ ابو حامد محمد بن محمد بن محمد غزالی اور ان کے بھائی ابو الفتوح کا تعلق اسی دھرتی سے ہے اور تمیم بن محمد بن طمغاج ابو عبدالرحمن طوسی صاحب سند حافظ کا تعلق بھی اسی سرزمین سے ہے اور اگر نیشاپور کو طوس کا حصہ قرار دیا جائے تو امام مسلم جیسا محدثِ اہل سنت بھی اسی دھرتی کا سپوت ہے۔

برا ہو مذہبی تعصب کا کہ حموی کو پورے طوس میں صرف غزالی اور اس کا بھائی ہی دکھائی دیا اور اسے شیخ الطائفہ جیسی آسمان قامت شخصیت نظر نہ آئی۔

ہم سمجھتے ہیں کہ حموی اور خطیب بغدادی دونوں ہی شپرہ چشم ہیں جنھیں سورج دکھائی نہیں دیتا۔

گر نہ بیند روز را شپرہ چشم   چشمِ آفتاب را چہ گناہ

شیخ الطائفہ نے ربع صدی کے قریب طوس کے علماء و فضلاء سے کسب فیض کیا اور اس میں شیعہ اور سنی دونوں قسم کے علماء شامل ہیں اور طوس میں رہائش کے دوران ہی آپ کی علمی شہرت کا چرچہ ہوا۔ اس دور میں طوس کی سرزمین علم کے لیے وسیع میدان تصور نہ ہوتا تھا، علمی لحاظ سے بغداد کی بڑی شہرت تھی جہاں نامور علماء قیام پذیر تھے۔ شیخ طوسیؒ اپنی علمی تشنگی بجھانے کے لیے بغداد گئے۔

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

چنانچہ آپ 408ھ میں بغداد تشریف لائے۔ یہ وہ وقت تھا جب مذہب امامیہ کی زعامت شیخ مفید بن محمد بن محمد بن نعمان عکبری کے پاس تھی۔

شیخ طوسی نے حضرت مفید کے مدرسہ میں قیام کیا اور ان کے چشمہ صافی سے اپنی علمی پیاس بجھانے لگے۔

شیخ مفید کے مدرسہ میں قیام کے دوران حسن بن عبداللہ غضائری (جنھوں نے نجاشی کے ساتھ مل کر رجال کی تکمیل کی تھی) سے بھی کسب فیض کیا، پھر 413ھ میں شیخ مفیدؒ کی وفات ہوئی اور وہ دن بغداد میں قیامت کا دن تھا۔ خطیب بغدادی جیسے متعصبین نے اس پر بغلیں بجائیں اور علماء نے صف ماتم بچھائی۔

آپ کی وفات "موت العالم موت العالم" کی مانند تھی۔

امام زمانہ عجل اللہ فرجہ سے یہ مرثیہ منقول ہے کہ شیخ کی وفات پر آپ نے یہ مرثیہ کہا تھا۔

لا صدت الناعي بفقدك انه

يوم على آل الرسول عظيم

ان كنت قد غيبت في جدث الثرى

فالعدل والتوحيد فيك مقيم

اگر آپ مٹی کی تہ میں دفن ہوئے ہیں تو عدل و توحید آپ کے اندر مقیم ہے۔

شیخ مفید کاظمین میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے حرم کے دروازے میں اپنے استاد ابن قولویہ کے ساتھ مدفون ہیں اور آپ کی قبر پر یہ شعر بھی لکھا ہوا ہے۔

شیخ مفید کی وفات کے بعد تشیع کی زعامت علم الھدیٰ سید مرتضیٰ رحمۃ اللہ نے

سنبھالی۔

سید علم الھدیٰ کے فتویٰ اور منبر کو سنبھالا۔ شیخ مفیدؒ کے بعد سرکاری پر آپ متمکن ہوئے۔

سید مرتضیٰ نے اپنے استاد کی کرسی سنبھالی۔ شیخ الطائفہ سید مرتضیٰ کے ساتھ رہنے لگے۔ انھوں نے اپنے مرید کے ساتھ زندگی بسر کی۔

پھر 436ھ میں سید مرتضیٰ نے بغداد میں وفات پائی اور ان کے جسد خاکی کو کربلا لایا گیا۔

حضرت مفید اور سید مرتضیٰ رحمۃ اللہ علیہما کی رحلت کے بعد مذہب امامیہ کی زعامت کے لیے شیخ طوسی کے علاوہ اور کوئی شخص موزوں نہ تھا چنانچہ اب مذہبی قیادت شیخ طوسی کے ہاتھ آئی اور انھوں نے دینی اور اجتماعی معاملات میں ملت کی راہنمائی کی۔ آپ نے امامیہ کے لیے اخلاق فاضلہ کے لیے تربیت کی۔

مورخین نے آپ کی علمی مجلس کے متعلق متفقہ طور پر یہ الفاظ لکھے۔

"آپ کی مجلس میں تین سو شیعہ مجتہد شامل ہوتے تھے جب کہ علمائے عامہ کی تعداد اس کے علاوہ تھی۔"

آپ کی عظمت اور زعامت اس قدر بلند ہوئی کہ اس وقت کے عباسی خلیفہ القائم بامراللہ عبداللہ بن قادر باللہ نے دربار میں علم الکلام کی کرسی آپ کے سپرد کی تھی۔

یہ کرسی اس دور میں صرف اس شخص کو نصیب ہوتی تھی جو اپنے وقت کا سب سے بڑا عالم ہوتا تھا۔

شیخ طوسیؒ کے عہد میں مذہب جعفری نے اتنی ترقی کی کہ اس کے لیے زعامت و

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

علم کی کرسی مخصوص ہوگئی تھی، یہ سب کچھ شیخ کی قابلیت کا نتیجہ تھا۔ لیکن متعصب افراد کو یہ سب کچھ گوارا نہ تھا۔ ابھی 449ھ فرقہ وارانہ فسادات پھوٹ پڑے۔

فسادات شروع ہوئے اور اس میں ہر خشک وتر چیز جل گئی۔

متعصب افراد کو اس وقت کے حاکم طغرل بیگ سلجوقی کی آشیرباد حاصل تھی۔ اس ظالم کی اشیرباد سے متعصب افراد نے شیعہ مساجد کو نذر آتش کیا، اس خانہ جنگی میں بہت سے علماء وفضلاء شہید ہوئے۔

اس کے بعد فرقہ پرستوں نے شیخ طوسی کو اپنا نشانہ بنایا اور ان کے گھر پر حملہ کر دیا اور شیخ کے گھر اور ان کے کتب خانہ کو نذر آتش کر دیا گیا اور شیخ کی جملہ تالیفات بھی جلا دی گئیں اس وقت شیعہ مکتبہ دارالعلوم کو بھی جلا دیا گیا۔ یہ وہی لائبریری تھی جسے بہاؤالدولہ سابور بن اردشیر نے تشکیل دیا تھا۔

جب شیخ طوسیؒ نے بغداد میں فتنہ کو پھیلتا ہوا دیکھا تو انہیں یقین ہو گیا کہ اگر وہ بغداد میں قیام پذیر رہے تو فرقہ پرست انہیں قتل کر دیں گے۔ اسی لیے انھوں نے اپنے اہل وعیال کو ساتھ لیا اور بغداد کو چھوڑ کر نجف اشرف آ گئے۔ یہ 450ھ کا واقعہ ہے۔

جب آپ نجف آئے تو اس وقت نجف میں محدود سے چند گھروں کے علاوہ اور گھر نہ تھے اور وہ بھی زائرین کے خدمت گاروں کے لیے بنائے گئے تھے، چند گھروں کے علاوہ ہر طرف ٹیلے ہی ٹیلے تھے۔

آپ کی آمد سے پہلے نجف میں ہر طرف ویرانی ہی ویرانی چھائی ہوئی تھی، آپ کے قدموں کا یہ اثر ہوا کہ وہ ویران مقام آباد ہونے لگا تھا۔

نجف پہنچ کر آپ نے وہاں حوزہ علمیہ قائم کیا، یہ مذہب شیعہ کا پہلا حوزہ علمیہ تھا

جسے شیخ طوسی نے قائم کیا تھا اور وہ حوزہ آج بھی بحمد اللہ قائم ودائم ہے۔ آپ کی مدت میں ہزاروں تشنگان علم آپ کے گرد جمع ہو گئے۔

پھر ایک وقت ایسا بھی آیا جب وقتی طور پر حوزہ علمیہ نجف سے حلہ منتقل ہو گیا یہ واقعہ محقق حلی شیخ نجم الدین صاحب شرائع الاسلام کے عہد میں ہوا اور محقق حلی کے دور میں حلہ ہی علمی مرکز رہا۔ تاریخ نے ان کی علمی مجلس کے متعلق یہ بیان کیا کہ ان کے مدرسہ میں چار سو مجتہد حاضر ہوتے تھے اور سید ابن طاؤوس، آل نما، ابن سعید، بنی مطہر، بنی عزیزہ، آل ادریس، آل شیخ ورام، آل فہد، آل سیوری اور آل عوض جیسے نامور علماء اس عہد میں سے پیدا ہوئے تھے اور حلہ دسویں صدی ہجری تک علمی مرکز رہا۔

شیخ طوسی کا قائم کردہ حوزہ علمیہ آج بھی آباد وشاد ہے۔ استاد میر ابو۔۔۔ نے نجف کے علمی اثرات کا اعتراف کرتے ہوئے لکھا۔

"عراق میں مذہب شیعہ کا گہرا اثر ورسوخ ہے۔ شہر نجف علمائے تشیع کا مرکز ہے۔ پوری دنیا سے مذہبی طلاب یہاں آتے ہیں اور علم دین حاصل کرتے ہیں۔ اسی شہر میں شیعوں کے امام اول حضرت علی علیہ السلام کا عالی شان مزار ہے اور شیعہ آپ کے روضہ کا اسی طرح احترام کرتے ہیں جیسا کہ دوسرے مسلمان روضہ رسول کا احترام کرتے ہیں"۔

نجف اشرف کے دینی مدارس:

شیخ الطائفہ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے جوار امیر المومنین میں حوزہ علمیہ کی بنیاد رکھی تھی اور امیر المومنین علیہ السلام کی برکت اور شیخ طوسی کے اخلاص سے آج نجف کی ہر گلی میں

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

مدارس دینیہ دکھائی دیتے ہیں۔ اس وقت نجف اشرف میں حسب ذیل مدارس موجود ہیں ۔

1۔ مدرسۃ الصدر یہ بہت پرانا مدرسہ ہے یہ بڑی بازار میں واقع ہے۔

2۔ مدرسۃ معتمد یہ مدرسہ معتمد الدولہ سے منسوب ہے۔ اس کا نیا نام مدرسہ کاشف الغطاء ہے۔

3۔ مدرسۃ شیخ مہدی کاشف الغطاء ، مقابل مقبرہ آل بحر العلوم۔

4۔ مدرسۃ القوام الشیرازی یہ 1300ھ میں محلہ شراق میں قائم ہوا تھا۔

5۔ مدرسۃ سلیمیہ یہ 1350ھ میں بازار شراق میں قائم ہوا تھا۔

6۔ مدرسۃ الحاج مہدی الایروانی محلہ عمارہ میں واقع ہے یہ 1350ھ میں قائم ہوا۔

7۔ مدرسۃ قزوینی محلہ عمارہ 1324ھ میں قائم ہوا۔

8۔ مدرسۃ حاج علی نقی بادکوبی 1325ھ میں قائم ہوا۔

9۔ مدرسۃ بندی محلہ شراق میں واقع ہے۔ یہ 1328ھ میں قائم ہوا۔

10۔ مدرسۃ الشربیانی محلہ حویش میں واقع ہے۔ 1320ھ میں قائم ہوا۔

11۔ مدرسۃ شیرازی یہ سید شیرازی کبیر کا مدرسہ ہے جنھوں نے تمباکو کی حرمت کا فتویٰ جاری کیا تھا، اسی میں ان کا مقبرہ بھی ہے بعد ازاں آیت اللہ سید عبدالہادی شیرازی بھی یہیں دفن ہوئے۔

12۔ مدرسۃ الحاج میرزا حسین خلیلی الکبری یہ 1316ھ میں قائم ہوا۔

13۔ مدرسۃ خلیلی الصغیر جنب کبیر 1322ھ۔

14،15،16۔ مدرسۃ آیت اللہ الاخوان بڑا مدرسہ محلہ حویش میں ہے درمیانی اور چھوٹا مدرسہ محلہ براق میں ہے۔ یہ 1326ھ اور 1328ھ میں قائم ہوئے۔

17۔ مدرسۃ البخاری محلہ حویش بانی محمد یوسف بخاری 1329ھ۔

18۔ مدرسۃ آیت اللہ سید محمد کاظم یزدی یہ 1329ھ میں قائم ہوا۔

19،20۔ مدرسۃ آیت اللہ بروجردی کے دو مدارس بڑا مدرسہ صحن مطہر کے پہلو میں شیخ الصفر نے 1373ھ میں سید بروجردی کے حکم پر تعمیر کیا تھا۔ چھوٹا مدرسہ بازار عمارہ میں ہے۔

21۔ مدرسۃ آیت اللہ سید عبداللہ شیرازی یہ محلہ الجدیدہ میں واقع ہے۔

22۔ مدرسۃ الحاج صالح جوہرچی یہ پہلی منزل پر واقع ہے۔

23۔ مدرسۃ جامعۃ النجف حی السعد میں واقع ہے۔ اسے علامہ سید محمد کلانتر نے قائم کیا تھا اور یہ مدرسہ الحاج محمد تقی کے خرچ پر تعمیر ہوا تھا۔ یہ مدرسہ 1383ھ میں قائم ہوا۔

24۔ مدرسۃ الحاج عبدالعزیز بغدادی حی السعد میں واقع ہے۔ یہ مدرسہ آیت اللہ الحکیم کے فرمان پر تعمیر کیا گیا تھا۔

جب عراق پر بعثی حکومت قائم ہوئی تو حسن البکر نے حوزہ علمیہ کو بہت سخت نقصان پہنچایا۔ بعد ازاں صدام تکریتی نے حوزہ کو ویران کرنے کی بھرپور کوشش کی اور بعثی دور میں علماء بالخصوص خانوادہ حکیم پر مظالم وستم کے پہاڑ توڑے گئے اور آیت اللہ خوئی بھی معتوب رہے مگر انھوں نے حوزہ کی علمی شمع کو بجھنے نہیں دیا تھا۔

آج جب عراق بعثی گورنمنٹ سے آزاد ہو چکا ہے تو نجف کے حوزہ میں دوبارہ بہار آ گئی ہے اور پوری دنیا سے تشنگان علم یہاں اُمڈے چلے آ رہے ہیں اور یہاں قوت لایموت پر گزر بسر کر کے علوم آل محمدؐ سے اپنے آپ کو مزین کر کے اپنے اپنے ملک کو لوٹ جاتے ہیں۔

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

حوزہ نجف کا نصاب

حوزہ نجف میں طالب علم کو اجتہاد کے مقام تک پہنچنے کے لیے تین مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔

پہلا مرحلہ   یہ مقدمات کا مرحلہ ہے۔ اس مرحلہ میں صرف و نحو، علوم بلاغت منطق اور متون فقہ کی تعلیم دی جاتی ہے اور اس مرحلہ میں حسب ذیل کتابیں پڑھائی جاتی ہیں۔

قطر الصدی، النحو الواضح، الاشمونی، شروح الفیہ ابن مالک، جواہر البلاغہ، مختصر المعانی، مطول، جعبہ، منطق مظفر، تبصرۃ المتعلم، شرائع محقق اور العروۃ الوثقیٰ جیسی کتابیں پڑھائی جاتی ہیں۔ بعض اوقات اس مرحلہ میں علم الکلام، علم الریاضیہ اور کچھ ادبی علوم بھی پڑھائے جاتے ہیں۔

طلاب کو مدرس اور کتاب کی عام اجازت ہے وہ جو کتاب جس بھی مدرس سے پڑھنا چاہے اس پر کوئی قدغن نہیں ہے اور اس کے وقت اور جگہ بھی مقرر نہیں ہیں۔

دوسرا مرحلہ   سطوح پر مشتمل ہے یعنی اسی مرحلہ میں فقہ استدلال اور اصول فقہ کی کتابوں کے متون پڑھائے جاتے ہیں اور اس میں مختلف آرا کا پوری آزادی سے جائزہ لیا جاتا ہے۔ اسی مرحلہ کی اہم یہ ہیں

معالم الاصول، اصول استنباط، اصول فقہ قوانین الاصول، رسائل انصاری،

شرح لمعہ کی دونوں جلدیں، ریاض العلماء، المسالک اور مکاسب انصاری۔

بعض اوقات اس کے ساتھ علم الکلام، حکمت، فلسفہ الہی، تفسیر، حدیث اور اصول حدیث اور علم رجال بھی شامل کیا جاتا ہے۔ جب کوئی طالب علم ان دونوں مراحل کو بخیرو خوبی سے طے کر لے تو اس میں مرتبہ اجتہاد پر قدم رکھنے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔ پہلے دو مراحل کو ایک فطین و ذہین طالب علم کم از کم دس برس میں مکمل کرتا ہے۔

عموی مشاہدہ یہ ہے کہ دوسرے مرحلہ پر زیادہ تر طلاب اکتا جاتے ہیں اور پھر پڑھنے سے رک جاتے ہیں۔

تیسرا مرحلہ   یہ مرحلہ درس خارج کا ہے۔ اس مرحلہ میں طالب علم فقہ و اصول کے نامور مجتہدین کے دروس میں شامل ہوتا ہے۔ حوزہ نجف میں تعلیم کا یہ آخری مرحلہ ہوتا ہے۔ اسی مرحلہ سے ہی طالب علم مقام اجتہاد میں قدم رکھتا ہے۔ یہ مرحلہ کئی دوروں پر مشتمل ہوتا ہے جہاں بزرگ مجتہدین روزانہ کی بنیاد پر درس دیتے ہیں اور فقہ و اصول کی مکمل تشریح پیش کرتے ہیں اور فقہی اقوال کا موازنہ دیگر مذاہب اسلام کے اقوال سے کیا جاتا ہے اور آراء پر تفصیلی بحث ہوتی ہے اور ادلہ کے بعد قول راجح کو متعین کیا جاتا ہے۔

اس مرحلہ کو درس خارج اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس میں کوئی مخصوص کتاب نہیں پڑھائی جاتی۔ اس مرحلہ میں طالب علم اس قابل ہو جاتا ہے کہ وہ کتاب و سنت کے دائرہ میں رہ کر استنباط کر سکے۔

آخر میں اجتہاد کی ڈگری وہ استاد دیتا ہے جس کی زیر نگرانی طالب علم نے یہ مرحلہ طے کیا ہوتا ہے اور یہ ڈگری طالب علم کی صلاحیت اور کردار کو مد نظر رکھ کر دی جاتی ہے اور پھر یہاں کے فارغ التحصیل مجتہدین درس خارج میں اپنے اساتذہ کی جگہ درس دیتے ہیں۔

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

نصاب کا ناقدانہ جائزہ:

حوزہ نجف میں بنیادی طور پر سارا زور فقہ اور اصول فقہ پر دیا جاتا ہے مگر دوسرے اہم علوم پر کوئی خاص توجہ نہیں دی جاتی مثلاً تفسیر قرآن، دورہ حدیث، علم تاریخ، اخلاقیات جیسے علوم کو زیادہ اہمیت نہیں دی جاتی جس کی وجہ سے یہاں کا فارغ التحصیل طالب علم مذکورہ علوم میں کمزور ہوتا ہے۔

ہم حوزہ علمیہ کے محترم اساتذہ سے دست بستہ گزارش کرتے ہیں کہ اس مسئلہ پر خصوصی توجہ فرمائیں اور ان علوم کو حوزہ میں رائج فرمائیں۔

موجودہ اجتہاد کا فکری جمود:

ع خوگر حمد سے تھوڑا سا گلہ بھی سن لے کے تحت ہم نہایت افسوس سے لکھنے پر مجبور ہیں کہ موجودہ اجتہاد اکثر مسائل میں بانجھ دکھائی دیتا ہے جب کہ مذہب امامیہ میں اجتہاد کا دروازہ صرف اس لیے کھولا گیا تھا کہ شریعت کے احکام عصر حاضر کے مطابق رواں دواں رہیں اور عصر حاضر کی تبدیلیوں کی وجہ سے احکام میں جمود پیدا نہ ہو مگر عملی طور پر ہمارا اجتہاد جمود فکری میں مبتلا دکھائی دیتا ہے۔ اس کے لیے احکام سفر اور نماز قصر کے احکام کو ہی دیکھ لیں آج بھی اٹھائیس میل پر نماز قصر ہو جاتی ہے اور روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

ہمارے علمائے اعلام کثر اللہ امثالھم نے دور نبوی کے فاصلہ کو تو مد نظر رکھا لیکن اس کی ٹائمنگ کو مد نظر نہیں رکھا جب کہ عہد نبوی میں مسافت زیادہ دن کی مسافت تھی اور عصر حاضر میں جدید وسائل کی بدولت یہ سفر صرف آدھ گھنٹہ میں ممکن ہے۔ اس پر کسی فقیہ

نے نظر نہ ڈالی۔ اسی طرح سے مسئلہ زکوۃ پر سرسری نظر ڈالیں تو عجیب کیفیت دکھائی دیتی ہے اور عملی طور پر زکوۃ صرف گندم، جو، کھجور اور انگور پر ہی لاگو ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ باقی کسی جنس پر زکوۃ لاگو نہیں ہے۔ حد یہ ہے کہ سونا چاندی پر زکوۃ اس وقت واجب ہوتی ہے جب وہ سکہ دار ہو اور عصر حاضر میں سونے چاندی کے سکے کہیں دکھائی نہیں دیتے۔

اسی طرح سے کروڑوں ڈالروں پر بھی زکوۃ فرض نہیں ہے۔ مال مویشی پر صرف اس وقت زکوۃ عائد ہوتی ہے کہ مالک انہیں چارہ نہ کھلاتا ہو، وہ جنگلوں اور چراگاہوں میں آزادانہ طور پر پھرتے ہوں۔ اس طرح کے مویشی کسی نواب کے پاس بھی نہیں ہیں اور افسوس ناک حالت اس وقت پیدا ہوتی ہے جب بائیس من گندم پیدا کرنے والے کسان پر تو زکوۃ واجب ہو جاتی ہے اور سٹیل ملز کے مالک پر زکوۃ فرض نہیں ہوتی جب کہ وہ روزانہ اپنی ملز سے لاکھوں ڈالر منافع کما رہا ہوتا ہے۔

توضیح المسائل کی بیان کردہ زکوۃ کسی بھی انڈسٹریل ملک میں نہیں چل سکتی۔ دنیا میں بہت سے ممالک ایسے ہیں جہاں گندم، جو، کھجور اور انگور کی پیداوار نہیں ہوتی مثلاً بنگلہ دیش۔ تو کیا پورا ملک زکوۃ سے آزاد ہو جائے گا اور اگر زکوۃ اتنی ہی غیر اہم تھی تو اللہ تعالیٰ نے اس کا بار بار ذکر کیوں کیا؟

اسی طرح سے شیعہ بیوگان کو شوہر کی زمین سے محروم رکھنا بھی بظاہر نص قرآن کے خلاف دکھائی دیتا ہے اور یہ قانون بیوگان کی بربادی اور حق تلفی پر بھی مبنی ہے۔

خدا جانے ہمارے علماء کب ان امور کی طرف متوجہ ہوں گے۔ اس سے زیادہ ہم اجتہاد کی دیگر نارسائیوں اور جمود پر بحث نہیں کرنا چاہتے۔

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

"ملک شفشقته هدرت ثم قرت"

آمدم برسرِ مطلب:

حضرت شیخ الطائفہ کو خداوند عالم نے علم کے بلند ترین مینار پر جگہ دی۔ ان کی وفات کے بعد شیعہ علماء ڈیڑھ صدی تک ان کے افکار پر نقد و تبصرہ سے پرہیز کرتے رہے اور حالت یہ ہو گئی تھی کہ شیعوں میں اجتہاد کا دروازہ ہی بند ہونے لگا تھا۔ اگر ایسا ہوتا تو دوسرے فقہی دبستانوں کی طرح سے شیخ سے بھی فقہ کا ایک دبستان ڈسٹرب ہو جاتا لیکن ایک طویل عرصہ کے بعد خود شیخ طوسی کی نسل سے تعلق رکھنے والے عظیم عالم دین ادریس حلی نے اس خاموشی کو توڑا اور اجتہاد کے بند دروازوں کو وا کیا اور پوری جرأت کے ساتھ شیخ طوسی کے افکار پر تنقید کی اور بعض اوقات ان کے قلم سے کچھ سخت الفاظ بھی جاری ہوئے۔

شیخ الطائفہ کی عظمت:

ذیل میں ہم شیخ طوسی کا دو طرح سے جائزہ لیتے ہیں۔

۱۔ علماء وفضلاء نے ان کے متعلق کیا گواہی دی:

۲۔ شیخ کی مؤلفات ——— علماء کی گواہی

واضح رہے کہ الشیخ، شیخ الطائفہ، متکلم الشیعہ یا فقیہ الشیعہ کے الفاظ جہاں مطلقاً استعمال ہوں تو اس سے شیخ طوسی ہی کی ذات شریف مراد ہوتی ہے۔

۱۔ نجاشی لکھتے ہیں:

جلیل من اصحابنا ثقة، عین من تلامذة شیخنا ابی عبداللہ ابن المفید (۱)

۱۔ رجال نجاشی، ص 287

آپ ہمارے جلیل القدر علماء میں سے تھے۔ آپ ثقہ، اعلیٰ درجہ کے محدث تھے اور آپ ہمارے شیخ ابو عبداللہ یعنی شیخ مفید کے شاگردوں میں سے تھے۔

۲۔ ابوجعفر محمد بن الحسن الطوسی فقیہ الشیعۃ، دفن فی مشہد علی (۱)

۳۔ ابوجعفر الطوسی: فقیہ الشیعۃ اخذ عن ابن النعمان ایضا، له مصنفات کثیرة فی الکلام علی مذهب الامامیة، جمع تفسیر القرآن واملی احادیث وحکایات فی مجلس ——— (۲)

ابوجعفر طوسی: فقیہ شیعہ تھے۔ حضرت علی کے مزار کے پاس دفن ہوئے۔

ابوجعفر طوسی، شیعہ فقیہ تھے۔ انھوں نے ابن نعمان شیخ مفید سے علم حاصل کیا تھا اور انھوں نے مذہب امامیہ کے علم الکلام کے مطابق بہت سے کتابیں لکھی تھیں اور قرآن کریم کی تفسیر لکھی اور احادیث و حکایات کا مجلس میں املا کرایا۔

۴۔ فی صفر هذه السنة کبست دار ابی جعفر الطوسی متکلم الشیعۃ ——— (۳)

اس سال کے ماہ صفر میں شیعی متکلم ابوجعفر الطوسی کے گھر کو نذر آتش کیا گیا۔

۵۔ فقیہ الشیعۃ توفی مشهد امیر المومنین ——— (۴)

شیخ طوسی شیعہ فقیہ تھے اور نجف اشرف میں ان کی وفات ہوئی۔

۶۔ فیها توفی ابوجعفر الطوسی، فقیہ الامامیة الرافضة وعالمهم وهو صاحب التفسیر الکبیر وهو عشرون مجلدا وله تصانیف اخر مات بمشهد علی کان راهقیا یتوی التشیع ——— (۵)

اسی سال ابوجعفر طوسی کی وفات ہوئی۔ وہ امامیہ رافضیہ کے عالم اور فقیہ تھے۔

1۔ البدایہ والنہایہ ابن کثیر دمشقی جلد 97/12

2۔ ابن حجر لسان المیزان جلد 135/5

4.3۔ ابن جوزی فی المنتظم جلد 179/8 252

5۔ ذہبی فی النجوم الزاہرۃ جلد 82/5

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

انھوں نے بیس جلدوں پر مشتمل تفسیر لکھی تھی۔ اس کے علاوہ ان کی اور بھی بہت سی تالیفات ہیں۔ وہ رافضی اور طاقت ور شیعہ تھے۔

۷۔ وفی المحرم ایضاً توفی ابو جعفر الطوسی فقیہ الامامیۃ بمشہد امیر المومنین علی بن ابی طالب"۔ (۱)

ماہ محرم میں مذہب امامیہ کے فقیہ ابو جعفر طوسی کی حرم امیر المومنینؑ میں وفات ہوئی۔

۸۔ شیخ الامیۃ ورجھیم و رئیس الطافۃ، جلیل القدر علیم المنزلۃ، ثقۃ العین، صدوقی، عارف بالاخبار و الرجال و الفقہ و الاصول و الکلام ..... وی الاصول والفروع الجامع الکمالات النفس ------○ (۲)

آپ رئیس الامامیہ، ان کے سربراہ، رئیس الطائفہ، جلیل القدر، عظیم المرتبت، ثقہ، عظیم محدث، راست گو، احادیث، رجال، فقہ، اصول، کلام و ادب کے ماہر تھے۔ تمام فضائل آپ سے منسوب ہیں۔ آپ نے جملہ فنون اسلام پر کتابیں لکھیں ہیں اور اصول و فروع کے عقائد کو مہذب کیا اور علم و عمل میں ایک کمالیتِ نفس کے جامع تھے۔

۹۔ فضلہ وجلالتہ اشہر من ان یحتاج الی البیان○ (۳)

ان کی فضیلت محتاج بیان نہیں ہے۔

۱۰۔ شیخ الطائفۃ المحقۃ ورئیس الملۃ الحقۃ اللہ انتہت رئاسۃ المذہب فی وقتہ اوذعن بفضلہ الخاص والعام والمخالف والمؤلف○

آپ ملتِ حق کے شیخ الطائفہ تھے اور آپ کے دور میں ریاست مذہب ان کی

1۔ ابن الاثیر فی الکامل 18 حوادث سنہ 480
2۔ العلامہ فی الرجال 73
3۔ المجلس فی الوجیزۃ 163

ختم ہوتی تھی اور عام و خاص، موافق اور مخالف سب آپ کی فضیلت کے قائل تھے۔ (۱)

۱۱۔ امام وقتہ و شیخ عصرہ و رئیس ھذہ الطائفۃ عمدتھا بل رئیس العلما کانتہ فی وقتہ حالہ وجلالہ اوضح من ان یوضح اعترف بفضلہ و غزارۃ علمہ وعلا شانہ الخاصۃ و العامۃ" (۲)

شیخ طوسیؒ امام وقت، شیخ دوراں اور اس گروہ کے سربراہ بلکہ اپنے دور کے جملہ علماء کے رئیس تھے۔ آپ کی جلالت محتاج وضاحت نہیں ہے۔ مجلہ علمائے خاصہ و عامہ نے آپ کی فضیلت، وسعتِ علم اور آپ کی بلندی مرتبت کا اعتراف کیا ہے۔

۱۲۔ شیخ الطائفۃ المحقۃ ورافع اعلام الشریعۃ الحقۃ امام الفرقۃ بعد الائمۃ المعصومین علیہم السلام و عماد الشیعۃ الامامیہ فی کل مایتعلق بالمذھب والدین، محقق الاوصل والفروع و مہذب فنون العقول والمعموع○ شیخ الطائفتہ علی الاطارق ورئیسھا الذی تلوی الیہ الاعناق صنف فی جمیع علوم الاسلام وکان القدرۃ فی ذلک والامام و اما الفقہ فہو خریت ھذہ العاعقہ والملقی الیہ زمام الانقیا دو الطلعقہ و کل من تاخر عنہ من الفقہا والاعیان فقد لفقہ علی کتب اوستفاد منہ فہاینہ اربعہ وفستھی طلبہ"

آپ مذہب حق کے بزرگ اور شریعت حق کے پرچم بلند کرنے والے اور آئمہ معصومین علیہم السلام کے بعد فرقہ امامیہ کے رہبر تھے۔ آپ مذہب و دین سے تعلق رکھنے

1۔ رجال بحر العلوم
2۔ لؤلؤۃ البحرین معروف المحدث فی الاہداء

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

والے تمام امور میں شیخ امامیہ کے ستون تھے۔ آپ اصول و فروع کے محقق اور منقول و معقول کو مہذب کرنے والے تھے۔ آپ شیخ الطائفہ علی الاطلاق ہیں۔ آپ رئیس مذہب تھے جن کی طرف گردنیں اٹھتی تھیں۔ آپ نے جملہ علوم اسلام پر کتابیں لکھیں تھیں۔ آپ علم فقہ کے عظیم عالم اور ماہر تھے۔ آپ کے بعد جتنے بھی علماء پیدا ہوئے وہ سب کے سب آپ کے خوانِ علمی کے خوشہ چین تھے۔

۱۳۔ الطوسی ابو جعفر کان من اعظم علماء الشیعة یلقبونه "شیخ الطائفه" (۲)

ابو جعفر طوسی مذہب شیعہ کے عظیم علماء میں سے تھے اور شیعہ انھیں شیخ الطائفہ کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔

شیخ طوسیؒ اور شیخ الطائفہ

ایران کا صوبہ طوس مردم خیز سرزمین ہے۔ اس سرزمین میں علماء، فضلاء، سلاطین، سپہ سالاروں نے جنم لیا لیکن "طوسی" کا لفظ شیخ طوسی کے لیے مخصوص ہوگیا۔

معلوم ہوتا ہے کہ تاریخ طوس میں ان سے بڑھ کر کسی شخصیت نے جنم نہیں لیا تھا اسی لیے جب بھی شیخ طوسیؒ کا لفظ بولا جاتا ہے تو اذہان میں فقط ایک ہی آسمان قامت شخصیت کا تصور ابھرتا ہے۔ علمائے امامیہ میں بے نظیر اور بلند قامت علماء پیدا ہوئے لیکن شیخ

الطائفہ کا لقب صرف شیخ طوسی کو ہی ملا۔ جس مذہب میں شیخ صدوقؒ، شیخ مفیدؒ، علامہ حلی، علامہ مجلسیؒ اور شیخ انصاری جیسے بلند پایہ علماء موجود ہوں اور اس کے باوجود شیخ الطائفہ کا لقب شیخ طوسی سے مخصوص ہونا ان کی بلندی کی دلیل ہے۔

کتب اربعہ میں شیخ طوسیؒ کی دو کتابیں شامل ہیں

جس طرح سے سنی مذہب کی بنیادی کتابیں چھ ہیں اور انھیں صحاح ستہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اسی طرح سے فقہی استنباط کے لیے مذہب شیعہ کی چار کتابوں کو اہم مقام حاصل ہے اور ان کتابوں کو کتب اربعہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور وہ کتابیں حسب ذیل ہیں:

۱۔ محمد الاسلام شیخ کلینیؒ کی کتاب "الکافی"

۲۔ شیخ صدوقؒ کی کتاب "من لا یحضرہ الفقیہ"

۳۔ شیخ طوسیؒ کی کتابیں "تہذیب الاحکام اور استبصار"

ان چار کتابوں کو علمائے شیعہ میں وہی مقام حاصل ہے جو علمائے اہل سنت میں صحاح ستہ کو حاصل ہے۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ مذکورہ چار کتابوں میں شیخ الطائفہ کی بیک وقت دو کتابیں شامل ہیں۔ یقیناً یہ اللہ کا شیخ طوسیؒ پر خصوصی احسان ہے۔

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

شیخ طوسیؒ کی تالیفات

ذیل میں ہم شیخ طوسی رحمۃ اللہ کی کتابوں کا سرسری تذکرہ کرتے ہیں۔ کتابوں کی علمی قدر و قیمت پر بحث نہیں کریں گے۔

۱۔ کتاب الرجال: اسے الابواب بھی کہا جاتا ہے۔ اس میں اصحاب، رسولؐ اور اصحاب معصومین میں سے 8900 افراد کی اسم گرامی پائی جاتی ہے۔

۲۔ اختیار الرجال ۔۔۔ تہذیب رجال کشی۔

۳۔ فہرست طوسی: اس میں 900 افراد کے احوال بیان کیے گئے ہیں۔

۴۔ تہذیب الاحکام: کتب اربعہ میں یہ کتاب شامل ہے۔ یہ کتاب، کتاب الطہارت سے لے کر کتاب الدیات تک پھیلی ہوئی ہے۔ مجموعی طور پر اس میں 23 کتابیں ہیں۔ اس کتاب کو شیخؒ نے الاستبصار سے پہلے لکھا تھا۔ اس میں شیخ مفید کی کتاب المقنعہ کی شرح ہے۔ یہ کتاب دس جلدوں پر مشتمل ہے۔

۵۔ الاستبصار فی ما اختلف من الاخبار: یہ کتاب اربعہ کی مشہور کتاب ہے۔ اس میں شیخ نے اختلافی احادیث کو یکجا کیا پھر ان میں تطبیق ثابت کرنے کی کوشش کی یہ کتاب چار جلدوں پر مشتمل ہے۔

۶۔ الخلاف فی الاحکام: یہ کتاب تہذیب اور استبصار کے بعد لکھی گئی۔ اس میں اختلافی مسائل میں مخالفین کی تردید کی گئی۔

۷۔ الجمل والعقود فی العبادات

۸۔ النہایۃ فی مجرد الفقہ والفتاویٰ۔ بحر العلوم فرماتے ہیں کہ شیخ کی پہلی کتاب النہایہ

ہے اور آخری کتاب المبسوط ہے

۹۔ المبسوط فی الفقہ: یہ کتاب آپ نے زندگی کے آخری ایام میں لکھی تھی۔

۱۰۔ الاقتصاد الھادی الی طریق الرشاد: اس میں اصول عقائد اور شرعی عبادات کا ذکر کیا گیا۔ آیت اللہ الحکیم کے کتب خانے میں اس کا قلمی نسخہ موجود ہے۔

۱۱۔ الایجاز فی الفرائض: قلمی نسخہ

۱۲۔ امالی: اسے مجالس طوسی بھی کہا جاتا ہے۔

۱۳۔ تفسیر تبیان: اس میں آپ نے علوم قرآن پر بحث کی اور یہ تفسیر کی مستند کتاب ہے۔ علامہ طبرسی نے مجمع البیان میں اس سے خوب استفادہ کیا ہے۔ یہ کتاب دس جلدوں پر مشتمل ہے۔

۱۴۔ المفصح فی الامامۃ: قلمی نسخہ: ملاحظہ فرمائیں۔ الذریعہ

۱۵۔ مصباح المتہجد: ادعیہ و زیارات کی بہترین کتاب ہے۔

۱۶۔ مختصر المصباح: قلمی نسخہ۔

۱۷۔ ہدایۃ المسترشد و بصیرۃ المتعبد: قلمی نسخہ بحوالہ الذریعہ۔

۱۸۔ مناسک الحج فی مجرد العمل۔

۱۹۔ مختصر اخبار المختار ثقفی۔

۲۰۔ مسائل فی تحریم الفقاع۔ خطیب بحوالہ الذریعہ آقائے بزرگ تہرانی

۲۱۔ مسائل فی وجوب الجزیۃ علی الیہود والمنتمین الی الجبابرۃ۔

۲۲۔ الخطب

۲۳۔ مسائل فی العمل بخبر الواحد و بیان حجیتہ۔

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

۲۴۔ مسائل الطبریہ ۔۔ خطبہ
۲۵۔ مقتل الحسین ۔۔ قلمی نسخہ
۲۶۔ ۔۔۔۔۔۔ ولیلۃ فی الرواجب والنوافل۔ قلمی نسخہ
۲۷۔ العدۃ فی اصول الفقہ بمبئی میں شائع ہوئی۔
۲۸۔ النقض علی ابن شاذان فی مسئلۃ الغار بحر العلوم نے اپنے رجال میں اس کا ذکر کیا ہے۔
۲۹۔ المسائل فی الفرق بین النبی والامام ۔ فی علم الکلام ۔۔ قلمی نسخہ
۳۰۔ ما یعلل و ما لا یعلل ۔ فی علم الکلام۔ قلمی نسخہ
۳۱۔ ما لا یسع المکلف الاخلال بہ فی علم الکلام ۔۔ قلمی نسخہ
۳۲۔ شرح الشرح فی الاصول ۔۔ قلمی نسخہ
۳۳۔ مقدمۃ فی المدخل الی علم الاصول۔
۳۴۔ ریاضۃ العقول۔
۳۵۔ تمہید الاصول (شرح جمل العلم والعمل سید مرتضیٰ) قلمی نسخہ
۳۶۔ اصول العقائد ۔ فی علم الکلام ۔۔ قلمی نسخہ
۳۷۔ انس الوحید
۳۸۔ مسائل ابن البراج
۳۹۔ المسائل الالیاسیہ فی الفقہ
۴۰۔ المسائل الحائریہ فی الفقہ
۴۱۔ المسائل الجنبلائیہ فی الفقہ

۴۲۔ المسائل الحلبیہ فی الفقہ
۴۳۔ المسائل الدمشقیہ فی تفسیر القرآن
۴۴۔ المسائل الرازیہ فی الوعید۔ یہ وہ مسائل ہیں جو کہ سید مرتضیٰ سے پوچھے گئے تھے اور شیخ طوسی نے ان کا جواب لکھا تھا۔
۴۵۔ المسائل الرجبیہ۔ قرآن کریم کی چند آیات کی تفسیر بحوالہ الذریعہ
۴۶۔ الغیبۃ فی غیبۃ الامام المنتظر۔ نجف سے طبع ہوئی ہے۔
نجف اشرف سے شائع شدہ نسخہ اس وقت ہمارے پیش نظر ہے اور اس کی تصحیح وتعلیق حجۃ الاسلام علی اکبر غفاری نے کی ہے۔
۴۷۔ تلخیص الشافی۔ سید مرتضیٰ علم الہدیٰ نے امامت کے عنوان پر الشافی نامی کتاب لکھی تھی اور شیخ الطائفہ نے اپنے استاد کی کتاب کی تلخیص کی تھی۔

شیخ طوسی کے مشائخ

کتاب فقہ میں آپ کے حسب ذیل پانچ اساتذہ کا تذکرہ تفصیل سے دکھائی دیتا ہے۔

۱۔ شیخ احمد بن محمد بن موسیٰ (ابن الصلت الاھوازی) 317-404
۲۔ شیخ احمد بن عبد الواحد بزاز (ابن الحاشر) 330-423
۳۔ شیخ ابو عبد اللہ الحسین ابن الغضائری 411
۴۔ شیخ ابو الحسین علی ابن احمد بن محمد قمی 408ھ کے بعد وفات

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

۵۔ شیخ الامہ معلم ابو محمد بن نعمان (شیخ مفید) 413ھ وفات ان کے علاوہ آپ کے دوسرے مشائخ بھی تھے اگرچہ آپ نے ان سے تھوڑی روایات نقل کی تھیں۔

ان کے اسماء حسب ذیل ہیں۔

۶۔	ابو حازم نیشاپوری	۷۔	ابو الحسن الصفار
۸۔	ابو الحسین بن سوار المغربی	۹۔	شیخ ابو طالب بن عزور
۱۰۔	قاضی ابو الطیب الطبری	۱۱۔	سرورہ کا بھائی ابو عبد اللہ
۱۲۔	ابو عبد اللہ بن فارسی	۱۳۔	ابو علی بن شاذان متکلم شیعہ
۱۴۔	ابو منصور السکری	۱۵۔	احمد بن ابراہیم قزوینی
۱۶۔	ابو العباس نجاشی صاحب رجال	۱۷۔	ابن حسکہ قمی
۱۸۔	شریف حسین بن احمد المحمدی	۱۹۔	حسین بن الحمانی البزاز
۲۰۔	ابو محمد بن قاسم عراقی	۲۱۔	ابو الحسین حسنش المستری
۲۲۔	ابو عبد اللہ بن خیاط قمی	۲۳۔	حسین بن موسیٰ تلعکبری
۲۴۔	عبد الحمید بن محمد نیشاپوری	۲۵۔	ابو عمرو عبد الواحد بن خشام
۲۶۔	ابو الحسن علی بن احمد الحمامی	۲۷۔	علم الہدیٰ سید مرتضیٰ
۲۸۔	ابو القاسم بن حبیل وکیل	۲۹۔	قاضی ابو القاسم تنوخی
۳۰۔	ابو الحسن بن بشران المعدل	۳۱۔	ابو الفتح ابن ابی حلقہ رئیس الرؤسا
۳۲۔	ابو زکریا محمد بن سلیمان الحرانی	۳۳۔	محمد بن سنان
۳۴۔	ابو عبد اللہ ابن حموی البصری	۳۵۔	محمد بن علی بن خشیش تمیمی
۳۶۔	ابو الحسن محمد بن مخلد بزاز	۳۷۔	سید ابو الفتح ہلال الحفار

شیخ طوسی کے تلامذہ۔

ہزاروں علماء نے آپ سے کسب فیض کیا تھا۔ مذہب شیعہ کے تین سو مجتہد آپ کے پاس پڑھتے تھے اور علمائے عامہ کی تعداد کا اندازہ نہیں ہے۔ آپ کے خوش نصیب تلامذہ میں سے ہم چند نام یہاں نقل کرتے ہیں۔

۱۔	شیخ فقیہ آدم بن یونس نسفی	۲۔	شیخ احمد بن حسین نیشاپوری
۳۔	شیخ اسحاق بن بابویہ قمی	۴۔	شیخ ابو ابراہیم اسماعیل قمی
۵۔	شیخ ابو الخیر برکت الاسدی	۶۔	شیخ ابو الصلاح تقی الدین حلبی
۷۔	شیخ جعفر بن علی الحسینی	۸۔	شیخ شمس الاسلام قمی
۹۔	شیخ ابو محمد صہبانی المعدل	۱۰۔	شیخ ابو علی ابن شیخ الطائفہ
۱۱۔	الشیخ الامام موفق الدین جرجانی	۱۲۔	الشیخ الامام محی الدین الحمدانی
۱۳۔	سید عماد الدین مروزی	۱۴۔	السید الفقیہ ابن علی الحسینی
۱۵۔	السید زین الدین الداعی الحسینی	۱۶۔	شیخ فقیہ سلیمان صہرشتی
۱۷۔	شیخ محدث شہر آشوب السروی	۱۸۔	شیخ فقیہ صاعد بن ربیعہ
۱۹۔	شیخ عبد الجبار المقری	۲۰۔	شیخ فقیہ (ابن البراج)
۲۱۔	شیخ فقیہ ابو عبد اللہ الحسینی	۲۲۔	شیخ فقیہ موفق الدین قمی
۲۳۔	شیخ فقیہ علی بن عبد الصمد	۲۴۔	الامیر الفقیہ غازی بن ابی منصور
۲۵۔	شیخ فقیہ بن عمر الفارسی	۲۶۔	الشیخ الامام جمال الدین طبری

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

۲۷۔ شیخ فقیہ محمد بن احمد خازن
۲۸۔ شیخ محمد بن حسن القتال
۲۹۔ شیخ فقیہ ابوالصلت
۳۰۔ شیخ ابوالفتح کراجکی
۳۱۔ شیخ ابوجعفر الحلبی
۳۲۔ الشیخ الفقیہ ابوعبداللہ طرابلسی
۳۳۔ سید صدر الاشراف مدرسہ سید مرتضیٰ
۳۴۔ سید فقیہ ابن ابی زید جرجانی
۳۵۔ فقیہ وزیر منصور بن حسن
۳۶۔ السید الفقیہ محدث ابوابراہیم

مؤرخین نے ہمیں شیخ کے ان تلامذہ کا تعارف کرایا ہے۔

سرسری جائزہ

ان کے علاوہ دسیوں تلامذہ ایسے بھی تھے جن کا ذکر ارباب تاریخ نے نہیں کیا، اگر ہم شیخ الطائفہ کی زندگی کو مختلف ادوار میں تقسیم کریں تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں:

پہلا مرحلہ: 408-385ھ تک کا عرصہ ولادت ہوئی اور طوس کے مشہور علماء سے تعلیم حاصل کی۔

دوسرا مرحلہ: 413-408ھ تک کا عرصہ آپ نے اپنے دوسرے استاد علم الھدیٰ اور بغداد میں مذہب شیعہ کے ستون سید مرتضیٰ کے پاس بسر کیا۔ اس دوران آپ نے اپنے استاد محترم کی بہت سی ذمہ داریوں میں بھی ہاتھ بٹایا۔

تیسرا مرحلہ: 448-436ھ تک کا عرصہ جو کہ سید مرتضیٰ کی وفات سے شروع ہوا۔ اس عرصہ میں آپ زعامت مذہب کے فرائض سرانجام دیے۔

چوتھا مرحلہ: 460-448ھ تک کا عرصہ اس میں فتنہ بغداد کے بعد آپ نے نجف اشرف میں قیام کیا اور یہاں پہنچ کر مذہب اہل بیت کا حوزہ علمیہ قائم کیا جو خدا کے فضل سے آج تک قائم ودائم ہے۔ اس حوزہ علمیہ کی عمر ایک ہزار

سال ہو چکی ہے اور اس سے لاکھوں علماء پیدا ہوئے۔ یہ سب شیخ طوسی کے اخلاص کا ثمرہ ہے اور ان کا علمی صدقہ جاریہ ہے۔

پھر 460ھ میں آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا اور آپ کو جوار امیرالمومنین علیہ السلام میں دفن کیا گیا۔

سلام علیه یوم ولد و یوم مات و یوم یبعث حیا

واخر دعوانا ان الحمد الله رب العالمین

حررہ احقر عباد اسر: محمد حسن جعفری اعاذہ اللہ من شرور نفسه ومن حدثان زمانه

نوٹ: اس جامع مضمون کے لیے ہم نے زیادہ تر مطالب کا سید حسن آل بحر العلوم سے استفادہ کیا ہے اور اس میں اپنے چند نظریات کو بھی شامل کیا ہے۔

☆☆☆

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ مؤلف

الحمدللہ الذی ھدانا الحمدہ وجعلنا من اھلہ ووفقنا للتمسات بدینہ والانقیاء لسبلہ و لم یجعلنا من الجاحدین لنعمۃ المنکرین لطولہ وفضلہ ومن الذین "استحوذ علیھم الشیطان فانساھم ذکر اللہ اولائک حزب الشیطان الا ان احزب الشیطان ھم الخاسرون" (مجادلہ /19)

وصلی اللہ علی سید الانبیائہ وخاتم اصفیائہ محمد و علی آلہ السطین النجوم الزاھرۃ والاعلام الظاھرتہ○

الذین نتمسک بولایتھم ونتعلق بحری جھلھم ونرجوا الفوز بالتمسک بھم وسلم تسلیما"○

اما بعد:

شیخ جلیل (اطال اللہ بقاۂ) نے امام صاحب الزماں عجل اللہ فرجہ کے متعلق جو سوالات دریافت کیے ہیں میں ان کا جواب دینا چاہتا ہوں۔ (۱)

شیخ نے مجھ سے حضرت صاحب الزمان (عج) کی غیبت کے بارے دریافت کیا ہے کہ سبب غیبت کیا ہے اور وہ کون سے علل ہیں جن کی وجہ سے امام نے غیبت کو اختیار کیا اور ان کی غیبت طویل ہوگئی اور طویل عرصے سے پس پردہ ہیں جب کہ دنیا کو ان کی سخت ضرورت ہے۔

ہر جگہ ہرج ومرج پھیلا ہوا ہے اور روئے زمین پر فساد بڑھ چکا ہے اور بحر و بر میں

۱۔ پوری گفتگو کے بعد بھی ہم اس "شیخ جلیل" کے متعلق پتہ نہ چلا سکے کہ وہ کون تھے۔

پھیل چکا ہے اس کے باوجود امام علیہ السلام ظاہر کیوں نہیں ہو رہے اور ان کے ظہور میں کیا چیز مانع ہے اور غیبت کی ضرورت کیوں ہے؟

الغرض مذکورہ بالا سوالات اور مخالفین اور معاندین کے دوسرے تمام اعتراضات کے ہم جواب دیں گے۔

میں شیخ کے سوالات کا جواب دوں گا اور ان کے فرمان کی تعمیل کروں گا اگرچہ ہمارے پاس وقت کی تنگی ہے اور مشاغل کی کثرت اور رکاوٹوں کی بہتات ہے۔ مذکورہ سوالات کا جواب ایسے جملوں سے دیں گے جن سے شکوک کا ازالہ ہوگا اور شبہات کا خاتمہ ہوگا۔ میں تھکا دینے والی طویل گفتگو سے بھی گریز کروں گا کیوں کہ امامت کے عنوان پر ہم نے اور ہمارے شیوخ نے تفصیلی کتابیں لکھی ہیں۔ اس رسالہ میں ہم اس عنوان کے متعلق پوچھے گئے مختلف سوالات کے ہی جواب دیں گے اور اس کے ساتھ اپنے بیان کی تائید کے لیے احادیث بھی پیش کریں گے تاکہ اس سے مزید تاکید ہو سکے اور روایات سے تمسک رکھنے والوں پر حجت تمام ہو سکے۔

ہم سمجھتے ہیں کہ انسانوں میں ایسے لوگوں کی کثرت ہے جو اس مضمون سے متعلقہ کلام لطیف کو نہیں سمجھتے۔ ہم فریقین کے لیے ایک راستہ مقرر کریں گے جسے ہم نے منتخب کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ہم امداد کے طلب گار ہیں۔

ھو حسبی ونعم الوکیل

☆☆☆

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

فصل: غیبت کے متعلق گفتگو

واضح رہے کہ صاحب الزماں علیہ السلام کی غیبت کے عنوان پر گفتگو کے لیے ہمارے پاس دو طریقے ہیں:

پہلا طریقہ یہ ہے کہ ہم یہ کہیں:۔

جب ہر حال میں امامت کا وجوب ثابت ہے اور مخلوق بجز معصوم ہے اس لیے ہر زمانہ میں ایک رئیس کا ہونا ضروری ہے اور رئیس بھی وہ ہونا چاہیے جس کی عصمت یقینی ہو۔ تو ایسا رئیس یا تو ظاہر اور معلوم ہوگا یا پھر غائب و مستور ہوگا (ہم جانتے ہیں کے جن کے لیے امامت کا دعویٰ کیا جاتا ہے) کے لیے امامت کا دعویٰ کیا جاتا ہے جس میں ان کی عصمت یقینی نہیں ہے۔ اس کے برعکس ان کے افعال وحکایات کا جائزہ لیا جائے تو ان کا غیر معصوم ہونا واضح ہو جاتا ہے۔ اس سے ہم اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ جس ذات کی عصمت یقینی ہے وہ پردہ غیبت میں ہے اور ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ کیسانیہ، ناووسیہ، فطحیہ اور واقفیہ وغیرہم جن شخصیات کی غیبت کا ذکر کرتے ہیں ان کی غیبت ثابت ہی نہیں ہے اور ان فرقوں کی طرف سے غیبت کا دعویٰ محض جھوٹ پرمبنی ہے۔

اس سے ہمیں حجت ابن الحسن علیہ السلام کی امامت کا یقین ہو جاتا ہے اور ان کی صحت غیبت اور اس کی ولایت کے درست ہونے کا قطعی علم ہو جاتا ہے اور حق اس امت سے باہر نہیں ہو سکتا۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ہم یہ کہتے ہیں کہ حضرت حجت بن الحسن علیہ السلام کی غیبت ان کے اثبات امامت کی فرع ہے۔ اب ہمارے مخالفین کو چاہیے کہ پہلے وہ ان کی

امامت کا اقرار کریں پھر ہم سے ان کی غیبت کے اسباب کا سوال کریں تو ہم جواب کے پابند ہوں گے۔

اور جو شخص حضرت حجتؑ کی امامت کا معتقد ہی نہ ہو تو اسے یہ حق حاصل نہیں ہے کہ جس ذات کی امامت ہی اس کی نظر میں ثابت نہیں، وہ اس کی غیبت کے متعلق سوال کرے۔

اور جب ہم سے حضرت کی امامت کے متعلق پوچھا جائے تو ہم یہ کہیں گے کہ ادلہ قاہرہ سے یہ ثابت ہے کہ ہر غیر معصوم تمام احوال وادوار میں احکام شریعت کا مکلف ہے اور یہ بات بھی ثابت ہے کہ امام وہ ہو سکتا ہے جس کی عصمت یقینی ہو اور ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ حق امت سے باہر نہیں ہوگا اور جب یہ بات ثابت ہو گئی تو پھر ہم یہ دیکھتے ہیں کہ امام کے متعلق امت میں چند اقوال پائے جاتے ہیں۔ کچھ لوگ وہ ہیں کہ کوئی امام نہیں ہے۔ اس کا قول وجوب امامت کے نظریہ کے تحت باطل متصور ہوگا۔ کچھ لوگ ایسے افراد کی امامت کے دعویدار ہیں جن کی عصمت غیر یقینی ہے۔ عصمت امام کے ہمارے پیش کردہ نظریہ کے تحت ان کا قول بھی باطل متصور ہوگا۔

اور اگر کوئی اپنے خود ساختہ امام کے لیے عصمت کا دعویٰ کرے تو خود اس کے امام کی زندگی کے اقوال وافعال سے عصمت کی تردید ہوتی ہے۔ اس صورت میں ان لوگوں کا قول بھی باطل قرار پائے گا۔

اور اگر کیسانیہ محمد بن حنفیہ کو امام مانتے ہیں اور ناووسیہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی امامت کے قائل ہیں اور ان کی زندگی کے بھی قائل ہیں۔ اسی طرح سے واقفیہ فرقہ کے افراد یہ کہتے ہیں کہ امام موسیٰ کاظم زندہ ہیں اور ان کی وفات ہی نہیں ہوئی تو ان کے نظریات

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

یہ چند وجوہ باطل ہیں جن کو ہم عنقریب بیان کریں گے۔

دونوں طریقوں سے ان فرقوں کے نظریات باطل ثابت ہوتے ہیں اس لیے وہ تین اصولوں کے اثبات کے ضرورت مند ہوں گے جن کا ہم ذکر کریں گے۔

سب سے پہلا اصول یہ ہے کہ حکومت و ریاست کا قیام واجب ہے۔

امت اور امام امت وہ ہو سکتا ہے جس کی عصمت یقینی ہو کیوں کہ حق امت سے باہر نہیں ہے۔

ہم تمام اصولوں کو اختصار سے واضح کریں گے۔ ان اقوال کی تفصیل تو کہیں لکھی ہوئی میری کتابوں میں موجود ہے جب کہ۔۔۔۔۔ اس رسالہ کا تعلق صرف مسئلہ غیبت سے ہے۔ **واللہ الموفق و الھادی**

وجوبِ حکومت وریاست کی دلیل

وجوب ریاست کی دلیل یہ ہے کہ اباحثِ عقلیہ کے تحت قیام ریاست "لطف" ہے۔ (۱)

لہٰذا یہ واجب ہے اور اس کا وجوب اس معرفت کی طرح سے ضروری ہے جس سے کسی مکلف کو استثناء حاصل نہیں ہے اور کیا یہ ایک حقیقت نہیں ہے کہ جب حکمران غیر معصوم ہے اور وہ جرائم کو کنٹرول نہ کر سکے اور طاقت ور کے ہاتھ کو نہ روک سکے اور کمزور کو طاقت ور کے ہاتھوں سے نہ بچا سکے تو معاشرہ میں خلل واقع ہوگا اور پوری سوسائٹی بگاڑ میں

۱۔ علم کلام کی اصطلاح میں "لطف" اس چیز کو کہا جاتا ہے جو بندہ کو اطاعت کے قریب کرے اور معصیت سے دور کرے۔

مبتلا ہو جائے گی۔

اور اگر خوش نصیبی سے کسی ملک اور معاشرہ کو معصوم حاکم میسر ہے تو معاشرے میں شر کی قوتوں کو شکست ہوگی اور خیر کی قوتیں طاقت ور ہوں گی اور معاشرے میں بہتری پیدا ہوگی۔ معاشرتی بگاڑ صفر پر آ جائے گا۔

اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ اس میں کسی شک کی گنجائش نہیں ہے اور ہر دانش مند اس بات سے اتفاق کرتا ہے اور اگر کوئی احمق اور ضدی اس کا انکار کرے تو اس سے بحث ہی بے سود ہے۔ ہم نے اپنی کتاب "تلخیص الشافی" میں اس عنوان پر اٹھنے والے سوالات کا تفصیلی جواب دیا ہے اس لیے یہاں اسے دہرانا پسند نہیں کرتے۔

متاخرین میں سے میں نے ایک شخص کے اعتراضات کو دیکھا جو اس نے اپنے تئیں مسئلہ غیبت کے متعلق سید مرتضیٰ کے نظریے پر وارد کیے ہیں اور اس نے ملمع گری سے حق سے ناواقف افراد کو یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ اس کے اعتراض وزنی ہیں لیکن ہم اس کی تردید کرتے ہیں۔

چنانچہ معترض نے کہا ہمیں تین وجوہات کی بنا پر غیبت پر اشکال ہے۔

پہلی وجہ یہ ہے کہ غیبت میں قباحت پائی جاتی ہے لہٰذا امامیہ کو چاہیے کہ وہ یہ ثابت کریں کہ غیبت میں کوئی قباحت نہیں ہے اور جب غیبت میں قباحت ہے تو بذات خود غیبت بھی قبیح ہے اور اگر غیبت میں کوئی اچھی وجہ ہے کہ پھر یہ اچھی وجہ ایسی ہی ہے جیسا کہ تکلیف مالایطاق قبیح ہے مگر اس کو بھی اچھا کہا جائے۔ اس میں وجہ قباحت پائی جاتی ہے اگرچہ "لطفاً لغیرہ" کی وجہ سے اس میں اچھی وجہ موجود ہے۔

(۲) امامیہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ہر زمان میں امامت واجب اور ضروری ہے اور یہ کہتے

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

ہیں کہ ملک و معاشرہ کی اصلاح کے لیے ایک ایسے سربراہ کی ضرورت ہے جو معصوم ہو اور معاشرے کو کنٹرول کرے۔ اگر امام معصوم نہ ہو تو معاشرہ بگاڑ اور ہرج و مرج میں مبتلا ہو جائے گا۔

امامیہ کے اس عقیدے سے ہی ان کا عقیدۂ غیبت باطل ہو جاتا ہے کیونکہ عصر حاضر میں کوئی معصوم سربراہ موجود نہیں ہے اگر کہا جائے کہ موجود ہے تو پھر غیبت کی صورت میں اس کا وجود اور عدم وجود دونوں یکساں ہیں لہٰذا غیبت کا عقیدہ باطل ہے۔

(۳) امامت کا فائدہ بقول امامیہ یہ ہے کہ امام معاشرے کو قباحت سے پاک رکھتا ہے اگر امام غائب ہو تو یہ فائدہ حاصل نہیں ہوگا اور اس صورت میں امام ہونا یا نہ ہونا برابر قرار پائے گا۔

جب غیبت کی وجہ سے امام کا وجود بے فائدہ ہے تو پھر وجود امام پر اصرار کیوں ہے؟ امام کے پاس حق تصرف ہونا ضروری ہے اور وہ تصرف نہ رکھ سکتا ہو تو اس کا فائدہ ہی نہیں ہے۔ اور اگر خیر سے امام ہی غیبت میں ہو اور وہ تصرف سے بھی محروم ہو تو ایسے امام کا کیا فائدہ ہے؟

ناقد کے مندرجہ بالا سوالوں کا بالترتیب جواب یہ ہے:

۱۔ پہلا اعتراض یہ کیا گیا کہ ہم امامیہ سے یہ بات تسلیم کراتے ہیں کہ غیبت میں قباحت ہے لہٰذا اس سے حجت کا قیام ممکن نہیں ہے۔

معترض نے یہاں محض دعویٰ کیا ہے کہ غیبت میں قباحت ہے جب کہ اس کا حق یہ تھا کہ وہ قباحت کی وجہ بھی بیان کرتا تا کہ ہم بھی اس وجہ پر غور و فکر کرتے لیکن معترض کو اس کی وجہ بیان کرنے کی توفیق حاصل نہیں ہوئی۔

اگر معترض پھر بھی کہے کہ آپ امامیہ کو غیبت میں وجہ قباحت کیوں دکھائی نہیں دیتی؟

اس کے جواب میں ہم یہ کہیں گے کہ قباحت کے وجوہ ہوتے ہیں اور ان وجوہات میں ظلم، بے فائدہ ہونا، جھوٹ، خرابی اور جہالت شامل ہیں جب کہ یہاں کوئی بھی ایسی خرابی موجود نہیں ہے اس سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ یہاں وجوہ قبح منتفی ہے۔

اگر اعتراض کیا جائے کہ آپ حضرات یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ امام کا متصرف امور ہونا لطف ہے تا کہ لوگ اس کی سزا اس سے خوفزدہ ہو کر برائی کا ارتکاب نہ کریں پھر جب لطف مکلف ہی حاصل نہ ہو تو پھر یہ قبیح قرار پائے گی۔

اس کے جواب میں ہم یہ کہتے ہیں کہ ہم وجوب ریاست کے باب میں اس امر کی طرف اشارہ کر چکے ہیں کہ امام کا حق تصرف اور اس کی تادیب خوف کا سبب امام نہیں ہے بلکہ خود مکلفین ہی ہیں کیونکہ امت نے ہی امام کو پردہ غیبت میں جانے پر مجبور کیا ہے اور یہ تو ایسی ہی بات ہے کوئی یہ کہے جسے معرفت الٰہی حاصل نہیں ہوئی تو اس کی تکلیف میں وجہ قباحت پائی جاتی ہے کیونکہ وہ معرفت الٰہی کے لطف سے محروم ہے اس کے لیے تکلیف معرفت قبیح ہے!!

جب کہ حقیقت تو یہ ہے کہ جو بھی کفر اختیار کرتا ہے وہ اپنی رضا اور رغبت سے ہی کفر اختیار کرتا ہے اس میں خدا پر کوئی دوش نہیں ہے کیونکہ اس نے تو اپنی معرفت کے دلائل مقرر کر دیے ہیں اور مقام معرفت کی رسائی کو بھی سہل بنایا ہے۔ اگر اس کے باوجود کوئی ان دلائل پر توجہ ہی نہ دے اور نتیجہ میں معرفت سے محروم رہے تو اس میں خود اس کا اپنا قصور ہے اس کے لیے تکلیف قبیح نہیں ہوگی۔

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

اسی مثال کو بنیاد بنا کر ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر امام کی خود مختاری دکھائی نہیں دیتی تو یہ خود مکلف کا ہی کیا دھرا ہے۔ اگر مکلف امام کی حکومت کو تسلیم کر کے اس کی اطاعت کرتا تو امام کو بھی خود اختیاری حاصل ہوتی اور نتیجہ میں لطف بھی حاصل ہوتا اسی لیے مکلف اس سے بری الذمہ نہیں ہے۔ اس چیز کی ذمہ داری مکلف پر عائد ہوتی ہے اور جہاں تک دوسرے اعتراض کا تعلق ہے تو وہ سراسر مغالطہ پر مبنی ہے۔ اس اعتراض میں جان بوجھ کر معترض نے مغالطہ سے کام لیا ہے کیونکہ معترض ان باتوں کو سمجھتا تھا۔ (۱)

اس نے جان بوجھ کر ملمع کاری اور مغالطے سے کام لیا اور یہ کہا کہ وجوب ریاست کی دلیل غیبت کی وجہ سے ٹوٹ جاتی ہے کیونکہ امامیہ کی دلیل یہ ہے کہ ایک بارعب اور صاحب تصرف رئیس کا وجود لوگوں کو قبائح سے دور رکھتا ہے اور اس کا وجود لطف ہے اور زمانِ غیبت کی وجہ سے تکلیف کو قبیح ہونا چاہیے تھا اب جب کہ امام کی عدم موجودگی کے باوجود تکلیف میں قباحت نہیں آتی تو اس کا مقصد یہ ہے کہ دلیل موجود ہے اور مدلول موجود نہیں ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ معترض نے ملمع کاری کی ہے کیونکہ وہ یہ سمجھتا تھا کہ ہم یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ حالتِ غیبت میں دلیل امامت قائم ہے اور عام طور پر امام موجود نہیں لہٰذا یہ نقص ہے۔ جب کہ ہم یہ نہیں کہتے۔ وجود امام کے وقت ہماری جو دلیل ہے وہی حالتِ غیبت میں بھی ہماری دلیل ہے۔ دونوں حالتوں میں امام کا وجود لطف ہے۔

ہم نے یہ کبھی نہیں کہا کہ زمانہ غیبت وجوبِ رئیس سے خالی ہے۔ اس کی بجائے ہم یہ کہتے ہیں کہ رئیس موجود ہے اور اگرچہ غیر متصرف ہے تو اس کی وجہ خود مکلف ہیں۔ ایسا نہیں کہ اس کا تصرف اس کے لطف سے خارج ہو جاتا ہے بلکہ لطف کا سبب بھی قائم ہے۔

۱۔ یہ معترض کون تھا اس کا ہمیں علم نہیں ہو سکا۔

یہ اعتراض بعینہ اس اعتراض کی مانند ہے کہ کوئی یہ کہے:

معرفتِ خدا لطف کیسے ہو سکتی ہے جب کہ کافر اللہ کی معرفت نہیں رکھتا۔ اب اگر کافر پر تکلیف قائم ہے جب کہ معرفت غیر موجود ہے لہٰذا اس سے یہ ثابت ہوا کہ معرفت کسی بھی حال میں لطف نہیں ہے۔ اگر یہ لطف ہوتی تو نقض لازم آتا۔

ہمارا بادل والا جواب ان کے جواب معرفت کی مانند ہے کہ کافر پر معرفت کا لطف قائم ہے اگر وہ معرفت سے محروم ہے تو یہ سارا اسی کا اپنا ہی کیا دھرا ہے لہٰذا اس کے لیے لطف قبیح نہیں۔

اسی طرح اب ہم بھی یہ کہتے ہیں کہ ریاست وحکومت مکلف کے لیے حالتِ غیبت میں بھی لطف ہے اور اس کے لیے خدا نے جو اہتمام کرنا تھا اس نے کر دیا اب اگر امام غیر متصرف ہے اور اختیارات سے عاری ہے تو اس کی ذمہ داری مکلفین پر عائد ہوتی ہے لہٰذا دونوں باتیں یکساں قرار پائیں گی۔

اس سلسلہ کا تیسرا اعتراض یہ ہے کہ امامت کا فائدہ یہ ہے کہ تمہارے بقول وہ قبیح سے دور ہے اور غیبت کی وجہ سے وہ مقصود حاصل ہی نہیں ہوا اور اس کے وجود اور عدم میں کوئی نمایاں فرق نہیں ہے اور تمہاری حاصل غیبت کے ساتھ قائم نہیں رہ سکتی لہٰذا غیبت امام کے مختار اور متصرف ہونے سے مانع ہے۔ ہم یہ بھی جانتے ہے کہ حاکم کا مقرر کرنا واجب شرعی ہے کیونکہ اس کے تقرر میں لطف مضمر ہے اور امام ان ذمہ داریوں کو ادا کرتا ہے جو دوسرے نہیں کر سکتے مگر اس کے باوجود اہل حل وعقد میں استحقاق امامت رکھنے والے کے چناؤ کا حق حاصل نہیں ہے۔ ہمارے اور ان کے درمیان صرف فرق یہی ہے کہ ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ عقلی تقاضا ہے اور دوسرے کہتے ہیں کہ یہ شرعی تقاضا ہے۔

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

اب اگر یہ کہا جائے کہ ارباب بست وکشاد کو امام کے چناؤ کا اختیار نہیں ہے تو اللہ اس کے عوض اور لطف فرماتا ہے جس سے اسقاط تکلیف واجب نہیں ہوتا اور شیوخ نے یہ بھی کہا ہے کہ شریعت میں نصب امام دنیاوی مصالح کے تحت واجب ہے اور اس کے لیے لطف غیر واجب ہے۔

اس کے جواب میں ہم یہ کہتے ہیں کہ دنیاوی مصالح کی خاطر امام کے تعین کا نظریہ درست نہیں ہے کیونکہ اگر ایسا ہے تو پھر اس کی امامت واجب ہی نہ ہوگی کیونکہ دین کو دنیا سے علیحدہ نہیں کیا جا سکتا۔ امام جہاد کا اعلان کرتا ہے اور حکام کا تقرر کرتا ہے اور قاضیوں کو نصب کرتا ہے اور بیت المال کا نظام قائم کرتا ہے اور حدود و دیات کو قائم کرتا ہے۔ ان امور کا تعلق دین سے ہے اور ان کا ترک بھی جائز نہیں ہے۔ اگر امام کا تقرر صرف دنیاوی مصلحت کے تحت ہوتا تو اس کا تقرر واجب ہی نہ ہوتا۔

اس سلسلہ میں یہ کہنا کہ "اللہ اس کا متبادل انتظام کر دے گا" یہ قول صحیح نہیں ہے کیونکہ اگر معاملہ ایسا ہی ہوتا تو کسی بھی طرح نصب امام ضروری نہ ہوتا اور اس کا تعلق باب تخییر سے قرار پاتا جیسا کہ فرض کفایہ میں ہوتا ہے لیکن تعیین امام کا وجوب اس نظریہ کی تردید کی زندہ دلیل ہے۔

بہر نوع دونوں صورتوں میں معرفت لازم ہے اور یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اگر کافر معرفت سے محروم رہے تو پھر اللہ اس کے متبادل کچھ اور سامان کر دے گا لہٰذا ہر حالت میں معرفت واجب نہیں ہے یا پھر یہ کہا جائے کہ ظلم کو دیکھ کر انسانی طبیعت میں جو نفرت اور گھٹن پیدا ہوتی ہے تو یہ دنیاوی معاملہ ہے اس کے لیے معرفت ضروری نہیں ہے، اس سے وجوب معرفت کا اسقاط واجب ہوتی ہے۔

اور اگر اس کے باوجود یہ کہا جائے معرفت کا کوئی متبادل نہیں ہے تو ہم بھی کہیں گے کہ امام کا بھی کوئی متبادل نہیں ہے۔

ہم نے تلخیص الشافی میں اس پر سیر حاصل بحث کی ہے اور اگر اس مقام پر یہ کہا جائے کہ فعل قبیح سے نفرت معرفت کی موجودگی میں دین امر ہے تو ہم بھی وجود امام کے متعلق یہی موقف اختیار کریں گے۔

اگر یہ کہا جائے کہ صاحب تصرف رئیس کا وجود یا تو پورے کا پورا اللہ پر واجب ہے یا پورے کا پورا ہم یعنی امت پر واجب ہے یا پھر اللہ پر اس کی ایجاد واجب ہے اور ہمارے اوپر اسے صاحب اختیار رہنا واجب ہے۔

اب اگر آپ امامیہ حضرات یہ موقف قائم کریں کہ یہ سب خدا کے ذمہ واجب ہے تو غیبت کی وجہ سے تمہارا دعویٰ باطل ہے کیونکہ اس میں صاحب اختیار امام موجود نہیں ہے۔

اگر اگر یہ کہا جائے کہ یہ سب کچھ ہم پر واجب ہے تو پھر یہ تکلیف مالایطاق (ناقابل برداشت ذمہ داری) ہے کیونکہ اس کی ایجاد ہمارے بس سے باہر ہے۔

اور اس قضیہ کی ایک صورت یہ ہے کہ ایجاد اللہ کے ذمہ اور اسے طاقت فراہم کرنا ہمارے ذمہ ہے تو سوال یہ ہے کہ تمہارے پاس اس کی دلیل کیا ہے۔ اس سے تو یہ لازم آتا ہے کہ ہم وہ فعل کریں جو دوسروں کے لیے لطف ہو۔

بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ زید پر امام کو طاقت فراہم کرنا اس لیے ضروری ہو کہ عمرو کو لطف حاصل ہو۔

یہ سب نقض اصول نہیں تو اور کیا ہے؟

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

ہم کہتے ہیں کہ صاحب اختیار امام کا وجود جب ثابت ہو کہ ہمارے حق میں لطف ہے جیسا کہ ہم واضح کر چکے ہیں تو اس کی ایجاد ہمارے بس میں نہیں ہے اور ہمیں اس کی ایجاد کا مکلف بنانا صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ تکلیف مالایطاق (ناقابل برداشت ذمہ داری) ہے البتہ امام کو تقویت فراہم کرنا اور اس کی حکومت کو مضبوط بنانا ہمارے اور خدا کے اختیار میں ہے۔ اگر خدا ایسا نہ کرے تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ امر اللہ کی بجائے ہم پر واجب ہے کیونکہ امام صاحب اختیار ہوگا تو اس سے غرض تکلیف کی تکمیل ہوگی۔ ہم نے یہ بھی واضح کیا ہے کہ امام کے صاحب اختیار ہونے کا معاملہ خدا کا فعل ہوتا تو مخلوق مجبور ہوتی کہ وہ امام کی مخالفت نہ کر سکے اور قدرت خداوندی امام کو دشمنوں کی سازشوں سے محفوظ رکھتی اور امام کی مدد کے لیے فرشتے اترتے اور اس سے تکلیف کی غرض ہی ساقط ہو جاتی۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ امام کو تقویت فراہم کرنا ہمارا ہی فریضہ ہے اور اگر ہم ایسا نہیں کرتے تو اس کے ذمہ دار ہم خود ہوں گے۔ مخالفین کا یہ اعتراض بھی درست نہیں ہے کہ کسی دوسرے کے لیے لطف کو واجب کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ ہر وہ شخص جس پر امام کی نصرت اور اس کی حکومت کی تقویت واجب ہے تو اس میں ایسی مصلحت ہے جو اس سے مخصوص ہے اگرچہ اس میں دوسروں کے لیے بھی کئی مصلحتیں ہو سکتی ہیں۔

اس کی مثال یوں سمجھئے کہ انبیاء پر واجب ہے کہ وہ نبوت کے بوجھ کو برداشت کریں اور مخلوق تک اس پیغام کو پہنچائیں جس میں ان کی مصلحت ہے کیونکہ اس میں ان کی مصلحت ہے اگرچہ اس میں دوسروں کی مصلحت بھی مضمر ہے۔

جہاں تک مخالفین کے اس موقف کا تعلق ہے کہ امام کا انتخاب اہل حل و عقد کی ذمہ داری ہے۔ اس موقف کا جواب یہ ہے کہ بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ ارباب بست و کشاد کا

انتخاب کا فائدہ امت کے تمام افراد کو حاصل ہوگا اور کہا جاتا ہے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ ان پر ایسا فعل واجب ہے جس میں دوسروں کی مصلحت ہے۔

اس مقام پر مخالفین کا جو بھی جواب ہو تو وہی ہمارا بھی جواب ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ آخر تم امامیہ حضرات نے یہ گمان کیوں کر رکھا ہے کہ حالت غیبت میں بھی امام کی ایجاد واجب ہے۔ اگر یہ صحیح ہے تو اس کی بجائے یہ کیوں نہ مان لیا جائے کہ وہ معدوم ہے۔

اس کے جواب میں ہم یہ کہتے ہیں کہ ہم اس لیے واجب کہتے ہیں کہ اس کا تصرف جو کہ ہمارے لیے لطف ہے تو وہ لطف اس کے وجود اور ایجاد کے بعد ہی ممکن ہے اور اس کا ایجاد ہمارے بس میں نہیں ہے۔ اس صورت میں ہم یہ کہیں گے کہ اس کا بنانا اللہ کے اختیار میں ہے ورنہ اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ فعل لطف سے علت زائل ہو جائے گی تو یہ اللہ کی طرف سے ہوگا اور ہماری طرف سے نہیں ہوگا۔ اب اگر اللہ امام بنا لے اور ہم اس کی طاقت فراہم نہ کریں تو یہ ہمارا قصور ہوگا لہٰذا تکلیف صحیح ہوگی اور پہلی صورت میں اچھی نہیں ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ آپ امامیہ حضرات یہ کہتے ہیں کہ ہمیں امام کی تقویت فراہم کرنا فرض ہے تو آخر آپ اس سے کیا چاہتے ہیں؟

کیا آپ ہم سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ ہم جا کر امام سے ملاقات کریں مگر یہ چیز اس کے وجود کے علاوہ ممکن نہیں ہے اور یہ اس وقت درست ہوگا جب امام ظاہر ہو یا ہم سب کو بحیثیت افراد اس کی جگہ کا علم ہو۔ اب اگر تم یہ کہو کہ ہماری طرف سے امام کو تقویت فراہم کرنے سے ہم یہ مراد لیتے ہیں کہ ہم ان کی اطاعت پر کمر بستہ رہیں اور امام کے ہاتھوں کو

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

مشہور کریں اور جب وہ ہمیں اپنی امامت کی دعوت دیں اور اپنے معجزہ کے ساتھ اپنی امامت کا ثبوت دیں تو ہم ان کی امر پر مدد کریں۔

اس کے جواب میں ہم آپ سے یہ کہیں گے کہ امام کی تقویت زمانۂ غیبت میں بھی ہمارے لیے ممکن ہے۔ آپ یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ وجود امام کے بغیر ان کو تقویت پہنچانا ممکن نہیں ہے۔

سید مرتضیٰ علم الہدیٰ نے "الذخیرہ" میں اور ہم نے تلخیص الشافی میں یہ بیان کیا ہے کہ تصرف امام اور اقتدار امام کے متعلق ہمارے لطف کی تکمیل تین امور سے ہوتی ہے۔
ایک کا تعلق تو اللہ عزوجل سے ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ امام کو خلق فرمائے، دوسرے امر کا تعلق خود امام سے ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ امامت کی ذمہ داریوں کو اٹھائے اور انہیں ادا کرے۔
تیسرے امر کا تعلق ہم سے ہے اور وہ ہے آپ کی نصرت کا پختہ عزم کرنا اور آپ کی اطاعت کرنا۔

امامت کی ذمہ داریوں کا اٹھانا امام کے وجود کی فرع ہے کیونکہ اگر وجود ہی نہ ہو تو پھر ذمہ داری کیسی؟

امام کے وجوب قیام کی بنیاد یہ ہے کہ اللہ امام کو پیدا کرے اور امام کا امامت کے بوجھ کو اٹھانا یہ اس کی فرع ہے اور ہماری طرف سے نصرت امام یہ دوسری فرع ہے کیونکہ ہم پر امام کی اطاعت تب واجب ہوگی جب امام موجود ہو اور وہ امامت کی ذمہ داریوں کو اٹھائے تو پھر ہم پر اطاعت امام واجب ہوگی۔
اس تحقیق کی موجودگی میں یہ کیوں کر کہا جا سکتا ہے کہ وہ معدوم کیوں نہیں ہو سکتا؟
اس سلسلہ کے تحت اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ کیا اب ذیل دونوں صورتیں یکساں ہیں:-

۱۔ امام غائب اور پوشیدہ ہو جب خدا ہماری آمادگی اطاعت کو دیکھے تو اسے ظاہر کر دے۔

۲۔ یا امام معدوم ہو اور جب خدا دیکھے کہ افراد امت امام کی مدد کے لیے پر عزم ہیں تو اسے پیدا کر دے۔

اس مفروضہ کے جواب میں ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ امر اللہ تعالیٰ کے لیے نامناسب ہے کہ وہ ہم پر اس کی نصرت و اعانت کو واجب کرے جو خود ہی معدوم ہے کیونکہ یہ تکلیف مالا یطاق ہے اس لیے امام کے وجود کا ہونا ضروری ہے۔
اگر یہ کہا جائے کہ جب خدا دیکھے کہ ہم امام کی نصرت پر آمادہ ہیں تو اس وقت امام کو پیدا کر دے کیونکہ بقول آپ کے امام کا ظہور تب ہوگا جب خدا امت کی آمادگی کو دیکھے گا۔ آخر ان باتوں میں فرق ہی کیا ہے؟

اس کے جواب میں ہم یہ کہتے ہیں کہ امام کے لیے وجوب تمکین اور ان کی اطاعت پر کمربستگی کا ہمارے جملہ حالات میں واجب ہے اور تمکین اطاعت سے ان کے امر کی تعمیل ہے اور یہ تمام احوال میں ممکن ہے ورنہ تکلیف درست نہ ہوتی اور یہ بات تب درست ہوتی جب ہم تمام حالات میں امام کی اطاعت اور فرماں برداری کے لیے مکلف نہ ہوتے اور ان کی اطاعت ان کے ظہور پر واجب ہوتی جب کہ ہمارے پاس معاملہ اس کے برعکس ہے۔

وہ لوگ جو امام کے پردۂ غیبت کی وجہ سے ان کے عدم وجود پر استدلال کرتے ہیں ان سے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ ذرا یہ بتائیں کہ بھلا یہ جائز کیوں نہ ہوگا کہ اللہ معرفت کی تکلیف دے اور ہماری بے توجہی کو دیکھ کر اس پر دلالت قائم نہ کرے اور پھر جب وہ

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

دیکھے کہ ہم پوری طرح سے آمادہ ہیں تو اس وقت دلائل قائم کر دے تو اس حالت میں کیا ہم یہ کہنے کے حق دار ہوں گے کہ غیر مرئی دلائل کے وجود اور ان کے عدم میں کیا فرق ہے۔ اب اللہ ہماری آمادگی دیکھتا تو معرفت کو پیدا کر دیتا اور اگر مخالفین یہ موقف اختیار کریں کہ ادلہ قائم کرنا اس تمکین کا حصہ ہے جیسا کہ قدرت ادراک ہے اور اس کے بغیر تکلیف صحیح نہیں ہے۔

اس کے جواب میں ہم کہیں گے کہ امام کی وجوب اطاعت کے لیے امام کی تمکین اس کے وجود کا حصہ ہے اور اگر امام موجود ہی نہیں ہے تو ہم اس کی اطاعت پر متمکن نہ ہوں گے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ ادلہ موجود نہ ہوں تو ہم ان پر توجہ کرنے پر قادر نہ ہو سکیں گے لہٰذا دونوں معاملات یکساں قرار پائیں گے۔

اس تحقیق کے بعد تمام اعتراضات کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ ہم نے اپنی کتابوں بالخصوص تلخیص الشافی میں اس عنوان پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ تحقیق مزید کے لیے تلخیص الشافی کا مطالعہ کریں۔ اس کے لیے دو مثالیں دی گئی ہیں:

۱۔ مثلاً اگر خدا ہم پر واجب کر دے کہ ہم ایک مخصوص کنویں کے پانی سے وضو کریں لیکن وہاں ڈول اور رسی موجود نہ ہو اور ہمیں یہ حکم دیا جائے کہ اگر تم کنویں کے پاس جاؤ گے تو میں تمھارے لیے رسی اور ڈول پیدا کر دوں گا، اس سے ہمارا عذر زائل ہو جائے گا۔ اب اگر ہم کنویں کے پاس ہی نہ جائیں تو یہ ہمارا قصور ہوگا، خدا کا قصور نہ ہوگا۔

۲۔ ایک مالک اپنے غلام سے کہتا ہے کہ جو کہ اس سے دور ہوتا ہے کہ بازار سے میرے لیے گوشت لیتے آنا۔ غلام کہتا ہے کہ میں آپ کا فرمان پورا نہیں کر سکتا کیونکہ میرے پاس گوشت کی خریداری کے لیے رقم نہیں ہے۔ مالک کہتا ہے کہ جو تم قصاب کی

دکان پر پہنچو گے تو میں تمھیں رقم دے دوں گا۔ اس سے غلام کا عذر زائل ہو جائے گا۔ اب اگر غلام قصاب کی دکان پر ہی نہ جائے تو اس میں اس کا قصور ہوگا، مالک کا کوئی دوش نہ ہوگا۔

یہی حال ہماری تقویت فراہم کرنے کا ہے امام کے حالت ظہور میں۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہماری طرف سے امام کی عدم تقویت ان کے عدم ظہور کا سبب ہے، اس کا سبب امام کا معدوم ہونا نہیں ہے۔

اگر ہم نے امام کو تقویت فراہم کی ہوتی تو وہ بھی ظاہر ہو گئے ہوتے۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ گفتگو اس شخص کی ہے جو یہ سمجھتا ہے کہ وقتِ ظہور ہم پر امام کی تقویت و نصرت واجب ہے لیکن ہر حال میں واجب نہیں ہے اور ہم اس مثال پر اکتفا کرتے ہیں جو بیان کی گئی ہے کیونکہ اگر خدا عبد حاضر میں اس کا مطالبہ کرتا تو رسی اور ڈول بھی حال حاضر میں موجود ہوتے کیونکہ اس سے عذر ختم ہو جاتا لیکن جب اس نے کہا کہ جب تم کنویں کے قریب جاؤ گے تو میں رسی اور ڈول پیدا کر دوں گا۔ اس طرح سے مخاطب کنویں کے قریب جانے کا مکلف ہے وضو کا نہیں۔ اس حالت میں کنویں کے قریب جانا ہی کافی ہے کیونکہ وہ اس سے پانی بھرنے کا مکلف نہیں ہے اور پانی بھرنے کا مکلف تب ہوگا جب خدا اس کے لیے رسی اور ڈول پیدا کر دے گا۔ اسی طرح سے ہم پر ہر حالت میں امام کی اطاعت اور انکی تمکین واجب نہ ہوگی اور اس کا وجود بھی واجب نہ ہوگا لیکن اب اس کی اطاعت ہر حالت میں واجب ہے اور ہم اس کی شرط سے بھی آگاہ نہیں ہیں اور کوئی خاص وقت بھی مقرر نہیں ہے تو ضروری ہو جاتا ہے کہ وہ ذات موجود ہوتا کہ تکلیف کی علت زائل ہو۔

اور آقا غلام کی مثال کا جواب بھی یہی ہے کہ مالک نے غلام کو دکان کے قریب

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

جانے کا مکلف بنایا تھا گوشت خرید کرنے کا نہیں کہا تھا۔ جب غلام اس قصاب کے قریب جائے گا اور مالک اسے گوشت خریدنے کا حکم جاری کرے گا تو مالک پر رقم کی ادائیگی واجب ہوگی۔

اسی لیے ہم یہ کہتے ہیں کہ اللہ نے قیامت تک آنے والوں کو مکلف بنایا ہے اور یہ واجب نہیں کہ وہ فعلاً موجود ہوں تاکہ علت زائل ہو سکے کیونکہ اللہ نے اب تکلیف نہیں دی ہے پھر جب خدا ان کو وجود میں لائے گا اور قدرت اور اسباب سے عدم تکلیف کی علت کو زائل کرے گا اور ان کے لیے ادلہ قائم کرے گا تو اس وقت انھیں مکلف بنائے گا۔

اس جواب سے مغالطہ کا ازالہ ہو جاتا ہے۔

اس کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ جب امام احکام الٰہی کے قیام اور امامت کی ذمہ داریوں کے پورا کرنے کا مکلف ہے تو اسے کیسے معدوم تصور کیا جا سکتا ہے۔ کیا کوئی دانش مند تکلیفِ معدوم کو درست قرار دیتا ہے؟

اس کی تکلیف کا ہماری تقویت فراہم کرنے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہم پر اس کو تقویت فراہم کرنا اس کے وجود کی فرع ہے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے اور یہ بات بالکل واضح ہے۔

امام زمانہ کے وجود پر انگلیاں اٹھانے والوں کو یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تین برس تک شعب ابی طالب میں محصور رہے اور یہ تمام عرصہ اہل مکہ کی نگاہوں سے اوجھل رہے کسی شخص کی ان تک رسائی نہ تھی تو یہاں بھی آپ حضرات اپنے قیاس کو دہرائیں کہ تین سال کے لیے اللہ اپنے حبیب کو موت دے دیتا اور مخلوق پر اپنی تکلیف کو بھی ازراہِ لطف باقی نہ رکھتا؟

اسی طرح سے نبی اکرمؐ غار میں بھی تین دن تک پوشیدہ رہے تھے اب اگر اس کے جواب میں ہمارے ناقد یہ کہیں کہ نبی اکرم اس وقت چھپے تھے جب کہ وہ اپنی نبوت کا اعلان کر چکے تھے اور جب انھیں خطرہ لاحق ہوا تو وہ شعب ابی طالب میں مخفی ہو گئے تھے۔

اب ان کی طرف سے ہم بھی اپنے ناقدین سے کہیں گے کہ امام نے ایسے ہی غیبت اختیار نہیں کی تھی۔ آپ سے قبل آپ کے آبائے طاہرین آپ کی خبر دے چکے تھے اور جب امام حسن عسکری علیہ السلام نے محسوس کیا کہ ان کے فرزند کی زندگی خطرات میں گھر چکی ہے تو انھوں نے اپنے فرزند کو پردہ غیبت کے سپرد کر دیا۔ لہٰذا شعب ابی طالب کی غیبت اور امام زمانہ کی غیبت دونوں ہی یکساں ہیں۔

اپنے ناقدین کے لیے ہم ایک مفروضہ پیش کرتے ہیں۔ فرض کریں کہ اللہ ایک شخص کے متعلق جانتا ہے کہ اس کی مصلحت اس میں مضمر ہے کہ اس کی طرف ایک مخصوص نبی کو مبعوث کیا جائے جو اس کے مصالح سے آگاہ کرے اور اس کے ساتھ دوسرا پہلو یہ بھی ہے کہ خدا یہ بھی جانتا ہے کہ اگر نبی کو اس کے پاس بھیجا گیا تو وہ اس نبی کو قتل کر دے گا اور اگر اسے جبراً نبی کے قتل سے منع کیا جائے تو یہ اس کے لیے خرابی ہے یا اس کے غیر کے لیے۔

اس صورت میں یہ بتایا جائے کہ کیا اس شخص کو مکلف بنانا درست ہے اور اس کی طرف نبی بھی نہ بھیجا جائے یا پھر اسے مکلف ہی نہ بنایا جائے اگر جواب یہ دیا جائے کہ اسے مکلف ضرور بنایا جائے لیکن نبی کو اس کے پاس نہ بھیجا جائے۔

ہم کہیں گے کہ اسے مکلف بنانا کیسے درست ہو سکتا ہے جب کہ اس کے لیے مقرر شدہ لطف تو منظر عام پر ہی نہیں آ رہا۔

اس کے جواب میں اگر ناقد یہ کہیں کہ اس میں اس کا اپنا قصور ہے تو ہم کہیں گے

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

کہ ابھی تو اس نے کچھ کیا ہی نہیں ہے صرف علم ہے کہ اللہ اسے تمکین نہ دے گا اور علم کی وجہ سے اس کی تکلیف ارتفاع لطف کے باوجود درست نہیں ہے۔ اگر یہ درست ہے تو پھر یہ بھی درست ہوگا کہ اسے اس بات کا مکلف بنایا جائے جس پر دلیل نہیں ہے جب کہ معلوم ہو جائے کہ اسے اس میں مہلت نہ دی جائے گی اور یہ باطل ہے۔

اب چار و ناچار یہ کہنا پڑے گا کہ اس کی طرف نبی کا بھیجنا ضروری ہے اور اس میں نبی کی اطاعت ضروری ہے تا کہ اس کی علت کا ازالہ ہو سکے، اب یا تو جو منافی تکلیف نہ ہو اس امر کو اس سے روک دیا جائے یا پھر اسے نبی کے قتل پر متمکن ہی نہ ہونے دیا جائے اور اس طرح سے عدم وصول کی ذمہ داری خود اس پر عائد ہوگی اور غیبت میں امام کے ساتھ ہمارا حال بھی یہی ہے۔

اگر کہا جائے کہ یہ ضروری ہے کہ اسے یہ بتایا جائے کہ اس شخص کی بعثت میں اس کے لیے مصلحت ہے اور یہ کہ اس کی زبان سے بتایا جائے گا تا کہ معلوم ہو کہ یہ سب اس کا کیا دھرا ہے۔

ہم کہیں گے کہ اسی طرح سے اللہ نے ہمیں اپنے نبی اور آئمہ ہدیٰ (علیہم افضل الصلاۃ والسلام) کی زبان سے ہمیں اس کے مقام سے آگاہ کر دیا ہے اور ہم پر اس کی اطاعت کو واجب کیا ہے اگر ہمیں یہ سب کچھ نہ بتایا گیا ہوتا تو ہم یہ سمجھتے کہ یہ ہمارا اپنا کیا دھرا ہے لہٰذا دونوں امور یکساں ہیں۔

اصل ثانی

وہ چیز جو اصل ثانی یعنی امام کے یقینی معصوم ہونے کا مسئلہ ہو تو اس کی دلیل یہ ہے کہ ہم امام کے اس لیے ضرورت مند ہیں کہ ہم غیر معصوم ہیں۔ اگر مخلوق معصوم ہوتی تو امام

معصوم کی ضرورت ہی نہ ہوتی لوگ چونکہ غیر معصوم ہیں اس لیے وہ امام معصوم کے ضرورت مند ہیں۔

اس سے ہم یہ جان سکتے ہیں کہ ہمارے احتیاج کی وجہ ہماری عدم عصمت ہے۔

اسکی مثال یوں سمجھئے کہ ہر فعل اپنے حدوث کے لیے اپنے فاعل کا محتاج ہوتا ہے کیونکہ جس کا حدوث صحیح ہو تو وہ اپنے وقوع پذیر ہونے کے لیے فاعل کا ضرورت مند ہوتا ہے اور جس کا وقوع پذیر ہونا ہی درست نہ ہو تو وہ فاعل سے مستغنی ہوتا ہے۔

اس سے ہم یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ ہر وقوع پذیر ہونے والی چیز اپنے فاعل کی محتاج ہوتی ہے۔

اس مثال کے تحت ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہر غیر معصوم، معصوم امام کا محتاج ہے ورنہ علت ہی ختم ہو جائے گی۔ اگر امام ہی غیر معصوم ہو تو اس صورت میں علت حاجت قائم رہے گی اور وہ غیر معصوم امام پھر کسی معصوم امام کا محتاج ہوگا اور اس طرح سے یکے بعد دیگرے لا تعداد اماموں کی ضرورت محسوس ہوگی۔ آخر کار معاملہ کسی معصوم امام پر جا کر ختم ہوگا اور یہی ہماری مراد ہے۔

اس موضوع پر ہم نے اپنی کتابوں میں تفصیلی بحث کی ہے اسی لیے زیادہ سوالات سے ہم اجتناب کر رہے ہیں اور اس بیان کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔

اصل ثالث

اس سلسلہ کا تیسرا بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ حق اس امت سے خارج نہیں ہے۔ یہ وہ بنیادی نکتہ ہے جس پر ہمارا اور ہمارے مخالفین کا اتفاق ہے البتہ یہ علیحدہ مسئلہ ہے کہ اس کی

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

ملت میں اختلاف ہے۔

ہمارے مخالف اپنے مخصوص دلائل کی بنیاد پر یہ کہتے ہیں کہ اجماع حجت ہے اس لیے انحراف کی گنجائش نہیں ہے۔

جب یہ اصول ثابت ہیں تو ان سے صاحب الزمان کی امامت بھی ثابت ہوتی ہے کیونکہ جس کی عصمت یقینی ہو اور ہر شک وشبہ سے پاک ہو تو اس کے متعلق یہ فیصلہ کر دیا جائے گا کہ وہ امام ہے۔

جس کی عصمت یقینی ہو تو اس کی امامت میں اصولی طور پر کوئی اختلاف نہیں ہے البتہ کیسانیہ، ناؤسیہ اور واقفیہ جیسے سالک قطعی العصمت کی امامت میں اختلاف کرتے ہیں لیکن ان کے نظریات کے بطلان پر دلائل قائم ہیں اور جب ان کے اقوال کے فساد کو ہم واضح کریں گے تو صاحب الزمان علیہ السلام کی امامت خود بخود ثابت ہو جائے گی۔ کیسانیہ حضرت محمد بن حنفیہ کی امامت کا عقیدہ رکھتے ہیں لیکن ان کا نظریہ حسب ذیل دلائل سے باطل ثابت ہوتا ہے۔

۱۔ اگر حضرت محمد بن الحنفیہ یقینی معصوم ہوتے تو ان کی امامت پر نص صریح کا ہونا واجب تھا کیونکہ نص کے بغیر کسی کی عصمت کا فیصلہ نہیں کیا جا سکتا اور لطف یہ ہے کہ کیسانیہ فرقہ نص صریح کا مدعی نہیں ہے اس کی بجائے وہ کمزور امور سے تمسک کرتے ہیں جس کی وجہ سے وہ شبہ میں مبتلا ہوئے ہیں لیکن ان باتوں سے نص کا اثبات نہیں ہوتا۔ مثلاً وہ یہ دلیل دیتے ہیں کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے جنگ جمل میں انھیں پرچم عطا کیا تھا اور ان سے یہ فرمایا تھا "انت ابنی حقا" تو واقعی میرا فرزند ہے۔ جبکہ حسنین کریمین بھی تو آپ کے ہی فرزند تھے۔ ان الفاظ سے ابن حنیفہ کی امامت کسی طور بھی ثابت نہیں ہوتی اس سے

صرف ان کی عظمت کا اظہار ہوتا ہے۔

علاوہ ازیں علمائے شیعہ نے یہ روایت کی ہے کہ ابن حنیفہ اور امام علی زین العابدین علیہ السلام میں استحقاق امامت کے متعلق گفتگو ہوئی تھی۔ دونوں نے حجر اسود کو اپنا فیصل اور حکم تسلیم کیا تھا۔ حجر اسود نے امام زین العابدین کی امامت کی گواہی دی تھی یہ معجزہ دیکھ کر ابن حنیفہ نے امام زین العابدینؑ کی امامت کو تسلیم کر لیا تھا اور اپنے دعویٰ سے دستبردار ہو گئے تھے۔

حجر اسود کا فیصلہ

۱۔ اس روایت کی تفصیل یہ ہے کہ محمد بن حنفیہ نے امام زین العابدینؑ سے امامت کے متعلق نزاع کیا تھا۔ (۱)

امام زین العابدین نے اپنے استحقاق امامت کو بیان کیا اور قرآن کریم کی آیت **ولوا الارحام بعضهم اولی ببعض** (انفال/۷۵) سے استدلال کیا اور فرمایا کہ اس آیت سے میری اور میری ذریت کی امامت ثابت ہوتی ہے۔

بعد ازاں امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا:

چچا جان! آیئے ہم دونوں حجر اسود سے فیصلہ لیتے ہیں۔

محمد بن حنفیہ نے کہا کہ ایک بے جان پتھر ہمارے درمیان کیا فیصلہ کرے گا؟

آپ نے فرمایا چچا جان! چلیں وہ ضرور فیصلہ کرے گا۔

اس کے بعد دونوں بزرگوار حجر اسود کے پاس آئے، امام زین العابدینؑ نے

۱۔ اصل میں یہ نزاع نہ تھا کچھ لوگ ابن حنفیہ کو امام ماننے لگ گئے اس لیے انھوں نے چاہا کہ اس کا واضح فیصلہ ہو جائے تا کہ لوگ مغالطہ میں آ کر ان کی امامت کا عقیدہ نہ اپنائیں۔ (من المترجم عفی عنہ)

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

فرمایا

چچا جان! آپ آگے بڑھیں اور اس سے کلام کریں۔

ابن حنفیہ آگے بڑھے کلام کیا لیکن حجر اسود سے کوئی جواب نہ آیا۔

پھر امام زین العابدینؑ آگے بڑھے اور آپؑ نے اس پر اپنا ہاتھ رکھ کر فرمایا:

اللهم انی اسئلک باسمک المکتوب فی سرادق العظمة.

خدایا! میں تجھ سے تیرے اس نام کے ذریعہ سے سوال کرتا ہوں جو سراپردہ عظمت میں لکھا ہے کہ اس پتھر کو بولنے کی قوت عطا فرما۔

پھر آپؑ نے براہ راست حجر اسود کو مخاطب کر کے فرمایا:

اسئلک بالذی جعل فیک مواثیق العباد والشهادة لمن وافاک لما اخبرت لمن الامامة والوصیة.

میں تجھے اس ذات کا واسطہ دے کر تجھ سے سوال کرتا ہوں جس نے تیرے اندر بندوں کے میثاق رکھے ہیں اور جس نے تجھے میثاق پورا کرنے والوں کا گواہ مقرر کیا ہے تو واضح کر کہ ہم میں امامت وصیت کا حقدار کون ہے؟

اس پر حجر اسود کانپنے لگا اور یوں لگا کہ اپنی جگہ سے ہٹ جائے گا، پھر اللہ نے اسے بولنے کی قوت عطا کی۔ اس نے کہا،

محمد! امامت کا عہدہ علی بن الحسین کے سپرد کر دے۔

اس گواہی کے بعد محمد بن حنفیہ اپنے دعویٰ سے دست بردار ہو گئے اور امام زین العابدینؑ کی امام کی گواہی دی۔ (۱)

۱۔ اس واقعہ کی تفصیل کے لیے بحار الانوار کی جلد ۴۶ کا مطالعہ فرمائیں۔

۲۔ شیعہ امامیہ کے ہاں حضرت علیؑ اور حسنینؑ کریمینؑ سے متواتر احادیث موجود ہیں جن میں محمد بن حنفیہ کا تذکرہ نہیں ہے۔

۳۔ علمائے عامہ و خاصہ سے بارہ آئمہ کی امامت پر احادیث منقول ہیں اب جو بھی احادیث کے تحت بارہ آئمہ کی امامت کو تسلیم کرے تو اسے محمد بن حنفیہ کی وفات اور امام صاحب الزمان تک سلسلہ امامت کا اقرار کرنا پڑے گا۔

۴۔ یہ فرقہ دنیا سے مکمل طور پر مٹ چکا ہے۔ ہمارے دور میں بلکہ ہم سے پہلے دور میں بھی اس کا وجود نہیں ہے اگر یہ فرقہ سچا ہوتا تو اس کا نام و نشان یوں بھی نہ مٹتا۔

اگر فرقہ کیسانیہ کا کوئی خیر خواہ یہ کہے کہ آپ کیسے دعویٰ کر سکتے ہیں کہ یہ فرقہ مٹ چکا ہے۔ عین ممکن ہے کہ کہیں دور دراز علاقوں میں اس کے پیروکار موجود ہوں۔

اسی طرح سے یہ بھی ممکن ہے کہ حسن بصری کے اس نظریہ کے ماننے والے بھی دنیا میں کہیں نہ کہیں موجود ہوں کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب منافق ہے اس لیے اس فرقہ کے مٹ جانے کا دعویٰ درست نہیں ہے۔

اس اعتراض کے جواب میں ہم یہ کہیں گے کہ اس طرح کے شاذ نظریات کسی زمانہ میں بھی ابھرے تھے لیکن بعد میں وہ نابود ہو گئے تھے۔ مثلاً ابو طلحہ انصاری کا یہ نظریہ تھا کہ اولے کھانے سے روزہ باطل نہیں ہوتا۔

اور حذیفہ اور اعمش کا نظریہ تھا کہ طلوع آفتاب تک روزہ دار کے لیے کھانا پینا جائز ہے۔ لیکن بعد کے ادوار میں یہ نظریات مٹ گئے۔

اسی طرح سے ایک زمانہ میں ابن حنفیہ کی امامت کا نظریہ سامنے آیا تھا لیکن اب یہ عقیدہ تاریخ کے بوسیدہ اوراق میں ہی دکھائی دیتا ہے۔

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

اسی طرح سے وفاتِ پیغمبرؐ پر انصار نے اپنے لیے خلافت کا دعویٰ کیا تھا لیکن مہاجرین کے سامنے ان کی ایک نہ چلی تھی اور انصار اپنے دعویٰ سے دستبردار ہو گئے تھے۔ اب طویل عرصہ کے بعد کوئی شخص یہ نظریہ پیش کرے کہ امامت انصار کا حق ہے اور یہ ممکن ہے کہ روئے زمین پر کوئی شخص یہ نظریہ بھی رکھتا ہو تو کیا اس نظریہ کی پذیرائی کی جائے گی؟

اب جو اس کا جواب ہے وہی ہمارا جواب ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ آپ کے نظریہ میں اجماع اس لیے حجت ہے کہ اس میں امام معصوم شامل ہوتا ہے۔ آپ حضرات یہ واضح کریں کہ آپ کو کیسے پتا چلے گا اقوالِ امت میں قولِ امام بھی شامل ہے۔ اس امر کا امکان بھی موجود ہے کہ قولِ امام سب سے منفرد ہو پھر آپ اجماع کو حجت کیوں مانتے ہیں۔

ہم کہیں گے کہ امام علمائے امت میں شامل ہوتا ہے اسی لیے ضروری ہے کہ اس کا قول (یا اس کی رضا) اقوالِ علماء میں موجود ہو۔ یہ ناممکن ہے کہ امام اپنی انفرادی رائے کا اظہار کرے اس لیے ہم خود بخود سمجھ جائیں گے کہ امام کا قول اقوالِ علماء میں موجود ہے البتہ علماء میں اختلاف ہو پھر حجیت اجماع قائم نہ ہوگی۔

جب ہم امتِ اسلامیہ کے علماء کے اقوال کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں ایک عالم ایسا دکھائی نہیں دیتا جو کیسانیہ یا واقفیہ جیسے مذاہب کی تائید کرتا ہو۔

ناووسیہ بھی ایک گمراہ فرقہ تھا جو امام جعفر صادق علیہ السلام کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ آپ زندہ ہیں۔ آپ کی وفات نہیں ہوئی اور آپ ہی مہدی ہیں۔ ان لوگوں کا نظریہ بدیہی البطلان ہے کیونکہ ہم سب جانتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی وفات ہوئی تھی اور ان سے ان کے آباؤ اجداد کی بھی وفات ہوئی تھی اور اس سے پہلے

امیر المومنینؑ بھی شہید ہوئے تھے۔ اس سے پہلے حبیب خداؐ کی بھی ہوئی تھی۔

اگر اس کے باوجود امام جعفر صادق علیہ السلام کی وفات بھی یقینی نہیں ہے تو پھر دنیا میں کسی کی وفات بھی یقینی نہیں ہے۔

البتہ کچھ غلاۃ اور مفوضہ ایسے بھی گزرے ہیں جنہوں نے حضرت علیؑ اور حضرت امام حسین (علیہما افضل الصلوات والسلام) کی شہادت کا انکار کیا تھا۔ یقیناً یہ نظریات سفسطہ پر مبنی ہیں۔

مناسب مقام پر ہم اس پر تفصیلی بحث کریں گے۔

فرقہ واقفیہ کے متعلق گفتگو

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی المناک شہادت کے بعد آپ کے ہی چند خائن وکلاء نے مالِ امام کھانے کی غرض سے یہ موقف اپنایا کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی وفات ہی نہیں ہوئی اور وہ زندہ ہیں اور امتِ اسلامیہ کے وہی مہدی ہیں۔ ان لوگوں نے امام علی رضا علیہ السلام کی امامت کا انکار کیا تھا۔

یہ مذہب سراسر باطل ہے کیونکہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی وفات ان کے آباؤ اجداد کی طرح سے انتہائی مشہور و معروف ہے۔ اگر واقفیہ سچے ہیں تو پھر کیسانیہ، ناووسیہ -------- بھی سچے ہیں۔ حالانکہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی شہادت اتنی مشہور ہے کہ آپ کے آباء کی شہادت بھی اتنی مشہور نہیں ہیں کیونکہ آپ کی شہادت کے بعد قاضیوں اور گواہوں کو لایا گیا اور بغداد کے پل پر یہ صدا دی گئی کہ لوگو! یہ اس کا جنازہ ہے جسے روافض اپنا امام مانتے ہیں، دیکھ لو یہ طبعی موت مرے ہیں۔

چنانچہ معززین شہر کو آپ کا جنازہ دکھایا گیا تھا۔ اتنی بڑی شہرت کے بعد آپ کی

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

موت کو مشکوک بنانا کسی طور بھی درست نہیں ہے۔

یونس بن عبد الرحمن راوی ہیں کہ حسین بن علی علیہ السلام وابی حضرت ابو ابراہیم (امام موسیٰ کاظم علیہ السلام) کے جنازہ میں شامل ہوئے۔ اس کا بیان ہے کہ امام علیہ السلام کے جنازہ کو دجلہ کے کنارے رکھا گیا تو اس وقت سندی بن شاہک کا ایک قاصد آیا اور اس نے لوگوں سے کہا کہ امامؑ کے جنازہ کا چہرہ کھول کر لوگوں کو دکھائیں تاکہ لوگ دیکھ لیں کہ پیچھے ہیں ان پر کوئی تشدد نہیں کیا گیا۔ امام علیہ السلام کے چہرے سے کپڑا ہٹایا گیا۔ میں نے اپنے مولا علیہ السلام کے چہرے کو دیکھا اور اچھی طرح سے پہچانا۔ پھر چہرہ ڈھانپ دیا گیا اور آپ کو قبر میں داخل کیا گیا۔

محمد بن عیسیٰ بن عبید العبیدی راوی ہیں کہ مجھ سے علی بن یقطین کی کنیز رحیم خاتون نے بیان کیا۔ وہ ایک فاضلہ خاتون تھیں۔ انھوں نے بیس سے زیادہ حج کیے تھے اور اس خاتون نے ابوالحسن علیہ السلام کے غلام سعید سے بیان کیا۔ وہ زندان میں امام علیہ السلام کی خدمت کیا کرتا تھا اور آپ کے ضروری کام سرانجام دیتا تھا۔ اس کا بیان ہے کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی موت کے وقت میں ان کے پاس موجود تھا اور ان کی ایسے ہی وفات ہوئی جیسا کہ اور لوگوں کی موت واقع ہوتی ہے یعنی قوت سے ضعف پیدا ہوا یہاں تک کہ ان کی وفات ہوگئی۔

محمد بن خالد البرقی نے محمد بن غیاث مہلبی سے روایت کی ہے کہ جب ہارون الرشید نے ابو ابراہیم حضرت موسیٰ کاظم علیہ السلام کو گرفتار کیا اور آپ نے زندان میں دلائل و معجزات دکھائے تو رشید حیران رہ گیا۔ اس نے یحییٰ بن خالد برمکی کو بلایا اور اس سے کہا۔

ابوعلی! کیا تم نہیں دیکھتے کہ ہم ان عجائب سے کس قدر الجھے ہوئے ہیں۔ تم اس شخص

کے لیے ایسی تدبیر کرو کہ ہم اس کی فکر سے آزاد ہو جائیں۔

یحییٰ بن خالد برمکی نے کہا کہ آپ کی بہتری اسی میں ہے کہ آپ قیدی پر احسان کریں اور اس کی رشتہ داری کا خیال رکھیں۔ یحییٰ نے یہ مشورہ اس لیے دیا تھا کہ وہ امام سے محبت کرتا تھا اور ہارون کو اس کا علم نہ تھا۔

ہارون نے کہا کہ اچھا تم ان کے پاس جاؤ اور ان کی بیڑیاں کھول دو اور میری طرف سے انھیں سلام پہنچاؤ اور اس سے کہو کہ آپ کے ابن عم کا آپ کے لیے پیغام ہے کہ میں قسم کھا چکا ہوں کہ آپ کو اس وقت تک رہائی نہ دوں گا جب تک آپ میرے سامنے یہ اقرار نہ کریں گے کہ میں نے ہارون سے برائی کی ہے اور اب اس سے معافی چاہتا ہوں۔

یحییٰ! ان سے جا کر یہ کہو کہ اس اقرار سے آپ کی شان میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔ یحییٰ! ان سے کہو کہ وہ یہ اقرار میری بجائے تیرے سامنے ہی کر دے۔

اگر موسیٰ کاظم علیہ السلام اپنی غلطی کا اعتراف کر لے تو میری قسم پوری ہو جائے گی اور میں انھیں آزاد کر دوں گا۔ محمد بن غیاث کہتے ہیں کہ یحییٰ بن خالد کے بیٹے موسیٰ نے مجھ سے بیان کیا کہ جب یحییٰ امام علیہ السلام کے پاس یہ پیغام لے کر گیا تو امام علیہ السلام نے یحییٰ سے فرمایا:

ابوعلی! میں مرنے والا ہوں۔ میری موت میں ایک ہفتہ باقی رہ گیا ہے۔ اس خبر کو پوشیدہ رکھنا اور جمعہ کے روز زوال کے وقت میرے پاس آنا اور تم اور میرے دوست میری جنازہ کی نماز پڑھیں اور دیکھو جب یہ طاغوت (ہارون) رقہ جائے (۱) اور وہاں سے جب یہ عراق واپس آئے گا تو یہ تجھے نہ دیکھ پائے گا تو بھی اسے نہیں دیکھ سکے گا۔ میں نے تمھارے اور تمھاری اولاد اور ہارون کے ستاروں کا جائزہ لیا ہے اور مجھے دکھائی دیتا ہے

(۱) رقہ ایک شہر ہے جو کہ موجودہ وقت شام میں ہے اور رقی کے بازار کے قریب ہے۔

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

کہ تم پر حملہ کرے گا اس سے بچتے رہنا۔

پھر آپ علیہ السلام نے فرمایا:

ابو علی! میری طرف سے اسے یہ پیغام پہنچانا اور اس سے کہنا کہ موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کہتا تھا کہ جمعہ کے دن میرا قاصد تیرے پاس آئے گا اور تجھے ان باتوں کی خبر دے گا جنہیں تو دیکھے گا۔

کل تجھے معلوم ہوگا جب میں اور تو خدا کے حضور پیش ہوں گے اس وقت تجھے پتہ چلے گا کہ ہم میں سے ظالم کون ہے اور دوسرے پر زیادتی کرنے والا کون ہے! والسلام

یحییٰ! آپ کے پاس سے اٹھ کھڑا ہوا اور رونے کی وجہ سے اس کی آنکھیں سرخ ہو چکی تھیں اور چلتا ہوا ہارون کے پاس آیا اور امامؑ کی گفتگو سے اسے آگاہ کیا۔

ہارون نے استہزائیہ انداز میں کہا کہ اگر چند روز تک یہ نبوت کا دعویٰ نہ کرے تو خیر سمجھو۔

جب جمعہ کا روز ہوا تو حضرت موسیٰ کاظمؑ کی وفات ہوگئی اور اس سے پہلے ہارون مدائن کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔ امامؑ کا لاشہ لوگوں کے سامنے پیش کیا گیا سب لوگوں نے امامؑ کے چہرے کو دیکھا پھر آپ کو دفن کیا گیا اور لوگ واپس چلے گئے اور ان کے دو گروہ بن گئے۔ ایک گروہ کہتا تھا کہ امامؑ کی وفات ہو چکی ہے اور دوسرا گروہ کہتا تھا کہ ان وفات نہیں ہوئی۔

احمد بن عبدون راوی ہیں کہ مجھ سے ابو الفرج علی بن حسین اصفہانی نے بیان کیا۔ اس نے کہا کہ مجھ سے احمد بن عبید اللہ بن عمار نے بیان کیا، اس نے کہا کہ مجھ سے علی بن محمد نوفلی نے بیان کیا۔ اس نے اپنے والد سے روایت کی۔

اصبہانی نے کہا کہ مجھ سے احمد بن محمد بن سعید نے بیان کیا۔ اس نے کہا کہ مجھ سے محمد بن حسن علوی نے بیان کیا۔ ان دو کے علاوہ امام کے قصہ کے کچھ حصہ کو اور لوگوں نے بھی بیان کیا۔ ان تمام ٹکڑوں کو جمع کر کے یہ واقعہ بیان کرتے ہیں۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی گرفتاری کی وجہ اور شہادت:

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی گرفتاری کی وجہ یہ بنی کہ ہارون نے اپنے بیٹے محمد بن زبیدہ یعنی ابن الرشید کی تعلیم کے لیے جعفر بن محمد بن اشعث کو اس کا اتالیق مقرر کیا۔ (۱)

اس پر یحییٰ بن خالد برمکی کو حسد ہوا اور اس نے کہا کہ اگر خلافت امین کو منتقل ہوگئی تو میری اور میری اولاد کی حکومت کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اس نے جعفر بن محمد کے خلاف سازش تیار کی جب کہ جعفر امام موسیٰ کاظم کی امامت کا عقیدہ رکھتا تھا۔ (۲)

چنانچہ یحییٰ نے جعفر بن محمد سے دوستی قائم کی اور اس کے گھر آنے جانے لگا اور یوں اس کے عقائد سے آگاہی حاصل کر کے رشید کو خبر دینے لگا اور کچھ باتیں خود اپنی طرف سے گھڑ کر اس سے منسوب کرتا تھا۔

پھر اس نے ایک دن اپنے ایک باوثوق شخص سے کہا کہ میرے لیے آل ابو طالب سے کسی شخص کو تلاش کرو جو مفلس ہو اور میرے انعام کے لالچ میں آ کر موسیٰ کاظمؑ کے خلاف باتیں کرے۔

۱۔ یہ شخص اصہان بن اوس خزاعی صحابی کی نسل میں سے تھا جنہیں مکلم الذئب یعنی بھیڑیے سے باتیں کرنے والا کہا جاتا ہے۔

۲۔ جعفر بن محمد امامت کا قائل کیوں ہوا اس کی تفصیل بحار جلد 74/47 میں بصائر الدرجات کے حوالے سے مذکور ہے۔

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

یحییٰ کو بتایا گیا کہ اس کام کے لیے علی بن اسماعیل بن جعفر صادق علیہ السلام انتہائی موزوں ہے۔ یحییٰ بن خالد نے اس کے پاس کچھ رقم روانہ کی۔ حضرت موسیٰ کاظم اپنے اس بھتیجے سے پیار کرتے تھے اور اس سے مالی تعاون کرتے تھے۔ بعض دفعہ اس کو اپنے رازوں سے آگاہ کرتے تھے۔

یحییٰ برمکی نے علی بن اسماعیل کو خط لکھا کہ آپ ہمارے پاس بغداد آئیں۔

حضرت موسیٰ کاظم علیہ السلام کو علم ہوا تو آپ نے بھتیجے سے فرمایا کہ آپ کہاں جانا چاہتے ہیں؟ اس نے کہا میں بغداد جا رہا ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: بغداد جا کر کیا کرو گے؟

اس نے کہا کہ میں مقروض ہوں اور مفلس ہوں۔

تب آپؑ نے فرمایا کہ تمھارا قرض میں ادا کروں گا اور تمھاری ضروریات پوری کروں گا لیکن اس نے آپ کی بات نہ مانی۔

امامؑ نے فرمایا: اچھا اگر تمھیں جانا ہی ہے تو میرے بچوں کو یتیم نہ کرنا۔

امامؑ نے اس کے لیے تین سو دینار اور چار ہزار درہم دینے کا حکم دیا۔ جب وہ جانے کے لیے اٹھا تو امام علیہ السلام نے قریب بیٹھے ہوئے افراد سے کہا کہ یہ شخص میرے خون میں ہاتھ رنگے گا اور میری اولاد کو یتیم کرے گا۔ حاضرین نے کہا کہ اگر آپ اس کی حقیقت سے واقف ہیں تو پھر اس پر یہ سب کرم کیوں کر رہے ہیں؟

آپ نے فرمایا کہ میں نے اپنے والد سے یہ حدیث سنی، انھوں نے اپنے آبائے طاہرینؑ کی سند سے رسول اکرمؐ کی یہ حدیث بیان کی۔ رسول خداؐ نے فرمایا:

جب رشتہ دار سے صلہ رحمی کی جائے اور وہ صلہ رحمی کے بعد قطع رحمی کرے تو اس

رشتہ کو خدا کاٹ دیتا ہے۔

الغرض علی بن اسماعیل مدینہ سے روانہ ہو کر بغداد گیا اور یحییٰ بن خالد کے پاس گیا۔ اس نے اس سے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے حالات دریافت کیے اور رشید کو ان سے آگاہ کیا۔ بعد ازاں یحییٰ اسے ہارون رشید کے پاس لے گیا۔ اس نے رشید سے کہا کہ مشرق و مغرب سے دولت موسیٰ کاظم علیہ السلام کے پاس جمع ہو رہی ہے اور انھوں نے دولت کے لیے بہت سے مکانات بنائے ہوئے ہیں جہاں وہ دولت جمع کرتے ہیں۔ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے تیس ہزار دینار کی جائیداد خریدی اور اس کا نام یسیرہ رکھا ہے اور اس کی نقد ادائیگی کی۔

ہارون نے اس کے لیے دو لاکھ درہموں کا حکم دیا۔

علی بن اسماعیل نے کہا کہ مجھے یہ رقم نقد ادا کریں۔

الغرض جب اس کے لیے نقد دولت جمع کر کے اس کے پاس لائی گئی تو اس وقت وہ خونی پیچش میں مبتلا تھا اور زندگی کی آخری سانسیں لے رہا تھا۔ اسے کہا گیا کہ تمھاری رقم تیار ہے۔

اس نے کہا کہ اب یہ رقم لے کر کیا کروں گا اب تو مر رہا ہوں۔ الغرض وہ مر گیا۔

اس سال رشید نے حج کیا وہ پیغمبر اکرمؐ کی قبر مطہر پر آیا اور کہا:

یا رسول اللہؐ! میں ایک کام کرنا چاہتا ہوں اس کے لیے آپ سے معذرت خواہ ہوں۔ میں موسیٰؑ بن جعفرؑ کو گرفتار کرنا چاہتا ہوں کیونکہ یہ آپ کی امت میں اختلاف پیدا کرنا چاہتا ہے اور امت میں خونریزی کرنا چاہتا ہے۔ چنانچہ اس نے امام علیہ السلام کی گرفتاری کا حکم دیا۔

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

امام کو مسجد سے گرفتار کیا گیا۔ مدینہ سے دو محمل تیار ہوئے ایک کوفہ کو روانہ کیا گیا اور دوسرا محمل بصرہ کی طرف روانہ کیا گیا۔ اس حرکت کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں کو پتہ نہ چلے کہ امام کو کہاں رکھا گیا ہے۔ امام علیہ السلام کو بصرہ لایا گیا اور بصرہ کے حاکم عیسیٰ بن جعفر بن منصور کے حوالے کیا گیا جہاں امام نے پورا سال قید میں بسر کیا۔ پھر عیسیٰ بن جعفر نے ہارون کو خط لکھا کہ اپنا قیدی مجھ سے سنبھال لو اور جس کی تحویل میں دینا چاہو دے دو۔ اگر تم نے قیدی واپس نہ لیا تو میں اسے رہا کر دوں گا۔ میں نے پوری کوشش کی کہ اس کے خلاف کوئی ثبوت تلاش کر سکوں لیکن مجھے کوئی ثبوت نہیں ملا۔ میں سمجھتا تھا کہ قیدی مجھے یا تجھے بددعا دیتا ہوگا لیکن قیدی نے کبھی بددعا نہیں کی۔ وہ ہمیشہ خدا سے رحمت و مغفرت کا سوال کرتا رہتا ہے۔ (۱)

الغرض ہارون نے عیسیٰ سے امام کو واپس لیا اور بغداد میں فضل بن ربیع کی قید میں دے دیا۔ آپ طویل عرصہ تک فضل کی قید میں رہے۔ ہارون نے فضل بن ربیع سے کہا کہ وہ قیدی کا کام تمام کر دے لیکن اس نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔

ہارون نے امام علیہ السلام کو فضل بن یحییٰ کی قید میں دے دیا اور اس سے بھی یہی کہا کہ امام کی زندگی کا چراغ گل کر دے لیکن اس نے بھی ہارون کا حکم نہ مانا۔

ہارون کو علم ہوا کہ فضل بن یحییٰ نے امام کو اپنے ہاں پورے عزت و احترام سے ٹھہرایا ہوا ہے اور انہیں ہر طرح کی سہولت فراہم کی ہوئی ہے۔ اس وقت ہارون رقہ میں تھا۔ یہ سن کر ہارون کو سخت غصہ آیا اور اس نے اپنے خصوصی معتمد مسرور خاں کو واقعات کی تحقیقات کے لیے بغداد بھیجا اور اس نے عباس بن محمد اور سندی بن شاہک کے نام بھی خطوط

۱۔ اعلام الوریٰ میں لکھا ہے کہ ہارون نے عیسیٰ کو لکھا کہ قیدی کو قتل کر دو لیکن عیسیٰ نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ ہارون نے اپنا آدمی بھیج کر قیدی کو بغداد طلب کیا۔

روانہ کیے۔

مسرور بغداد آیا اور سیدھا فضل بن یحییٰ کے پاس گیا جہاں امام قید تھے۔ اس نے دیکھا کہ وہاں امام کو ہر طرح کی آسائش حاصل ہے۔ پھر اس نے عباس بن محمد اور سندی بن شاہک کو ہارون کے خطوط دیے۔ اس کے بعد اس نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو فضل کی نگرانی سے نکالا اور سندی بن شاہک کے سپرد کیا۔

امام کے ساتھ نیک سلوک روا رکھنے پر فضل بن یحییٰ کو ایک سو کوڑے مارے گئے۔ مسرور نے سارے حالات ہارون کو لکھ بھیجے۔ ہارون نے دربار میں کہا کہ لوگو! فضل بن یحییٰ نے میری نافرمانی کی ہے۔ میں اس پر لعنت کرتا ہوں تم بھی اس پر لعنت کرو۔ پورے دربار سے لعنت لعنت کی صدائیں بلند ہوئیں۔

فضل کے باپ یحییٰ بن خالد کو حالات کا علم ہوا تو وہ عقبی دروازہ کو عبور کر کے ہارون کے پیچھے آ کر کھڑا ہو گیا۔ ہارون کو علم نہ ہوا کہ یحییٰ اس کے عقب میں آ کر کھڑا ہے۔ اس نے ہارون سے کہا: امیر المومنین! آپ میری طرف توجہ فرمائیں۔

ہارون نے گھبرا کر دیکھا۔ یحییٰ نے کہا کہ فضل نوجوان ہے آپ کے ارادوں کی تکمیل میں کروں گا۔ یہ سنا تو ہارون کا چہرہ کھل اٹھا۔ اس نے لوگوں سے کہا کہ فضل نے میری نافرمانی کی۔ میں نے اس پر لعنت کی اب وہ توبہ کر چکا ہے۔ میں نے اسے معاف کر دیا ہے اب اس سے دوستی کا اظہار کرو۔

حاضرین کی صدائیں بلند ہوئے کہ ہم آپ کے دوستوں کے دوست اور دشمنوں کے دشمن ہیں۔

پھر یحییٰ بن خالد نے سندی کو بلایا اور امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو اس کی تحویل میں

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

دیا۔ جب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی وفات ہونے لگی تو آپ نے سندی سے فرمایا کہ عباس بن محمد کے پاس میرا ایک غلام رہتا ہے اسے یہاں بلاؤ۔

اسے بلایا گیا۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ میری وفات کے بعد مجھے غسل دینا۔ سندی نے کہا کہ ہم آپ کو کفن پہنائیں گے۔

امام نے فرمایا کہ مجھے تمہارے کفن کی ضرورت نہیں ہے۔ ہماری عورتوں کا حق مہر اور ہمارے حج کے اخراجات اور ہمارے فردوں کے کفن ہمارے پاکیزہ مال سے ہی کیے جاتے ہیں۔ میرے پاس میرا کفن موجود ہے۔

جب امام علیہ السلام کی وفات ہو گئی تو سندی اس وقت کے علماء، فقہاء اور معززین شہر کو لے آیا۔ ان میں ہثیم بن عدی بھی شامل تھا۔ سب نے امام کی لاش کو دیکھا اس پر تشدد کے نشانات موجود نہیں تھے۔ سب نے اس کی گواہی دی۔ آپ کے جنازہ کو زندان سے نکال کر پل بغداد پر رکھا گیا اور منادی نے یہ ندا دی:- (۱)

لوگو! یہ موسیٰ بن جعفر کی لاش ہے۔ یہ مر چکا ہے۔ اسے اچھی طرح سے دیکھو۔ لوگ آ کر آپ کا چہرہ دیکھنے لگے۔

ایک طالبی نے مجھے خبر دی کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے جنازہ پر یہ اعلان کیا گیا۔

لوگو! یہ موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کا جنازہ ہے جس کے متعلق روافض یہ گمان کرتے تھے کہ نہیں مریں گے۔ آؤ آ کر اسے دیکھو۔ لوگ آئے اور آپ کے جنازہ کو دیکھا۔

پھر آپ کا جنازہ اٹھا کر مقابر قریش (موجودہ کاظمین) میں لایا گیا۔ آپ کی قبر

۱۔ ہثیم بن عدی کا پورا نام ہثیم بن عدی بن عبد الرحمٰن الطائی ہے۔ یہ تاریخ اور ادب و انساب کا عالم تھا۔ یہ منصور، مہدی، ہادی اور رشید کا درباری تھا۔ یہ خوارج کا طرف دار تھا۔

بنی نوفل کی قبروں کے پاس بنائی گئی۔

محمد بن یعقوب نے علی بن ابراہیم، محمد بن عیسیٰ بن عبید، ابن ابی محمد بجار سے روایت کی ہے۔ اس نے کہا کہ مجھ سے بنی ہاشم کے ایک شیخ نے بیان کیا جس کا تعلق اہل قطیعۃ الربیع سے تھا اور وہ شخص با وثوق تھا۔ اس نے بیان کیا کہ تم شیعہ خاندان نبوت کے جن لوگوں سے عقیدت کا دم بھرتے ہو میں نے اس خاندان کے ایک شخص سے زیادہ صاحب فضیلت فرد نہیں دیکھا۔

(میں راوی) نے پوچھا کہ تم کس کی بات کرتے ہو اور تم نے اسے کب دیکھا تھا؟ اس شخص نے بیان کیا کہ سندی بن شاہک (امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا آخری زندان بان) نے اسی افراد کو جمع کیا جو کہ معززین شہر شمار ہوتے تھے۔ ان میں میں بھی شامل تھا۔ وہ ہمیں موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے پاس لے گیا اور کہا:

آپ حضرات اپنی آنکھوں سے اس شخص کو دیکھ لیں۔ کیا اس پر کوئی تشدد کیا گیا ہے؟ امیر المومنین اس سے برا سلوک نہیں کرنا چاہتے انھوں نے اسے اس لیے روکا ہے کہ وہ ان سے بحث و مناظرہ کرنا چاہتا ہے۔ پھر یہ بالکل ٹھیک اور تندرست ہے اور جملہ امور میں آزاد ہے۔ تم خود اس سے پوچھ لو۔ اس کے جواب میں موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے کہا: جہاں تک کھلے زندان کی بات ہے تو وہ ایسا ہی ہے جیسا کہ اس نے بتایا ہے لیکن میں تم سب لوگوں کو یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ مجھے سات کھجوروں میں زہر دیا گیا۔ کل میرا بدن سبز پڑ جائے گا اور پرسوں میری وفات ہو جائے گی۔

اس وقت میں نے سندی بن شاہک کو دیکھا وہ بید مجنوں کی طرح سے لرز رہا تھا۔ اس بحث کا نتیجہ یہ ہے کہ امام موسیٰ کاظم کی موت کے لیے دلائل کی ضرورت نہیں ہے۔

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

پورے بغداد کے فقہا، معززین اور اعلام نے اس کی گواہی دی ہے اگر اس کے باوجود بھی آپ کی موت ثابت نہیں تو پھر دنیا میں کسی کی بھی موت ثابت نہیں ہے۔ علاوہ ازیں یہ بھی ثابت شدہ حقیقت ہے کہ آپ نے اپنے فرزند علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام کو اپنا وصی مقرر کیا اور فرمایا کہ میری موت کے بعد میرے باقی معاملات سرانجام دینا۔ اگر آپ کے مقدر میں موت ہی نہ ہوتی تو اپنے فرزند کو اپنا وصی مقرر ہی کیوں کرتے؟

امام علی رضا علیہ السلام پر نص

اس عنوان کی بہت سی احادیث وارد ہیں۔ چند احادیث یہ ہیں۔

۱۔ محمد بن یعقوب کلینی، احمد بن حسن (۱) سہل بن زیاد، محمد بن علی بن عبداللہ المرزبان (۲)، ابن سنان سے روایت ہے کہ امام موسیٰ کاظمؑ کی عراق سے آمد سے ایک سال قبل میں ابوالحسن موسیٰ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؑ کے فرزند علی (رضا علیہ السلام) آپ کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ آپؑ نے مجھے دیکھا اور فرمایا:

محمد! اس سال ایک واقعہ پیش آئے گا اس پر پریشان نہ ہونا۔

میں نے عرض کیا مولا میں تو سن کر پریشان ہو گیا ہوں آخر کیا واقعہ پیش آئے گا۔

آپؑ نے فرمایا کہ مجھے اس احمق ظالم کے پاس لے جایا جائے گا۔

اس کے بعد خدا جو چاہے گا وہی کچھ ہوگا اور پھر فرمایا:

محمد! یاد رکھنا جو میرے اس فرزند پر ظلم کرے اور اس کی امامت کا انکار کرے تو گویا اس نے علی ابن ابی طالبؑ پر ظلم کیا اور ان کے بعد رسول حق کا انکار کیا۔

میں نے عرض کیا مولا! میں وعدہ کرتا ہوں اگر میں زندہ رہا تو اس کے حق کا اقرار

---

(۱) اس سے مقصد مراد ہے۔ (۲) الکافی میں محمد بن علی اور عبداللہ بن مرزبان لکھا ہے۔

کروں گا اور ان کی امامت کا اقرار کروں گا اور ان کی نسل کی امامت کو تسلیم کروں گا۔

آپؑ نے فرمایا:

محمد! تو نے سچ کہا، اللہ تیری عمر دراز کرے گا۔ تم اس کے حق کا اقرار کرنا اور اس کی امامت تسلیم کرنا اور اس کے بعد اس کے فرزند محمد (تقی علیہ السلام) کی امامت کا اقرار کرنا۔

۲۔ احمد بن مہران، محمد بن علی، محمد بن سنان، اسماعیل بن عباد القصری، داؤد رقی سے منقول ہے کہ میں نے ابوابراہیم (امام موسیٰ کاظم) علیہ السلام سے عرض کیا کہ مولا! میں بوڑھا ہو چکا ہوں، آپ میرا بازو پکڑ کر دوزخ سے بچائیں آپؑ کے بعد ہمارا امام کون ہوگا؟

آپ نے اپنے فرزند ابوالحسن علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا میرے بعد یہ تمہارا امام ہے۔

۳۔ حسین بن محمد، معلی بن محمد، احمد بن محمد بن عبداللہ، حسن، ابن ابی عمیر، محمد بن اسحاق بن عمار کا بیان ہے کہ میں نے ابوالحسن اول (امام موسیٰ کاظم) علیہ السلام سے عرض کیا:

کیا آپ میری رہنمائی نہ کریں گے کہ میں اپنا دین کس سے حاصل کروں؟

آپ نے فرمایا کہ میرا بیٹا علی تمہارا امام ہے۔ میرے والد نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے قبر رسولؐ پر لے گئے اور فرمایا تھا کہ فرزند اللہ نے فرمایا" انی جاعل فی الارض خلیفۃ" (البقرۃ/۳۰) اور جب خدا کوئی بات کہتا ہے تو اسے ضرور پورا کرتا ہے۔

۴۔ محمد بن یحیٰی، احمد بن محمد (بن عیسیٰ) حسن بن محبوب، حسین بن نعیم صحاف کا بیان ہے کہ میں اور ہشام بن الحکم اور علی بن یقطین بغداد میں تھے۔ اس محفل میں علی بن

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

یقطین نے کہا کہ میں عبد صالح (امام موسیٰ کاظم) علیہ السلام کے پاس بیٹھا ہوا تھا
آپ نے مجھے فرمایا:
علی بن یقطین! یہ علی میری اولاد کا سردار ہے۔ میں نے اسے اپنی کنیت عطا کی ہے۔
ہشام نے اپنا ہاتھ پیشانی پر مارا پھر کہا: افسوس! تو نے یہ بات کیسے کہہ دی ہے؟
علی بن یقطین نے کہا: خدا کی قسم! میں نے ان سے یہ بات سنی تھی۔
ہشام نے کہا: میں تجھے خبر دیتا ہوں کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے بعد امامت علی رضا علیہ السلام کی ہے۔

۵۔ ہمارے چند اصحاب، احمد بن محمد (بن عیسیٰ)، معاویہ بن حکیم، نعیم قابوسی بیان کرتے ہیں کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا:
میرا فرزند علی میرا بڑا فرزند ہے اور میرا سب سے زیادہ فرماں بردار ہے اور تمام اولاد سے مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے۔ وہ میرے ساتھ جفر کا مطالعہ کرتا ہے اور جفر کا مطالعہ یا تو نبی کرتا ہے یا پھر نبی کا وصی کرتا ہے۔

۶۔ احمد بن مہران، محمد بن علی، محمد بن سنان، علی بن الحکم، حسین بن مختار سے منقول ہے کہ حضرت ابوالحسن (امام موسیٰ کاظم) علیہ السلام جب زندان میں تھے تو ان کی طرف سے ہمارے پاس الواح پہنچی تھیں (جن میں لکھا تھا) میرا عہد میرے بڑے فرزند کے نام ہے کہ وہ فلاں فلاں کام کرے گا اور یہ سب میری موت کے بعد ہوگا۔

۷۔ احمد بن مہران، محمد بن علی، زیاد بن مروان القندی کا بیان ہے کہ میں ابوابراہیم کے پاس گیا ان کے پاس ان کا فرزند ابوالحسن (علی رضا) علیہ السلام موجود تھا۔
امام علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا:

پھر یہ اس فرزند کی تحریر میری تحریر ہے۔ اس کا کلام میرا کلام ہے۔ اس کا قاصد میرا قاصد ہے۔ اس کی ہر بات حرف آخر ہے۔

۸۔ احمد بن مہران، محمد بن علی، محمد بن الفضل (۱)، مخزومی۔ اس کی والدہ جعفر بن ابی طالب کی نسل سے تھی۔ اس کا بیان ہے: ہمارے پاس امام ابوالحسن موسیٰ کاظم علیہ السلام نے ہمارے پاس پیغام بھیجا۔ ہم جمع ہو گئے تو آپ نے فرمایا:
جانتے ہو کہ میں نے تمہیں کیوں اکٹھا کیا ہے؟
ہم نے نفی میں جواب دیا۔
آپ نے فرمایا: گواہ رہنا میرا یہ فرزند میرا وصی، میرا قائم مقام اور میرے بعد میرا جانشین ہے۔ جس نے مجھ سے قرض لینا ہو تو میرا یہ بیٹا میرا قرض اسے ادا کرے گا اور جس کے ساتھ میرا وعدہ ہو تو میرا بیٹا اس وعدہ کو پورا کرے گا۔ جس نے مجھ سے لازمی طور پر ملنا ہو تو وہ میرے بیٹے کی تحریر کے ساتھ ملاقات کرے۔

۹۔ احمد بن مہران، محمد بن علی، ابو علی خزاز، داؤد بن سلیمان کا بیان ہے کہ میں نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے عرض کیا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں کوئی واقعہ پیش نہ آ جائے اور میں آپ سے ملاقات نہ کر سکوں تو بتائیے آپ کے بعد امام کون ہوگا؟
فرمایا: میرا فلاں بیٹا یعنی ابوالحسن علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام۔

۱۰۔ ابن مہران، محمد بن علی، سعید بن ابی الجہم، نصر بن قابوس کا بیان ہے کہ میں نے ابو ابراہیم (امام موسیٰ کاظم) علیہ السلام سے عرض کیا کہ میں نے آپ کے والد ماجد سے پوچھا تھا کہ آپ کے بعد امام کون ہوگا تو انہوں نے مجھے آپ کے متعلق فرمایا

۱۔ الکافی کے بعض نسخوں میں "محمد بن فضیل" لکھا ہے۔

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

تھا۔ جب امام جعفر صادق علیہ السلام کی وفات ہوئی تو لوگ دائیں بائیں بکھر گئے لیکن میں نے اور میرے ساتھیوں نے آپ کی امامت کا عقیدہ رکھا تھا، اب آپ بیان کریں کہ آپ کے بعد امام کون ہوگا؟

آپ نے فرمایا میرا بیٹا فلاں۔ (۱)

۱۱۔ احمد، محمد بن علی، ضحاک ابن الاشعث، داؤد بن زربی کا بیان ہے کہ میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی خدمت میں کچھ مال لے کر گیا۔ آپؑ نے کچھ مال لیا اور کچھ چھوڑ دیا۔

میں نے کہا آپ نے یہ مال کیوں چھوڑا ہے؟

فرمایا کہ میرا جانشین مجھ سے اس کا مطالبہ کرے گا۔

الغرض امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی شہادت ہوگئی پھر ابوالحسن الرضا علیہ السلام نے مجھ سے اس مال کا مطالبہ کیا، میں نے ان کے سپرد کر دیا۔

۱۲۔ احمد بن مہران، محمد بن علی، علی بن الحکم، عبداللہ بن ابراہیم بن علی بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب، یزید بن سلیط سے ایک طویل حدیث نقل کی ہے کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے اپنی وفات کے سال فرمایا تھا:

اس سال مجھے گرفتار کیا جائے گا پھر معاملات میرے فرزند علیؑ کے سپرد ہوں گے۔ یہ حضرت علیؑ اور امام سجادؑ کا ہمنام ہے۔ پہلا علی، علی بن ابی طالب علیہ السلام ہے۔ دوسرا علی امام زین العابدین علیہ السلام ہے۔ میرے فرزند کو پہلے علی سے فہم، علم، نصرت، محبت، ذمہ داری اور ان کا امتحان میراث میں ملا ہے اور دوسرے علی سے

۱۔ عیون اور رجال کشی میں ہے کہ آپ نے فرمایا میرا بیٹا علی۔

آزمائش اور صبر میراث میں ملا ہے۔

۱۳۔ ابوالحسین محمد بن جعفر اسدی، سعد بن عبداللہ، اصحاب کی ایک جماعت جن میں محمد بن حسین بن ابی الخطاب، حسن بن موسیٰ الخشاب، محمد بن عیسیٰ بن عبید، محمد بن سنان شامل ہیں انھوں نے حسن بن حسن سے روایت کی ہے کہ میں نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے مسئلہ دریافت کیا تو فرمایا کہ تم اپنے امامؑ سے دریافت کرو۔

میں نے کہا کہ میرے امامؑ تو آپ ہی ہیں۔

آپؑ نے فرمایا کہ میرا فرزند علیؑ تمہارا امام ہے، میں نے اسے اپنی کنیت عطا کی ہے۔

میں نے کہا مولاؑ! مجھے دوزخ سے نکالیں، مجھے امام جعفر صادق علیہ السلام نے آپ کے متعلق فرمایا تھا کہ موسیٰ تمہارا امام ہے۔

آپؑ نے فرمایا کہ کیا میں قائم نہ تھا؟

پھر فرمایا حسن! یاد رکھو! ہر امام اپنے مقام پر قائم ہوتا ہے اور اس کی رحلت کے بعد اس کا جانشین قائم ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ ان سے غائب ہو جائے۔ ہم میں سے ہر امام اپنے مقام پر قائم ہے، تم جو معاملات مجھ سے کیا کرتے تھے وہی میرے فرزند کے ساتھ کیا کرو۔ اللہ کی قسم! میں نے اسے اپنی طرف سے امام نہیں بنایا بلکہ خدا نے اسے یہ منصب عطا کیا ہے۔

۱۴۔ احمد بن ادریس، علی بن محمد بن قتیبہ، فضل بن شاذان نیشاپوری، محمد بن سنان، صفوان بن یحییٰ، عثمان بن عیسیٰ، موسیٰ بن ابی بکر کا بیان ہے کہ ابوابراہیم (امام موسیٰ کاظم علیہ السلام) کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ آپ نے فرمایا (میرے والد) جعفر علیہ السلام فرماتے تھے۔

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

''وہ شخص خوش نصیب ہے جو اپنے جانشین کو خود دیکھ لے۔''

پھر آپ نے اپنے فرزند علی (رضا) کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا اللہ نے مجھے میرا جانشین عطا کیا ہے۔

۱۵۔ سعد بن عبداللہ، محمد بن عیسیٰ بن عبید، علی بن الحکم، اور علی بن حسن بن نافع، ہارون بن خارجہ کا بیان ہے جو مجھ سے ہارون بن سعد العجلی نے بیان کیا:

اسماعیل کی تو وفات ہو گئی ہے جس کی طرف تمہاری نگاہیں اٹھتی تھیں جب کہ جعفر صادق علیہ السلام بوڑھے ہیں چند دنوں تک ان کی وفات ہو جائے گی اور تم لوگ امام کے بغیر رہ جاؤ گے۔ میں نہ جانتا تھا کہ اسے کیا جواب دیا جائے۔

میں نے یہ بات امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کی تو امام علیہ السلام نے فرمایا:

ہیہات! ایسا نہیں ہو سکتا، اللہ اس بات سے انکار کرتا ہے کہ اس سلسلہ کو ختم نہ کرے گا جب تک کہ زمین و آسمان قائم ہیں۔

جب تمہاری اس سے ملاقات ہو تو اس سے کہنا کہ یہ موسیٰ بن جعفر علیہ السلام اب بڑا ہو رہا ہے۔ ہم اس کی شادی کریں گے اس سے اولاد ہو گی وہ میرا جانشین بنے گا۔

دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایک طویل حدیث میں فرمایا:

ہمارا صاحب اس کی صلب سے ظاہر ہو گا پھر آپ نے موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی طرف ہاتھ سے اشارہ کیا اور فرمایا کہ وہ ظلم و جور سے بھری زمین کو عدل و انصاف

سے بھر دے گا اور دنیا اس کے لیے صاف ہو گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

۱۶۔ ایوب بن نوح، حسن بن فضال کا بیان ہے کہ میں نے علی بن جعفر سے سنا انھوں نے کہا کہ میں اپنے بھائی موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے پاس تھا۔ وہ میرے والد کے بعد زمین پر حجت تھے اتنے میں ان کے فرزند علی (رضا) تشریف لائے تو آپ نے مجھے فرمایا:

میرے بعد یہ تمہارا امام ہے اور اسے وہی مقام ہے جو مجھے میرے والد کے ہاں حاصل تھا، اللہ تمھیں اس کے دین پر ثابت قدم رکھے۔

یہ سن کر میں رونے لگا، میں نے اپنے دل میں کہا کہ امام مجھے اپنی موت کی خبر دے رہے ہیں۔

پھر آپ نے مجھ سے فرمایا: علی! اللہ کی تقدیر نے ضرور پورا ہونا ہے۔ مجھ سے پہلے رسول خدا، علی المرتضیٰ، فاطمہ زہرا، حسنین کریمین علیہم افضل الصلوات والسلام بھی دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں اور وہ میرے لیے قابل تقلید نمونہ ہیں۔

یہ اس وقت کی گفتگو ہے جب کہ ہارون نے دوسری بار آپ کو قید نہ کیا تھا۔ یہ آپ کو دوبارہ گرفتاری سے تین دن پہلے کی بات ہے۔ الغرض اس مفہوم کی لاتعداد روایات کتب امامیہ میں موجود ہیں۔ ہر طالب تحقیق ان روایات کا مشاہدہ کر سکتا ہے۔

یہاں اتنی ہی روایات پر ہم اکتفا کرتے ہیں۔

اعتراض: اشکال:

اگر یہ کہا جائے کہ آپ صرف ان روایات پر انحصار کیوں کرتے ہیں اور ان

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

روایات کی وجہ سے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی وفات کا یقین کیسے کر لیتے ہیں جب کہ اس کے برعکس فرقہ واقفیہ سے تعلق رکھنے والے افراد ایسی روایات بھی بیان کرتے ہیں جن میں بیان کیا گیا ہے کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی وفات نہیں ہوئی اور انھیں قائم قرار دیا گیا ہے۔

یہ روایات واقفیہ کے علاوہ خود آپ کے محدثین کی کتابوں میں بھی موجود ہیں۔

آخر آپ ان روایات کی تطبیق کیسے کریں گے اور ان روایات کی موجودگی میں آپ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی وفات کا اقرار کیوں کرتے ہیں؟

جواب: ہم یہ کہتے ہیں کہ ہم نے یہ روایات بعنوان استظہار بیان کی ہیں۔ ہمیں امام علیہ السلام کی موت کے عقیدہ کے لیے ان روایات کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ ہمیں آپ کی موت پر شک ہی کبھی لاحق نہیں ہوا جس طرح سے آپ کے آباء دنیا سے رخصت ہوئے تھے اسی طرح سے آپ بھی اس جہان سے رخصت ہو چکے ہیں اور ہم سمجھتے ہیں کہ حضرت موسیٰ کاظم علیہ السلام کی موت پر شک کرنے والا ایسا ہی ہے جیسا ان کے آبائے طاہرین علیہم السلام کی موت پر شک کرنے والا ہو۔

واقفیہ کی روایات:

واقفیہ افراد نے جو روایات نقل کی ہیں وہ سب کی سب احاد ہیں جن کی وجہ سے کوئی حجت قائم نہیں ہوتی اور ان روایات کے تحت ان کے مفہوم کو صحیح نہیں سمجھا جا سکتا۔ ان روایات کے تمام راوی مطعون ہیں اور ان کی روایت اور ان کے اموال کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

واقفیہ کی بیان کردہ چند روایات ملاحظہ فرمائیں:۔

۱۔ عبداللہ بن سلیمان نے بیان کیا کہ اللہ نے حضرت موسیٰ بن عمران کے سامنے قائم

آل محمدؐ کی سیرت بیان کی تو حضرت موسیٰ نے عرض کیا:

خدایا! اسے بنی اسرائیل میں سے قرار دے۔ خدا نے فرمایا: نہیں ایسا نہ ہوگا۔

حضرت موسیٰ نے عرض کیا: خدایا! اسے میرا ہم نام بنا۔

خدا نے فرمایا کہ میں نے تیری یہ دعا قبول کی ہے۔ وہ تیرا ہی ہم نام ہوگا۔ اس روایت پر ہمیں دو اعتراض ہیں۔

پہلا اعتراض: آپ کی یہ روایت کسی امام سے منقول نہیں ہے۔

راوی نے صرف یہ کہا کہ "مجھے حدیث سے یہ بات پہنچی ہے"۔ ہر پہنچنے والی بات کا صحیح ہونا ضروری نہیں ہے۔ جہاں تک لفظ "قائم" کا تعلق ہے تو ہم پہلے ہی یہ حدیث نقل کر چکے ہیں کہ ہر امام اپنے زمانے کا قائم ہوتا ہے۔

۲۔ زید الشحام سے بھی سابقہ روایت منقول ہے۔ اس کا جواب ہم ابھی دے چکے ہیں۔ طحان، محمد بن مروان نے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے آپ سے کہا کہ لوگ بیان کرتے ہیں

۳۔ امیر المومنین علیہ السلام نے منبر کوفہ پر فرمایا تھا:

لو لم یبق من الدنیا الا یوم لطول اللہ ذلک الیوم حتیٰ یبعث اللہ رجلاً منی یملاھا قسطاً وعدلا کماملئت ظلماً وجوراً۰

اگر دنیا کے خاتمہ سے صرف ایک دن باقی ہو تو اللہ اس دن کو لمبا کر دے گا یہاں تک کہ اللہ میری نسل سے ایک مرد کو بھیجے گا جو ظلم و جور سے بھری دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔

تو کیا آپ وہی ہیں جن کی پیش گوئی امیر المومنین نے فرمائی تھی۔

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

آپ نے فرمایا: نہیں، میں وہ نہیں ہوں۔ وہ سمندر کا شگافتہ کرنے والے (حضرت موسیٰ علیہ السلام) ہیں۔

پہلی بات یہ ہے کہ یہ خبر واحد ہے اور خبر واحد پر عقیدہ کی بنیاد نہیں رکھی جا سکتی۔

ثانیاً احتمال ہے کہ آپ نے یہ فرمایا ہے کہ اگر موسیٰ کے ہم نام کو وسائل میسر آ جائیں تو وہ بھی زمین وجود سے بھری زمین کو عدل و انصاف سے بھرنے کی صلاحیت سے مالا مال ہوگا۔

۴۔ ابو محمد صیرفی، حسین بن سلیمان، قریش الکناسی، ابو خالد کابلی کا بیان ہے کہ میں نے امام علی زین العابدین علیہ السلام سے سنا ہے کہ قارون سرخ لباس پہنتا تھا اور فرعون سیاہ لباس پہنتا تھا اور اس نے لمبے بال رکھے ہوئے تھے۔ اللہ نے ان پر حضرت موسیٰ کو بھیجا تھا جو کہ بنی فلاں (بنی عباس) سیاہ لباس پہنیں گے اور لمبے بال چھوڑیں گے انھیں حضرت موسیٰ کے ہم نام سے تباہ کرے گا۔

۵۔ انھی اسناد سے منقول ہے کہ ہم نے امام زین العابدین علیہ السلام کے سامنے قائم کا ذکر کیا تو فرمایا: اس کا نام حجام کے ایک آلہ کا ہوگا یعنی حجام کے پاس اُسترا ہوتا ہے اور استرے کو عربی میں موسیٰ کہا جاتا ہے۔

مقصد یہ تھا کہ قائم کا نام "موسیٰ" ہوگا۔

یہ روایت اوّلاً تو خبر واحد ہے اور بغرض تسلیم اس کا یہ مفہوم ہوگا کہ قائم اسماعیل کی نسل کی بجائے موسیٰ کی نسل سے ہوگا۔

مثلاً حدیث میں آیا ہے: "الامامة فی قریش"

اس سے مراد اولاد قریش ہے اور اولاد در اولاد ہے۔

۶۔ جعفر بن سماعہ، محمد بن حسن، حسن بن ہارون کا بیان ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

میرا یہ فرزند ابو الحسن قائم ہوگا اور یہ حتمی امر ہے اور یہ ظلم و جبر سے بھری دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔ اس کی بھی وہی تاویل ہے جو ہم نے پہلے بیان کی ہے۔

عبد اللہ بن سلام، عبد اللہ بن سنان بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا، آپ نے فرمایا:

یہ بات حتمی ہے کہ میرا یہ بیٹا اس امت کا قائم ہے اور وہ صاحب السیف ہوگا۔ آپ نے اپنے ہاتھ سے اپنے فرزند حسنؑ کی طرف اشارہ کیا۔

بغرض تسلیم اس کا مقصد یہ ہے کہ ان کی نسل سے قائم ہوگا۔

۷۔ علی بن رزق اللہ، ابو الولید طرائفی کا بیان ہے کہ ایک رات میں امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس موجود تھا۔ آپ نے اپنے غلام کو آواز دے کر کہا کہ جاؤ اور میری اولاد کے سردار کو بلا لاؤ۔ غلام نے کہا وہ کون ہے؟ فرمایا کہ وہ ابو الحسن ہے۔

اس کے چند لمحات بعد پھر امامؑ نے میرے بازو کو تھپتھپایا اور فرمایا:

ابو الولید! میں دیکھ رہا ہوں کہ سیاہ پرچم ان مجالس میں لہرا رہے ہوں گے اس کے پاس ایسے ساتھی ہوں گے جو کہ پہاڑوں کو گرا دیں گے وہ جہاں سے گزریں گے تو اسے گرا دیں گے۔

میں نے کہا کیا یہ ہوگا؟

فرمایا: ابو الولید! یہ ظلم و ستم سے بھری ہوئی دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔ وہ اہل قبلہ کے ساتھ حضرت علیؑ جیسی سیرت اختیار کرے گا۔ وہ اللہ کے دشمنوں کو

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

قتل کرے گا یہاں تک کہ اللہ راضی ہو جائے گا۔ میں (راوی) نے کہا کیا سب کچھ اسی کے ہاتھ سے ہوگا؟ فرمایا: جی ہاں۔

امام نے مجھے فرمایا: اس کی پیروی کرنا، اطاعت کرنا اور اس کی تصدیق کرنا، تو عنقریب انہیں دیکھ لے گا۔ غالباً اس سے مراد یہ ہے کہ ان کے فرزند کے پرچم لہرائے جائیں گے۔

۸۔ عبداللہ، جمیل بن صالح، ابی سعید القماط کا بیان ہے کہ عبداللہ بن غالب نے بیان کیا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کے سامنے یہ عقیدہ پڑھا۔

فان تک انت المرتجیٰ اللذی نری
فتلک التی من ذی العلی فیک نطلب

اگر آپ ہی ہماری امیدوں کا مرکز ہیں تو ہم بلند و برتر سے آپ کے لیے ہی کچھ طلب کرتے ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ میں اس صفت کا مالک نہیں ہوں۔ اس کا مالک یہ ہے۔ پھر آپ نے اپنے فرزند ابوالحسن کی طرف اشارہ کیا۔

۹۔ ابوعبداللہ لذاذ، صارم بن علوان الجوخی کا بیان ہے کہ میں اور مفضل یونس بن ظبیان، فیض بن مختار اور قاسم --- شریک مفضل --- امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے، اس وقت اسماعیل وہاں بیٹھے تھے۔ فیض نے کہا کہ وہاں ایک مسئلہ پر اختلاف ہوا اور اسماعیل ناراض ہو کر محفل سے نکل گئے۔

فیض کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا: مولا! یہ کیا ہے ہم تو سمجھتے ہیں کہ آپ کا یہ فرزند آپ کا جانشین ہوگا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ نہیں، یہ میرا جانشین نہیں ہوگا اور میرا جانشین وہ ہے جو اس وقت سویا ہوا ہے۔ پھر آپ نے سوئے ہوئے فرزند موسیٰ کاظم کو اٹھا کر اپنے سینے پر لٹایا اور فرمایا کہ یہ میرا جانشین ہے اور یہ دنیا سے اس وقت تک نہ جائے گا جب تک ظلم و جور سے بھری ہوئی زمین کو عدل و انصاف سے نہ بھر دے۔

بفرض تسلیم اس روایت کا مقصد یہ ہے کہ مہدی علیہ السلام کا تعلق امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی اولاد سے ہوگا۔

۱۰۔ حنان بن سدیر، اسماعیل بزاز کا بیان ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اس معاملہ کا مالک وصیت کو بیس برس کی عمر میں یہ منصب اٹھانا ہوگا۔

اسماعیل نے کہا کہ ان سے کم سن فرد آج تک اس منصب پر فائز نہیں ہوا۔

اس روایت میں یہ تشریح کی گئی ہے کہ اس امر کے عمل چلانے والے کی عمر کیا ہوگی اور وہ شخصیت کون ہوگی، اس کی کوئی وضاحت موجود نہیں ہے اور راوی کی رائے کو چنداں اہمیت حاصل نہیں ہے۔

۱۱۔ ابراہیم بن محمد بن حمران، یحییٰ بن القاسم الحذاء(۱)

جمیل بن صالح، داؤد بن زربی کا بیان ہے کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے زندان سے مجھے پیغام بھجوایا کہ تم اس شخص یعنی یحییٰ بن خالد برمکی کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ تم سے ابوفلاں کہہ رہا ہے کہ تمہیں کس چیز نے اس سلوک پر آمادہ کیا جو تم نے مجھ سے کیا ہے۔ تو نے مجھے میرے وطن سے نکالا اور میرے اور میرے

۱۔ اس سے ابابصیر الاسدی مراد ہیں۔

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrililibrary.com

خاندان کے درمیان جدائی ڈالی۔

میں اس کے پاس گیا اور اسے امام کا پیغام پہنچایا مگر یحییٰ نے کوئی مثبت جواب نہ دیا۔ امام علیہ السلام نے مجھے فرمایا کہ دوبارہ جاؤ اور اس سے کہو کہ تم مجھے رہا کرتے ہو یا میں خود ہی اس زندان سے نکل جاؤں۔

اس روایت کو دوبارہ پڑھیں اور دیکھیں کہ اس میں ایسی کیا بات ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہو کہ حضرت موسیٰ کاظم ہی قائم ہیں۔

۱۲۔ ابراہیم بن محمد بن حمران، اسماعیل بن منصور زبالی کا بیان ہے کہ مقام باذرعات میں بندہ نے ایک بزرگ سے سنا جس کی عمر ایک سو بیس برس سے زیادہ تھی۔ اس بزرگ نے کہا کہ میں نے حضرت علی علیہ السلام سے سنا آپ نے منبر کوفہ پر فرمایا:

گویا میں حمیدہ کے فرزند کو دیکھ رہا ہوں کہ اس نے ظلم و جور سے بھری دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دیا ہے۔

ایک شخص کھڑا ہوا اور کہا:

امیرالمومنینؑ! وہ آپ کی نسل سے ہوگا یا کسی اور کی نسل سے ہوگا؟

فرمایا کہ وہ میری نسل سے ہوگا۔

اس روایت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ قائم آل محمدؐ کا تعلق بی بی حمیدہ کی نسل سے ہو گا۔ واضح رہے کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی والدہ کا نام حمیدہ تھا۔ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ کسی کے لیے یہ کہا جائے کہ وہ ابن فاطمہ ہے۔ اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ وہ حضرت فاطمہؑ کا سگا بیٹا ہے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ شخص نسل فاطمہؑ سے ہے۔ اسی طرح سے فرزند حمیدہ سے مراد یہ ہے کہ وہ حمیدہ خاتون کی نسل سے ہے۔

۱۳۔ حسین بن علی بن معمر، اپنے والد، عبداللہ بن سنان سے منقول ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا جب کہ آپ کے پاس خدا کی بداء کا ذکر کیا گیا تو فرمایا:

اللہ نے جو علم ملائکہ کے سپرد کیا اور ملائکہ نے رسولوں کے سپرد کیا اور رسولوں نے انسانوں کے حوالے کیا تو اس میں بداء کی گنجائش نہیں ہے۔ یہ حتمی بات ہے کہ میرا یہ فرزند قائم ہے۔

اس روایت میں امام علیہ السلام نے یہ واضح کیا کہ میرا یہ بیٹا قائم ہوگا۔ ہم احادیث کے ذریعہ سے پہلے ہی یہ واضح کر چکے ہیں کہ ہر امام اپنے زمانہ کا قائم ہوتا ہے لہٰذا اگر امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو قائم کہا گیا تو بالکل درست ہے۔

۱۴۔ اقبالۃ۔۔۔ہثیم صیرفی کا بھائی۔۔۔کا بیان ہے کہ الاصطخری نے مجھ سے بیان کیا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

میں گویا دیکھ رہا ہوں کہ حمیدہ کا فرزند منبر پر بیٹھا ہوا ہے کہ زمین کا شرق و غرب اس کا مطیع ہو چکا ہے۔

اس روایت کا یہی مقصود ہے کہ قائمؑ اس محمد نسل حمیدہ سے ہوں گے۔

۱۵۔ محمد بن عطا ضرغامہ، جلاد اللؤلؤی، سعید کی کا بیان ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے ہاں اس کا مقام تھا۔ اس سے امام علیہ السلام نے فرمایا:

سعید! جب بارہ میں سے چھ چلے جائیں ساتویں کو خدا فتح دے گا۔ ہم اہل بیت کے پانچ افراد حکومت کریں گے۔ چھٹے کے ہاتھ پر سورج مغرب سے طلوع ہوگا۔

اس روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ امام بارہ ہوں گے اس کے بعد جو تفصیل بیان کی گئی ہے اس سے مذہب اسماعیلیہ کے نظریات کا استحکام ہوتا ہے۔

Presented by: https://jafrililibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

۱۶۔ عبداللہ بن جبلہ، مسلمہ بن جناح، حازم بن حبیب کا بیان ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا:

میرے والدین مر گئے ہیں۔ اللہ کا مجھ پر بڑا احسان ہے خدا نے مجھے وسیع رزق دیا ہے۔ کیا میں ان کی طرف سے صدقہ کر سکتا ہوں اور حج کر سکتا ہوں؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں! پھر آپؑ نے فرمایا:

ابو حازم! اگر کوئی شخص تجھے آ کر یہ خبر دے کہ یہ مر گیا ہے اور اسے غسل و کفن دیا گیا ہے تو اس کی بات کی تصدیق نہ کرنا۔

روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ قائم بالامر اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک وہ اس امر کو قائم نہ کر لے۔ اس میں یہ بیان نہیں کیا گیا کہ وہ کون ہو گا۔

اس روایت میں دراصل یہ بیان کیا گیا ہے کہ کچھ لوگ یہ کہیں گے کہ صاحب الامر کی موت واقع ہو جائے گی اور ان کی تجہیز و تکفین بھی کر دی جائے گی۔ پھر ایک عرصہ بعد خدا انھیں زندہ کرے گا اور وہ قیام کریں گے۔

حدیث کے ان الفاظ سے لوگوں کے اس نظریہ کی تردید کی گئی ہے۔

۱۷۔ ابو محمد صیرفی، عبدالکریم بن عمرو، ابو بصیر کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا:

میں گویا یہ منظر دیکھ رہا ہوں کہ میرے فرزند ابوالحسن کو بنی فلاں (بنی عباس) گرفتار کریں گے۔ وہ ایک عرصہ تک ان کے پاس قید رہیں گے پھر ان کے ہاتھوں سے رہا ہو جائیں گے اور اپنے ایک بیٹے کے ہاتھ کو پکڑ کر "رضویٰ" نامی پہاڑ میں چلے جائیں گے۔ (۱)

۱۔ رضویٰ --- مدینہ منورہ کا ایک پہاڑ ہے۔

اگر اس روایت کو ظاہری الفاظ پر محمول کیا جائے تو یہ سراسر جھوٹ اور خلاف واقعہ ہے کیونکہ آپ جب پہلی بار قید سے رہا ہوئے تھے تو کوہِ رضویٰ میں نہیں گئے تھے اور پھر جب آپ دوبارہ قید ہوئے تو اس میں ہی نہیں دے پائی تھی۔

روایت میں یہ بھی نہیں ہے کہ وہ رضویٰ میں جا کر غائب ہو جائے گے پھر وہاں سے قیام کر کے دنیا میں آئیں گے لہٰذا اس سے واقفیہ کے دعویٰ کا اثبات نہیں ہوتا۔

۱۸۔ جعفر بن سلیمان، داؤد صری، علی بن ابی حمزہ نے روایت کی ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر کوئی تجھ سے آ کر یہ کہے کہ میرا فرزند بیمار ہے اور اس کا علاج ہوا لیکن وہ زندہ نہ رہا اسے غسل و کفن دے کر لحد میں اتار دیا گیا ہے تو پھر بھی اس کی بات کی تصدیق نہ کرنا۔

یہ روایت ابن ابی حمزہ سے منقول ہے وہ خود واقفی المذہب تھا۔ ہم آئندہ صفحات میں اس کے واقفی ہونے کے سبب کو بھی بیان کریں گے۔

بفرض تسلیم امامؑ نے یہ بتایا ہے کہ میرا یہ بیٹا بیماری سے بھی موت نہیں مرے گا بلکہ زندان میں اس کی وفات ہو گی۔

۱۹۔ سلیمان بن ابی داؤد، علی بن ابی حمزہ کا بیان ہے کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے مجھ سے کہا کہ اگر کوئی تجھ سے کہے کہ موسیٰ کاظم علیہ السلام بیمار ہوا اس کا علاج کیا گیا پھر اس کی موت واقع ہو گئی اور اسے دفن کر دیا گیا تو اس کی تصدیق نہ کرنا۔

اس کا موجب وہی ہے جو ہم نے روایت نمبر 18 کا دیا ہے۔

۲۰۔ امین بن عبدالرحمن بن امین کا بیان ہے کہ جس سال امام کاظم علیہ السلام قید ہوئے تو اسی سال یہ مجھے عبداللہ بن بکیر نے عبداللہ کاہلی کے پاس بھیجا۔ یہ مہدی عباسی کا

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

دور تھا، اور کہا کہ تم جا کر انھیں میرا اسلام کہو اور یہ کہو کہ مجھے ابو المعیذ ارنے آ ج ے
تیس برس پہلے تمھاری مسجد میں یہ کہا تھا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ
صاحب الامر دو بار عراق جائے گا۔ پہلی بار جلد رہا ہو جائے گا اور بادشاہ سے انعام
پائے گا۔

پھر دوسری بار قید ہوگا اور طویل عرصہ تک زندان میں رہے گا پھر زبردستی وہ ان کی
زندان سے نکل جائے گا۔

یہ روایت خبر واحد ہے اور احتمال یہ ہے کہ وہ زبردستی ان کی قید سے نکل جائے گا۔
پہلے شاید نامراد ہو کر موسیٰ کاظم علیہ السلام ان کے زندان سے نکل کر خدا کی بارگاہ
میں چلے جائیں گے۔

۴۔ ابراہیم بن محمد بن قران اور حمران، ہیثم بن واقد جرزی، عبداللہ رجانی کا بیان ہے
کہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس بیٹھا تھا کہ اتنے میں عبداللہ صالح
(موسیٰ کاظم علیہ السلام) تشریف لائے۔ آپ نے فرمایا عبداللہ! اس امر کے
صاحب کو گرفتار کیا جائے گا۔ طویل عرصہ تک قید رہے گا پھر حکمران ان کے قتل کا
ارادہ کریں گے تو وہ اسم اعظم کے ساتھ خدا سے دعا کرے گا اور وہ اس کے ہاتھوں
سے آزاد ہو جائے گا۔

بغرض تسلیم احتمال یہ ہے کہ آپ کی وفات ہو جائے گی۔

۴۲۔ بعض اصحاب، ابو محمد بزاز، عمرو بن منہال القماط، حدیہ سابا طی راوی ہے کہ امام
جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:
ابو الحسن کی دو غیبتیں ہوں گی۔ ایک چھوٹی ہوگی دوسری طویل ہوگی یہاں تک کہ

ہمارے پاس آئے گا۔

کوئی یہ سمجھتا ہو کہ یہ مر گیا اور ان پر جنازہ پڑھا گیا اور دفن کیا گیا اور ان کی قبر پر مٹی
ڈالی گئی ہے تو وہ جھوٹا ہوگا۔ اس وقت تک اس کی موت واقع نہیں ہوتی جب تک وہ
دوسرے وصی کو مقرر نہ کرے، وصی کا جانشین وصی ہوتا ہے۔

اس روایت میں اس شخص کی تکذیب کی گئی ہے جو یہ کہتا ہو کہ امام وصی مقرر کیے بغیر
دنیا سے رخصت ہو گیا۔

۴۳۔ عبداللہ بن سلام، ابو ہریرہ زرعہ، مفضل کا بیان ہے میں امام جعفر صادق علیہ السلام
کے پاس بیٹھا تھا اتنے میں ابو الحسن اور محمد آئے ان کے ساتھ عناق تھا۔ ابو الحسن
میرے ساتھ بیٹھے میں نے انھیں بوسہ دیا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

یہ تمھارا صاحب ہے بنی عباس اسے گرفتار کریں گے پھر وہ ان کے ہاتھ سے نکل
جائے گا پھر لوگوں پر اس کا معاملہ لوگوں پر مخفی ہو جائے گا۔ اس کے لیے جاسوس
مقرر کیے جائیں گے اور دل یوں پریشان ہوں گے جیسا کہ سمندر میں کشتی ڈانواں
ڈول ہوتی ہے۔ پھر اس کے ہاتھوں پر دین و دنیا کی کشائش کا اظہار ہوگا۔

اس روایت کا یہی مقصد ہے کہ موسیٰ کاظم کی اولاد میں سے امام قائم ظہور کریں گے۔

۴۴۔ حنان، ابی عبدالرحمن مسعودی، منہال بن عمرو، ابی عبداللہ نعمان سے روایت ہے کہ
امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ صاحب العصر ایک عرصہ تک قید رہے گا اور
مر جائے گا اور ایک عرصہ کے لیے بھاگ جائے گا۔

اس روایت میں بیان ہوا ہے کہ وہ ایک عرصہ کے لیے مر جائے گا۔ یہ بات واقفیہ

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

کے نظریات کے خلاف ہے اور پھر یہ کہا گیا ہے کہ وہ بھاگ جائے گا جب کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے زندان سے بھی فرار نہ کیا تھا۔ اس بات سے تو کوئی بھی اتفاق نہیں کرتا لہٰذا "یموت حیا" کے جملے کی یہ تاویل ممکن ہے کہ اس کا ذکر مرجائے گا۔

۲۵۔ بحر بن زیاد، عبداللہ الکاحلی کا بیان ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:
اگر کوئی شخص تمہیں آ کر یہ خبر دے کہ میرا یہ بیٹا مریض ہے اور اس کی وفات ہوئی ہے اور اسے غسل وکفن دے کر اور جنازہ پڑھ کر دفن کیا گیا ہے، تو اس کی تصدیق نہ کرنا۔ اور لازم ہے کہ وہ ایسا ہو۔

جب عبداللہ کاحلی نے مکہ میں یہ روایت بیان کی تو محمد بن زیاد التیمی نے اس سے کہا۔ ابو یحییٰ! یہ تو عظیم فتنہ ہے۔

کاہلی نے کہا کہ اس کا حصہ بھی تو بہت بڑا ہے۔ بڑھاپے میں غیبت اختیار کرے گا اور جوان بن کر واپس آئے گا۔ اس میں یونس کی صفت موجود ہوگی۔

بفرض تسلیم روایت کا یہ مفہوم ہے کہ موسیٰ کاظم علیہ السلام بیماری سے طبعی موت نہیں مریں گے اور یہ بات درست ہے۔

۲۶۔ احمد بن حارث نے اپنے اسناد سے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی کہ جب قائم قیام کرے گا تو لوگ کہیں گے کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے اس کی تو ہڈیاں تک گل سڑ چکی ہیں۔

بفرض تسلیم روایت میں ان لوگوں کی تردید کی گئی ہے جن کا یہ عقیدہ ہوگا کہ صاحب الامر مر جائیں گے پھر اللہ انہیں زندہ کرکے دنیا میں بھیجے گا۔

۲۷۔ سلیمان بن داؤد، علی بن ابی حمزہ، ابو بصیر کا بیان ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے سنا کہ صاحب الامرؑ میں چار انبیاء کی سنتیں ہوں گی۔

اس میں ایک سنت موسیٰؑ کی ہوگی، ایک سنت عیسیٰؑ کی ہوگی، ایک سنت یوسفؑ کی ہوگی، ایک سنت حضرت محمد مصطفیٰ صلی علیہ وآلہ وسلم کی ہوگی۔

موسیٰؑ کی طرح سے وہ خائف ہو کر چھپ جائے گا۔ یوسف کی طرح سے زندان میں جائے گا۔ اور اس میں عیسیٰ کی یہ سنت ہوگی کہ کہا جائے گا کہ وہ مرگیا ہے جب کہ وہ مرا نہیں ہوگا۔

اور محمد مصطفیٰؐ کی صفت یہ ہوگی کہ وہ تلوار لے کر ظالموں سے جہاد کرے گا۔

اس روایت پر ہمیں اعتراض نہیں ہے کیونکہ یہ صفات صاحب الزمانؑ میں موجود ہیں۔ اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ آپ جسے صاحب الزمانؑ مانتے ہیں وہ تو زندان میں نہیں گئے۔ (۱)

(۱۔ زندان کا مطلب ہے کہ ان سے کوئی خصوصی ملاقات کا دعویٰ نہیں کرسکتا اور خصوصیت کے ساتھ کوئی انہیں شکل وصورت سے پہچانتا نہیں۔ "عرض مصحح: سید علی جواد الحسن نقوی")

ہم کہیں گے کہ ظاہری طور پر تو زندان میں نہیں گئے اور یہ ترغیبات نہیں کہ وہ عینیت میں ہیں کوئی ان سے مل نہیں پایا۔

۲۸۔ علی بن عبداللہ، زرعہ بن محمد، مفضل بیان کرتے ہیں کہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا کہ بنی عباس میرے اس بیٹے کو تنگ کریں گے لیکن وہ ان تک رسائی حاصل نہ کر پائیں گے۔ پھر فرمایا کہ کوئی چیخنے والی نہیں چیخے گی اور کوئی میراث تقسیم نہ کی جائے گی اور کوئی کنیز فروخت نہ کی جائے گی۔

Presented by: https://jafrilibrary.com

۲۹۔ احمد بن علی، محمد بن حسین بن اسماعیل، عبدالرحمن بن حجاج کا بیان ہے کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام فرماتے تھے:

بنی فلاں (بنی عباس) مجھے پکڑ کر زندان میں ڈالیں گے اگرچہ زندان کا عرصہ طویل ہوگا لیکن مجھے سلامتی ملے گی۔

بغرض تسلیم۔۔۔ پہلی روایت کا مقصد یہ ہے کہ بنی عباس امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے دین اور ان کی امامت کے ابطال تک رسائی حاصل نہ کر سکیں گے۔

اس کا مقصد نہیں ہے کہ وہ آپ کو زندان میں نہیں ڈالیں گے کیونکہ آپ کا زندان میں جانا تو مسلمہ حقیقت ہے اور دوسری روایت میں جس سلامتی کی بات کی گئی ہے تو اس سے آپ کے دین کی سلامتی مراد ہے۔

۳۰۔ ابراہیم بن مستنیر، مفضل کا بیان ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

اس امر کے صاحب کی دو غیبتیں ہوں گی: ایک طویل ہوگی یہاں تک کہ کہا جائے گا کہ وہ مر چکا ہے اور کچھ کہیں گے کہ قتل ہو چکا ہے۔ اس کے امر پر اس کے تھوڑے سے اصحاب ہی باقی رہیں گے۔ کوئی بھی اس کی جگہ اور اس کے امر سے واقف نہ ہوگا بس اس کا ایک غلام سب کچھ جانتا ہوگا جو اُن کا خدمت گار ہوگا۔

یہ روایت ہمارے موقف کی تائید کرتی ہے کیونکہ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ صاحب الزمان کی دو غیبتیں ہیں۔ پہلی غیبت میں آپ کے حالات کا علم سفراء اربعہ کی وساطت سے ہوتا تھا اور پھر جب غیبت کبریٰ شروع ہوئی تو وہ روابط منقطع ہو گئے۔ یہ حالت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو میسر نہیں ہوئی تھی۔

۳۱۔ علی بن معاذ کا بیان ہے کہ میں نے صفوان بن یحییٰ سے کہا کہ تو نے علیؑ (رضا) کے

متعلق یہ عقیدہ کیوں قائم کر لیا۔ اس نے جواب دیا کہ میں نے نمازیں پڑھیں، اللہ سے دعائیں مانگیں اور استخارہ کیا اس سے مجھے یقین ہو گیا۔

اس روایت میں واقفیہ نے امام علی رضا علیہ السلام کے ایک جاننے والے پر یہ طعن کیا ہے کہ اس نے استخارہ کی مدد سے علی رضا علیہ السلام کی امامت کو مان لیا تھا۔

ہم سمجھتے ہیں کہ ایک فاضل شخص عقیدہ امامت کے لیے استخارہ کرنے کا ذکر نہیں کر سکتا۔ اس طرح سے واقفیہ نے امام علی رضا علیہ السلام کے ماننے والوں کو اپنے تئیں احمق ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور عقائد میں اس طرح کی طرز یہ روایات کی گنجائش نہیں ہوتی۔

۳۲۔ بقباہ کا بیان ہے کہ میں نے صفوان بن یحییٰ، ابن جندب اور ان کے مشائخ کی جماعت سے پوچھا کہ تم نے امام علی رضا علیہ السلام کی امامت کا فیصلہ کیسے کر لیا؟ آخر اس کی کیا وجہ بنی؟

ب نے کہا اور تو کوئی بات نہیں ہے کہ ہم سے یہ بات البیزنطی (۱) نے کہی ہے۔

میں نے کہا کہ تم پر تباہی ہو تم اپنے آپ کو مشائخ شیعہ کہلاتے ہو اور حالت یہ ہے کہ تم مجھے ایک کذاب مرد کے پاس بھیج رہے ہو کہ میں اس کے پاس جاؤں اور اس کی بات کو قبول کروں۔

اس روایت کا بھی یہی جواب ہے جو ہم نے سابقہ روایت کا دیا ہے۔

۳۳۔ ہمارے بعض اصحاب سے پوچھا گیا کہ علی بن رباط سے پوچھا گیا کہ کیا امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے علی رضا علیہ السلام کے متعلق یہ کہا تھا۔

۱۔ یعنی علی ابن ابی حمزہ (مصحح)

Presented by: https://jafrilibrary.com

علی میرا فرزند ہے، میرا وصی ہے اور میرے بعد امام ہے اور میرا جانشین ہے یا اس طرح کے کوئی الفاظ کہے تھے؟

علی بن رباط نے کہا: نہیں۔

بفرض تسلیم اس روایت سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ ابن رباط نے یہ بات نہیں سنی تھی لیکن اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ اوروں نے بھی نہیں سنی تھی جب کہ ہم نے امام علی رضا علیہ السلام کی امامت کی نصوص پیش کر چکے ہیں لہٰذا یہ اعتراض ساقط ہو جاتا ہے۔

۳۳۔ ابوبکر ارجنی نے عبداللہ بن مغیرہ سے پوچھا کہ تو نے علی رضا علیہ السلام کی امامت کا عقیدہ کیسے قائم کیا؟

اس نے جواب دیا کہ مجھ سے سلمی نے بیان کیا ہے کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی نظر میں علی رضا علیہ السلام کو جو مقام حاصل تھا وہ کسی اور فرزند کو حاصل نہ تھا۔ اس کا جواب بھی وہی ہے جو سابقہ روایات کا ہے۔

طرفہ یہ ہے کہ دین، تقویٰ میں ممتاز افراد پر غیر معروف لوگوں کی حکایات سے طعن و تشنیع کی گئی ہے۔ پھر اس پر قناعت نہیں کی گئی ان مجہول روایات کو ابطال مذہب کا ذریعہ بنایا گیا۔

یہ واضح عصبیت اور تجاہل عارفانہ کی بدترین مثال ہے۔ اگر ہمارے مخالفین میں سے کوئی مشہور مرد بھی ایسی روایات نقل کرتا تو وہ ہمارے لیے حجت نہ ہوتیں اور ہم یہ کہہ کر رد کر دیتے کہ یہ روایات ضعیف ہیں ان کو غیر ثقہ افراد نے بیان کیا ہے لیکن یہاں روایات میں بے حد اضطراب پایا جاتا ہے اور بعض روایات ایسی بھی ہیں جن

میں خود راوی کو شک تھا اور اگر وہ خود شک میں مبتلا نہ ہوتا تو وہ اس طرح کی شروعات سے پرہیز کرتا۔

فرقہ واقفیہ کیوں کر وجود میں آیا؟

ثقات بیان کرتے ہیں کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی وفات کا انکار کرنے والے ابتدا میں یہ افراد تھے

۱۔ علی بن ابی حمزہ بطائنی

۲۔ زیاد بن مروان القندی

۳۔ عثمان بن ابن عیسیٰ الرواسی

یہ لوگ طالب دنیا تھے۔ انھوں نے امام علیہ السلام کے اموال کو ہضم کرنے کے لیے یہ تدبیر کی اور چند لوگوں حمزہ بن بزیع، ابن المکاری، کرام الخثعمی جیسے لوگوں کو خاصی رقم دے کر اپنے ساتھ ملایا اور یہ اعلان کر دیا کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی وفات ہی نہیں ہوئی وہ تو زندہ ہیں اور زمانے کے آخر میں ظاہر ہوں گے۔

اس طرح سے ان کے پاس امام علیہ السلام کا جو مال تھا انھوں نے وہ سارا مال ڈکار لیا اور امام علی رضا علیہ السلام کی امامت کا انکار کر دیا۔

اگر وہ امام علی رضا علیہ السلام کی امامت کا اقرار کرتے تو انھیں وہ دولت امام کو واپس کرنا پڑتی لیکن ان دنیا طلب افراد نے نیا مذہب ایجاد کر لیا اور اس طرح سے اموال امام پر قابض ہو گئے۔

اس سلسلے کی چند روایات سطور ذیل میں نقل کی جاتی ہیں۔

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

١۔ محمد بن یعقوب، محمد بن یحییٰ عطار، محمد بن احمد، محمد بن جمہور، احمد بن مفضل، یونس بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی وفات ہوئی تو اس وقت آپ کے جملہ وکلاء کے پاس بہت زیادہ مال تھا اور یہی چیز ان کے عقیدہ وقف اور امامؑ کی وفات کے انکار کا سبب بنی۔

زیاد بن مروان القندی کے پاس ستر ہزار دینار تھے اور علی بن ابی حمزہ کے پاس تیس ہزار دینار تھے۔

جب میں نے ان لوگوں کی یہ حالت دیکھی تو میں نے حق کا اعلان کیا اور امام علی رضا علیہ السلام کی امامت کا عقیدہ رکھا اور میں نے لوگوں کو امام علی رضا علیہ السلام کی امامت کا عقیدہ اپنانے کی دعوت دی تو زیاد بن مروان اور علی بن ابی حمزہ نے مجھے پیغام بھیجا اور کہلا بھیجا کہ تم ایسا کیوں کر رہے ہو؟ اگر تمہیں رقم کی ضرورت ہے تو ہم تمہیں مالا مال کر دیں گے اور کہلا بھیجا کہ ہم تمہیں دس ہزار دینار دینے کو تیار ہیں۔

لیکن میں نے ان کی پیش کش کو ٹھکرا دیا اور کہا کہ آئمہ صادقین سے منقول ہے:

"اذا ظهرت البدع فعلى العالم ان يظهر علمه فان لم يفعل سلب نور الايمان"

جب بدعات ظاہر ہو جائیں تو عالم کا فریضہ ہے کہ وہ اپنے علم کو ظاہر کرے اگر ایسا نہ کرے گا تو اس سے نور ایمان سلب ہو جائے گا۔

میں کسی بھی قیمت پر جہاد نہیں چھوڑوں گا۔

اس وجہ سے ان دونوں نے مجھ سے دشمنی کا اعلان کر دیا۔

٢۔ محمد بن الحسن آلولید، صفار، سعد بن عبداللہ الاشعری، یعقوب بن یزید انباری، بعض اصحاب سے منقول ہے:

جب حضرت ابوابراہیم (امام موسیٰ کاظم) علیہ السلام نے وفات پائی تو اس وقت زیاد قندی کے پاس ستر ہزار دینار تھے اور عثمان بن عیسیٰ الرواسی کے پاس تیس ہزار دینار تھے اور پانچ کنیزیں تھیں اور وہ مصر میں رہائش پذیر تھا۔

امام علی رضا علیہ السلام نے ان کے پاس پیغام بھیجا کہ تمہارے پاس جو میرے والد کا مال اثاثہ موجود ہے وہ سارا مال لے کر میرے پاس آ جاؤ۔ میں اپنے والد کا وارث اور ان کا قائم مقام ہوں، ہم نے والد کی خیرات کو تقسیم کرنا ہے اور اس حالت میں تمہیں مال رکھنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

اس کے جواب میں ابن ابی حمزہ نے صاف انکار کر دیا اور کسی بھی چیز کا اعتراف نہ کیا اور یہی کچھ قندی نے کیا۔

عثمان بن عیسیٰ نے آپؑ کو خط لکھا کہ آپؑ کے والد صلوات اللہ علیہ کی وفات ہی نہیں ہوئی اور وہ زندہ اور قائم ہیں اور جو ان کی موت کی بات کرے وہ باطل پر ہے۔ آپؑ کے والد نے مجھے کوئی حکم نہ دیا تھا کہ میں ان کا مال آپ کو واپس کروں اور جہاں تک کنیزوں کا تعلق ہے تو میں نے انہیں آزاد کر کے ان سے شادی کر لی ہے۔

٣۔ احمد بن محمد بن سعید بن عقدہ، محمد بن احمد بن نصر التیمی نے کہا کہ میں نے حرب بن حسن الطحان سے سنا، اس نے یحییٰ بن حسن علوی سے روایت کی ہے۔ یحییٰ بن ساور نے کہا:

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

شیعوں کی ایک جماعت اکٹھی ہوئی ان میں علی بن ابی حمزہ بھی شامل تھا۔ اس نے کہا کہ علی بن یقطین امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے پاس گئے اور ان سے چند مسائل دریافت کیے۔ امام نے سب مسائل کے جواب دیے۔

پھر امام نے فرمایا:

علی! تیرا حاکم مجھے قتل کرے گا۔

یہ سن کر علی بن یقطین رونے لگے اور کہنے لگے، مولاؑ! کیا میں بھی اس گناہ میں شریک ہوں گا؟

فرمایا: علی! نہیں، تو اس جرم میں شریک نہ ہوگا اور میرے قتل کے وقت تو موجود نہ ہوگا۔

علی بن یقطین نے عرض کیا، مولاؑ! آپ کے بعد ہمارا امام کون ہوگا؟

فرمایا میرا یہ فرزند علی تمہارا امام ہے جنھیں میں چھوڑ کر مر جاؤں گا یہ ان سب سے افضل ہوگا۔ اسے میرے ہاں وہی مقام حاصل ہے جو میرے والد کی نظر میں میرا مقام تھا۔ میرے شیعوں کو جن چیزوں کی احتیاج ہوگی ان تمام باتوں کا علم اس کے پاس ہے۔ یہ دنیا اور آخرت میں سردار ہے اور یہ مقربین میں سے ہے۔

یحییٰ بن حسن نے حرب سے کہا کہ پھر کیا بات ہوئی کہ علی بن حمزہ نے امام علی رضا علیہ السلام کی مخالفت کیوں کی؟

اس نے کہا کہ میں نے یہی بات یحییٰ بن ساور سے پوچھی تھی۔ اس نے جواب دیا تھا کہ اس کے پاس امام کا مال تھا، اس نے مال ہضم کرنے کے لیے یہ حرکت کی تھی اور اس طرح سے اس نے دنیا و آخرت کی شفاعت قطع کر لی ہے۔

۳۔ علی بن حبش بن قونی، حسین بن احمد بن حسن بن علی بن فضال کا بیان ہے کہ میرے چچا علی بن حسن بن فضال کے پاس بغداد کا ایک بزرگ آیا کرتا تھا اور وہ میرے چچا سے ہنسی مزاح بھی کیا کرتا تھا، ایک دن اس نے کہا:

اے گروہ شیعہ: روئے زمین پر تم سے زیادہ بدتر اور کوئی نہیں ہے۔

میرے چچا نے کہا کہ اس کی وجہ بھی بیان کرو۔

اس نے کہا کہ میں احمد بن ابی بشر السراج کا داماد ہوں۔ جب وہ مرنے لگا تو اس نے مجھ سے کہا کہ میرے پاس موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے بارہ ہزار دینار امانت ہیں۔

اب میں یہ گواہی دیتا ہوں کہ موسیٰ کاظم علیہ السلام کی وفات ہی نہیں ہوئی خدا کے لیے مجھے دوزخ سے بچاؤ اور یہ رقم علی رضا علیہ السلام کے حوالے کرو لیکن ہم نے ایک درہم بھی واپس نہیں کیا۔

مجھے یقین ہے کہ میرا سسر دوزخ میں جل رہا ہوگا۔

سوال یہ ہے کہ جس مذہب کے بانی اس طرح کے ہوں تو ان کی روایات پر کیسے بھروسہ کیا جا سکتا ہے؟

مذہب واقفیہ کے رُواۃ سب کے سب مطعون ہیں۔

ان پر علماء نے تنقید کی ہے اور ہماری کتابیں ان کی مذمت سے بھری ہوئی ہیں۔

چند روایات ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ محمد بن احمد بن یحییٰ اشعری، عبداللہ بن محمد، خشاب، ابو داؤد کا قول ہے کہ میں اور عینیہ بیاع القصب علی بن ابی حمزہ بطائنی (جو کہ واقفیہ کا رئیس تھا) کے پاس بیٹھے تھے۔ ہم نے اس سے یہ سنا کہ مجھ سے ابو ابراہیم علیہ السلام نے کہا تھا، علی! تو اور

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

تیرے اصحاب گدھوں کی مانند ہوں۔

مجھ سے عیینہ نے کہا کہ کیا تو نے سنا ہے؟

میں نے کہا جی ہاں خدا کی قسم! میں نے سنا ہے۔ اب زندگی بھر اس کی طرف میرا قدم نہیں اُٹھے گا۔

۲۔ ابن عقدہ، علی بن حسن بن فضال، محمد بن عمر بن یزید، علی بن اسباط نے کہا کہ ہم سے عثمان بن عیسیٰ الرواسی نے کہا کہ مجھ سے زیاد القندی اور ابن مسکان نے کہا:

ہم ابوابراہیمؑ کے پاس بیٹھے تھے آپ نے فرمایا:

اس وقت تمہارے پاس وہ آئے گا جو اہل ارض سے بہتر ہے، اتنے میں ابوالحسن الرضا علیہ السلام داخل ہوئے وہ اس وقت بچے تھے۔

ہم نے کہا کہ یہ تمام اہل ارض سے بہتر ہے؟

امامؑ نے کہا جی ہاں! پھر آپ نے انھیں قریب کر کے سینہ سے لگایا اور بوسہ دیا اور فرمایا:

فرزند! یہ دونوں کیا کہہ رہے ہیں؟

فرمایا، جی ہاں میرے آقا! یہ دونوں مجھ میں شک کرتے ہیں۔

علی بن اسباط نے کہا کہ میں نے یہ حدیث حسن ابن محبوب کے سامنے بیان کیا، اس نے کہا کہ اس نے حدیث ادھوری پڑھی جب کے مجھ سے علی بن رباب نے بیان کیا کہ ابوابراہیم علیہ السلام نے ان دونوں سے کہا تھا:

اگر تم دونوں نے اس کے حق کا انکار کیا یا ان سے خیانت کی تو تم دونوں پر اللہ، ملائکہ اور تمام انسانوں کی لعنت ہوگی۔

نہ یادا! تو اور تیرے اصحاب کبھی فلاح نہ پاؤ گے۔

علی بن رباب نے کہا کہ میں نے زیاد قندی سے ملاقات کی۔ میں نے اس سے کہا کہ ابوابراہیم علیہ السلام نے تجھے یہ بات کہی تھی۔ کہا کہ میرا خیال ہے کہ تو پاگل ہو چکا ہے۔ یہ کہہ کر وہ مجھے چھوڑ کر چلا گیا۔ پھر میں نے اس سے کلام نہ کی اور نہ ہی وہاں اس کے پاس گیا۔

حسن بن محبوب نے کہا کہ ہمیں انتظار تھا کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی بددعا زیاد پر ضرور اثر کرے گا۔ پھر کچھ عرصہ گزرا تو امام علی رضا علیہ السلام کے دور میں اس نے ان کی امامت کا انکار کیا اور یوں زندیق ہو کر مر گیا۔

۳۔ احمد بن محمد بن یحییٰ، اپنے والد سے، محمد بن حسین بن ابی الخطاب، صفوان بن یحییٰ، ابراہیم بن یحییٰ ابی البلاد نے کہا کہ امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ بدبخت حمزہ بن بذیع کا کیا حال ہے؟ میں نے کہا کہ وہ ابھی آیا ہے۔

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ میرا والد اب بھی زندہ ہے۔ یہ میرے والد کی موت پر شک کرتے ہیں۔ یہ لوگ زندیق ہو کر مریں گے۔ کچھ عرصہ گزرا کہ ہمیں ایک شخص کے متعلق یہ بیان کیا کہ اس نے مرتے وقت یہ الفاظ کہے کہ میں موت کے رب کا انکار کرتا ہوں یعنی میں اس خدا کو نہیں مانتا جس نے موسیٰ کاظمؑ کو موت دی۔

صفوان نے کہا کہ اس سے حضرت کی تصدیق ہوگئی۔

۴۔ ابوعلی محمد بن ہمام، علی بن رباح کا بیان ہے کہ میں نے قاسم بن اسماعیل محمد القرشی سے کہا (وہ ممطور تھا) کہ تو نے محمد بن ابوحمزہ سے کیا سنا تھا؟ (۱)

۱۔ ممطور بارش سے بھیگی ہوئی اشیا کو کہا جاتا ہے۔ معصومین واقفیہ کو اس نام سے یاد کرتے تھے۔

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

اس نے جواب دیا کہ میں نے اس سے صرف ایک حدیث سنی تھی جو [illegible]
نے اس کی زبانی سن سی احادیث بیان کی تھیں۔ ابن رباح نے کہا کہ [illegible]
قاسم سے پوچھا کہ تو نے حسن سے کتنی احادیث سنی ہیں؟

اس نے کہا کہ چار یا پانچ لیکن بعد میں اس نے بہت سی احادیث نقل کی تھیں۔

۵۔ احمد بن محمد بن موسیٰ، سعد بن سعد، احمد بن عمر کا بیان ہے کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے سنا آپ ابن ابی حمزہ کے متعلق فرماتے تھے

کیا یہ وہی نہیں جو روایت کرتا تھا کہ مہدی کا سر عیسیٰ بن موسیٰ کے پاس بھیجا [illegible] بھیجا جائے گا اور وہ سفیانی کا ساتھی ہوگا اور اس نے کہا تھا کہ ابو ابراہیم (امام موسیٰ کاظم علیہ السلام) آٹھ ماہ کے بعد واپس آ جائیں گے۔ کیا ابھی تک ان لوگوں کے سامنے اس کا جھوٹ واضح نہیں ہوا؟

۶۔ محمد بن احمد بن یحییٰ، ہمارے بعض اصحاب سے محمد بن عیسیٰ بن عبید، محمد بن [illegible] بیان ہے کہ امام رضا علیہ السلام کے سامنے علی بن ابی حمزہ کا ذکر کیا گیا تو آپ نے اس پر لعنت کی پھر فرمایا:

علی بن حمزہ نہیں چاہتا کہ آسمان و زمین میں اللہ کی عبادت کی جائے جبکہ [illegible] اپنے نور کو پورا کر کے رہے گا اگرچہ مشرکین کو ناگوار ہی کیوں نہ ہو اگرچہ وہ مشرک کتنا ہی ناپسند کیوں نہ کرے۔ میں (راوی) نے کہا کہ وہ مشرک ہے؟
فرمایا: جی ہاں! خدا کی قسم اگرچہ اس کی ناک ہی کیوں نہ رگڑی جائے۔ اللہ نے اپنی کتاب میں فرمایا:

"یریدون ان یطفئوا نور اللہ بافواھھم" (توبہ/32)

"وہ چاہتے ہیں کہ اپنی پھونکوں سے اللہ کے نور کو بجھا دیں"۔
یہ آیت ایسے ہی افراد کے لیے نازل ہوئی۔
بہر نوع اس گروہ کے متعلق بہت زیادہ مطاعن منقول ہیں۔ ان کا مزید ذکر کر کے ہم کتاب کا حجم بڑھانا نہیں چاہتے۔
ہم کس طرح سے ان لوگوں کی روایات کو تسلیم کریں جب کہ ان کے حالات بہت ناگفتہ بہ تھے اور سلف صالح نے جن کی شدید مذمت کی تھی۔ ہم ان کی خود ساختہ روایات کے دام میں گرفتار ہونے پر آمادہ نہیں ہیں کیونکہ ہمارے پاس امام علی رضا علیہ السلام کی امامت کی نصوص موجود ہیں جو ان کے اقوال کو باطل ثابت کرتی ہیں۔

علاوہ ازیں امام علی رضا علیہ السلام کے معجزات بھی آپ کی امامت کی گواہی دیتے ہیں اور حضرت کے معجزات کتابوں میں مذکور ہیں۔ یہی سبب تھا کہ عبدالرحمٰن بن الحجاج، رفاعہ بن موسیٰ، یونس بن یعقوب، جمیل بن دراج اور حماد بن عیسیٰ نے مذہب واقفیہ سے توبہ کر لی تھی۔ یہ لوگ ابتدا میں منحرف ہوئے تھے اور امام رضا علیہ السلام کی امامت میں شک کیا تھا پھر انھوں نے رجوع کر لیا تھا۔

اسی طرح سے احمد بن محمد بن ابی نصر اور حسن بن علی الوشاء نے مذہب واقفیہ کا عقیدہ اختیار کر لیا تھا پھر بعد میں امام علی رضا علیہ السلام کے معجزات دیکھ کر سابقہ عقیدے سے توبہ کی تھی اور آپ کی امامت کا اقرار کیا تھا۔

امامتِ رضویہ کی چند روایات اور آپ کے معجزات:

چند روایات ملاحظہ فرمائیں:

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

۱۔ جعفر بن محمد بن مالک، محمد بن حسین بن ابی الخطاب، محمد بن ابی عمیر، احمد بن محمد بن ابی نصر (اس کا تعلق آل مہران سے تھا) یہ سب لوگ عقیدہ وقف رکھتے تھے۔

احمد بن محمد بن ابی نصر کا بیان ہے کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام کو خط لکھا اور اس میں کچھ پیچیدہ مسائل کے متعلق دریافت کیا اور میں نے اپنے دل میں کہا کہ جب میری ان سے ملاقات ہوئی تو میں ان سے تین آیات:

(۱) افانت تسمع الصم او تهدی العمی (زخرف/40)

(۲) فمن یرد الله ان یهدیه یشرح صدره للاسلام (انعام/125)

(۳) انک لاتهدی من احببت و لکن الله یهدی من یشآء (القصص/56)

کا مفہوم و مقصد دریافت کروں گا۔

الغرض حضرت نے میرے خط کا جواب دیا اور تمام مسائل کا جواب لکھا اور خط کے آخر میں مذکورہ بالا آیات لکھ کر خط مجھے روانہ کر دیا۔

۲۔ اور حسن بن علی الوشاء کی بھی یہی کیفیت تھی۔ اس نے اپنے متعلق خود بیان کیا کہ میں تجارت کی غرض سے خراسان کی طرف روانہ ہوا۔ ایک دن میں وہاں موجود تھا کہ امام علی رضا علیہ السلام کا غلام یہ پیغام لایا کہ مولاؑ تجھ سے "حبرہ" (ایک خصوصی قسم کی چادر) طلب کر رہے ہیں۔ بات یہ ہے کہ وہ چادر میرے مال میں موجود تھی لیکن میں اسے بھول چکا تھا اس لیے میں نے کہا کہ میرے پاس "حبرہ" نہیں ہے۔ غلام دوبارہ آیا اور کہا کہ میرے مولاؑ فرما رہے ہیں کہ وہ تمہارے سامان کے فلاں حصہ میں ہے۔ اس حصہ کو کھولو گے تو وہ تمہیں مل جائے گی۔

میں نے اس حصہ کو کھولا تو وہ موجود تھی۔

میں امامؑ سے ملاقات کر کے کچھ سوالات پوچھنا چاہتا تھا لیکن جب میں ان کے دروازے پر گیا تو غلام نے مجھے ایک کاغذ تھمایا جس میں میرے تمام سوالات کے جواب تھے۔

جب میں نے حضرت کا یہ اعجاز دیکھا تو آپؑ کی امامت کو تسلیم کر لیا۔

۳۔ احمد بن محمد بن ابی نصر نے کہا ہے، ابن نجاشی نے مجھ سے کہا: تمہارے صاحب کے بعد تمہارا امام کون ہے؟ (اس وقت تک امام محمد تقی علیہ السلام کی ولادت نہیں ہوئی تھی) میں امام ابوالحسن الرضا علیہ السلام کے پاس گیا اور ان سے یہی سوال پوچھا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ میرا بیٹا میرا جانشین ہوگا۔ پھر فرمایا:

کیا کوئی شخص یہ جرأت کر سکتا ہے کہ اس کے ہاں بیٹا نہ ہو اور پھر کہے کہ میرا بیٹا میرا حق دار بنے گا۔

۴۔ عبداللہ بن جعفر الحمیدی، عمر بن عیسیٰ یقطینی کا بیان ہے کہ جب لوگوں نے امام ابوالحسن الرضا علیہ السلام کی امامت میں اختلاف کیا تو میں نے ان کی آزمائش کے لیے بہت سے مسائل جمع کیے۔ آپ نے ان کے جواب دیے۔ آپ نے پندرہ ہزار مسائل کے جواب دیے۔

۵۔ محمد بن عبداللہ بن افطس کا بیان ہے کہ میں مامون عباس کے پاس گیا۔ اس نے مجھے ایک طرف بٹھایا اور کچھ تحفے تحائف دیے پھر اس نے کہا: رضا پر اللہ کی رحمت ہو وہ بہت بڑے عالم تھے۔ جب ان کی بیعت ہو چکی تھی تو ایک رات میں نے ان سے کہا کہ میں جانتا ہوں کہ آپ عراق چلے جائیں گے اور میں خراسان میں آپ

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

کا خلیفہ بن کر نظام حکومت چلاتا رہوں گا۔ اس پر رضا مسکرائے اور فرمایا ہمیں یہاں خراسان ہی میں رہنا ہے۔ مجھے اس سرزمین پر موت آئے گی اور میں یہاں سے ہی مشہور ہوں گا۔

میں (مامون) نے کہا کہ آپ کو اس کا علم کیسے ہوا؟

فرمایا کہ جس طرح سے تو میرے سامنے موجود ہے اور مجھے تیری موجودگی کا یقین ہے اسی طرح سے مجھے اس بات پر بھی یقین ہے۔ میں نے کہا کہ اللہ آپ کی اصلاح کرے تو میں کہاں ہوں گا؟

فرمایا کہ تیرے اور میرے درمیان جدائی آ جائے گی۔ میری موت مشرق اور تیری موت مغرب میں واقع ہوگی۔

الغرض میں نے رضا کو خلافت پر آمادہ کرنے کی پوری کوشش کی تھی لیکن وہ رضا مند ہی نہ ہوئے۔

۶۔ محمد بن عبداللہ بن حسن افطس راوی ہیں کہ میں ایک دن مامون کے پاس تھا۔ وہاں شراب نوشی کا دور چلا۔ جب مامون اچھی طرح سے شراب سے عقل و خرد سے بیگانہ ہوا تو اس نے اپنے تمام ندیموں کو نکال دیا اور مجھے اپنے ساتھ بٹھائے رکھا۔

پھر اس نے اپنی گانے والی کنیزوں کو بلایا۔ انھوں نے گانا بجانا شروع کیا۔

مامون نے ایک کنیز سے کہا کہ تو نے طوس میں جو مرثیہ پڑھا تھا اب وہی مرثیہ سناؤ۔ کنیز نے یہ مرثیہ پڑھا:

سقیا لطوس و من اضحیٰ بها قطنا
من عترة المصطفیٰ ابقی لنا حزنا

اعنی ابا حسن ان له
حقا علی کل من اضحیٰ بها شجنا

سرزمین اس پر رحمت کی بارش ہو اور جو وہاں مقیم ہوا ہے اس پر خدا کی رحمت ہو، جس کا تعلق آل مصطفیٰ سے ہے۔ وہ ہمیں غمگین کر کے چلا گیا۔

میری مراد ابوالحسنؑ ہے اس نے ہر ایک کو مغموم کر دیا ہے۔

محمد بن عبداللہ کہتے ہیں کہ مامون اتنا رویا کہ میں بھی رونے لگ گیا۔ پھر اس نے کہا: محمد! اگر ابوالحسن دنیا سے جلد رخصت نہ ہوتے تو میں انھیں اپنے تخت پر بٹھاتا۔ خدا حسن کے بیٹوں عبداللہ اور حمزہ پر لعنت کرے انھوں نے اسے قتل کیا ہے۔ پھر اس نے مجھ سے کہا کہ میں تمھیں ایک عجیب بات سناتا ہوں اسے اپنے دل میں محفوظ رکھو۔

میں نے کہا کہ وہ کیا بات ہے؟

مامون نے کہا کہ میری کنیز زاہدیہ بدر سے حاملہ ہوئی تو میں علی رضا علیہ السلام کے پاس گیا اور ان سے کہا کہ آپ کے بزرگ پرندوں کو دیکھ کر فال نکالتے تھے اور ان کی فال بالکل درست ہوتی۔ آپ بھی ان کے وارث ہیں۔ میری کنیز زاہریہ حاملہ ہے اور مجھے اس سے بڑا پیار ہے۔ وہ کئی بار حاملہ ہوئی لیکن ہر بار اس کا حمل گر گیا۔

اب وہ پھر حاملہ ہے تو کیا وہ بچہ جن پائے گی؟

علی رضا نے کہا کہ اسقاط کا خوف نہ کریں وہ صحیح سالم اور تندرست بچے کو جنم دے گی جس کی شکل و صورت اس کی ماں سے ملتی ہوگی۔ اس کے دائیں ہاتھ کی ایک انگلی زیادہ ہوگی اور دائیں پاؤں کی بھی ایک انگلی زائد ہوگی۔

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

میں نے دل ہی دل میں کہا کہ اب مجھے اچھا موقع ملا ہے اگر رضا کی بات درست ثابت ہوئی تو انھیں خلعتیں بخشوں گا اور اگر ان کی خبر غلط ثابت ہوئی تو میں انھیں ولی عہدی سے معزول کر دوں گا۔ الغرض دن گزرے اسے درد زہ لاحق ہوا۔ میں نے دایہ سے کہا کہ جیسے ہی بچہ پیدا ہو تو اسے میرے پاس لے آنا۔

الغرض بچہ پیدا ہوا۔ دایا اسے میرے پاس لائی تو واقعی اس کی چھے انگلیاں تھیں وہ بچہ روشن ستارے کی طرح سے خوبصورت تھا۔ اس وقت میں نے چاہا کہ میں خلافت چھوڑ کر ان کے سپرد کروں لیکن میرے دل نے اس کی اجازت نہ دی البتہ میں نے اپنی مہر ان کے سپرد کر دی اور میں نے ان سے کہا۔

آپ معاملات کی تدبیر کریں۔ میں آپ سے کبھی اختلاف نہیں کروں گا۔

۹۔ امام علی رضا علیہ السلام اور جنابہ والبیہ کا واقعہ مشہور ہے۔ اس خاتون کے پاس ایک پتھر تھا جس پر امیر المومنین" نے اپنی مہر کندہ کر دی تھی اور فرمایا تھا کہ میرے بعد جو بھی امامت کا دعوے دار ہو تو یہ پتھر لے جانا۔ اگر وہ اس پر اپنی مہر کندہ کر دے تو سمجھ لینا کہ وہ برحق امام ہے۔

چنانچہ یہ خاتون امام حسن علیہ السلام سے لے کر امام علی رضا علیہ السلام تک ہر امام کے پاس گئی۔ امام علی رضا علیہ السلام نے اس کے پتھر پر مہر لگا دی۔

اس کے چند روز بعد جنابہ والبیہ کی وفات ہو گئی۔

اسی طرح سے ایک خاتون ام غانم کے پاس بھی ایک پتھر تھا اس پر امیر المومنین علیہ السلام نے مہر ثبت کی تھی۔ پھر امام حسن سے لے کر امام حسن عسکری علیہم السلام کے گیارہ آئمہ نے اپنی اپنی مہریں ثبت کی تھیں۔

اس پتھر پر امام علی رضا علیہ السلام نے بھی مہر ثبت کی تھی اور یہ آپ کی امامت کی دلیل ہے۔

ہم نے یہ کہا ہے کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی وفات اتنی ہی مسلم اور مشہور ہے جتنا کہ آپ کے آبائے طاہرین کی وفات مسلم ہے۔ ہماری اس دلیل کے مخالفین نے یہ کہا ہے کہ اگر شہرت ہی دلیل ہے تو پھر اس دلیل کے تحت صاحب الزمانؑ کی ولادت ہی مشکوک قرار پائے گی کیونکہ ان کی ولادت اس قدر مشہور نہیں ہے لہٰذا ولادت کی عدم شہرت کو عدم وجود کی دلیل ہونا چاہیے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ولادت اور وفات کی شہرت میں بڑا فرق ہے۔ ہر شخص کی وفات مشہور ہوتی ہے جب کہ ولادت مشہور نہیں ہوتی۔ ہر شخص کی موت پر اس کے تمام احباب اور رشتہ دار موجود ہوتے ہیں جب کہ ولادت کے وقت تمام رشتہ دار موجود نہیں ہوتے۔

الغرض اس طرح کی خرافات صرف ایسا انسان ہی کہہ سکتا ہے جس کے پاس حجت نہ ہو اور دلیل علم سے بے بہرہ ہو۔

حضرت موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کی موت کا مشاہدہ بہت سے لوگوں نے کیا تھا اور اس میں کسی طرح کا شبہ نہیں کیا جا سکتا۔

ایک شبہ یہ کیا جاتا ہے کہ یہ بھی ممکن ہے کہ اللہ ایک شخص کو غائب کر دے اور دوسرے شخص کو اس کے مشابہ بنا دیا جائے لہٰذا ممکن ہے کہ موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی جگہ دوسرے شخص کی موت کو پیش کیا جائے اور خدا نے موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کو محفوظ رکھا ہو۔

اگر اس طرح کی خرافات کو مان لیا جائے تو پھر ہمیں غلاۃ اور مفوضہ کی بات بھی

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

مانی پڑے گی کہ امیر المومنینؑ اور امام حسینؑ بھی شہید نہیں ہوئے تھے۔

اصول یہ ہے کہ کسی بھی نومولود کی ولادت کا اثبات اس کی دایہ کے بیان سے ہی ہو جاتا ہے۔ جب ایک دایہ کے بیان پر کسی کی ولادت کو مان لیا جائے تو جس کی ولادت کی گواہی ثقات نے دی ہو بھلا اس کی موت میں شک کیونکر کیا جا سکتا ہے؟ ہم جانتے ہیں کہ امام علی تقیؑ کے فرزند محمدؒ کی امامت کا عقیدہ رکھا گیا اور غلطیہ گروہ نے امام جعفر صادق علیہ السلام کے فرزند عبداللہ کی امامت کا عقیدہ رکھتا ہے اور ایک مرتبہ یہ کہتا ہے کہ امام صاحب الزمان ابھی پیدا نہیں ہوا۔ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ صاحب الزمانؑ پیدا ہوئے تھے پھر ان کی وفات ہو گئی تھی اور قربِ قیامت کے وقت دوبارہ زندہ ہوں گے۔

یہ سب غلط نظریات ہیں۔ ان نظریات کے حامل فرقے دنیا سے مٹ چکے ہیں۔ اگر یہ مذاہب حق ہوتے تو کبھی نہ مٹتے۔

اگر یہ کہا جائے کہ امام حسن عسکری علیہ السلام کی وفات مسلّم ہے اور صاحب الزمانؑ کی ولادت غیر یقینی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے یہ لازم آئے گا کہ زمین حجت کے بغیر قائم ہے۔ جب کہ ایسا ناممکن ہے کیونکہ معصومینؑ سے بالتواتر یہ بات ثابت ہے کہ حجت کے بغیر زمین قائم نہیں رہ سکتی۔

اور عبداللہ بن جعفر اور جعفر بن علی کی امامت کے نظریات درست نہیں ہیں کیونکہ امام کے لیے عصمت ضروری ہے اور یہ دونوں بزرگوار معصوم نہیں تھے۔ امام حسن اور امام حسین علیہما السلام کو یہ شرف حاصل ہے کہ دونوں بھائی امام تھے۔ ان کے بعد سلسلہ امامت میں کبھی دو بھائی امام نہیں بنے لہٰذا جو لوگ جعفر (کذاب) کی روایت کے قائل ہیں

وہ غلطی پر ہیں کیونکہ ان کے بھائی حسن عسکری علیہ السلام امام تھے۔

اب اگر یہ کہا جائے کہ صاحب الزمانؑ کی غیبت میں کیا مصلحت ہے تو ہم یہ کہیں گے کہ امامت کے ہر فعل میں مصلحت ہے خواہ ہم اس سے آگاہ ہوں یا نہ ہوں۔

یہی بات ہم امام صاحب الزمانؑ کی غیبت کے متعلق کہتے ہیں کہ اس میں خدا کی مصلحت ہے۔

اگر مخالفین یہ کہیں کہ آپ کے پاس غیبت کی کوئی اچھی توجیہہ موجود نہیں ہے لہٰذا آپ کا نظریہ غیبت درست نہیں ہے۔

اس کے جواب میں ہم یہ کہیں گے کہ ملحد یہ کہتے ہیں کہ کائنات کے معاملات دیکھ کر ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کائنات کا خالق صاحب حکمت نہیں ہے۔ اگر اس کے افعال میں حکمت ہوتی تو ہمیں ضرور معلوم ہوتی۔ اب اس کا جو جواب مخالفین دیں گے وہی جواب ہم غیبت کے متعلق دیں گے۔

اب جب صاحب الزمانؑ کی امامت ثابت ہے تو اور وہ ہماری نگاہوں سے غائب ہیں تو ہمیں یقین رکھنا چاہیے تاکہ اس میں کوئی نہ کوئی مصلحت الٰہی پائی جاتی ہے، البتہ اس مصلحت کا جاننا ہمارے لیے ضروری نہیں ہے۔ خدا کے بہت سے اعمال ایسے ہیں جن کی عقلی توجیہہ ہمارے لیے ممکن نہیں لیکن ہم اس امر پر یقین رکھتے ہیں کہ اللہ حکیم ہے اور اس کا کوئی بھی فعل حکمت سے خالی نہیں ہے اور امام صاحب الزمانؑ کی غیبت کی مصلحت کے متعلق بھی ہم بعینہ یہی عقیدہ رکھتے ہیں۔ اب اگر کوئی مخالف یہ کہے کہ جب آپ کے پاس صاحب الزمانؑ کی غیبت کی کوئی معقول مصلحت نہیں ہے تو پھر ان کی امامت کا انکار کیوں نہیں کر دیتے؟

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

اس کے جواب میں ہم یہ کہتے ہیں کہ اس طرح کا اشتباہ ملاحدہ پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب تم مسلمانوں کے پاس خدا کے افعال کی مکمل مصلحت ہی موجود نہیں ہے تو پھر تم خدا کے ماننے پر کیوں اصرار کرتے ہو؟

اب اس کا جو بھی جواب آپ ملحدہ کو دیں گے وہی جواب ہم آپ کو صاحب الزمان کی غیبت کے متعلق دیں گے۔

اگر یہ کہا جائے کیا سائل کو یہ اختیار ہے کہ وہ ابن الحسن کی امامت کے صحیح یا غلط ہونے پر بحث کرے یا سبب غیبت پر بحث کرے؟

ہم کہیں گے کہ اس میں کوئی اختیار نہیں ہے کیونکہ جسے حضرت ابن الحسن کی امامت پر شک ہے تو اس کے سامنے آپ کی امامت کے نصوص کیسے پیش کیے جائیں گے اور اگر کسی کو امام کی امامت میں شک ہے تو اس سے غیبت امام کے مسئلہ پر بحث نہیں کی جائے گی۔ کیونکہ حضرت کی امامت اصل ہے اور غیبت اس کی فرع ہے اور جب تک اصل ثابت نہ ہو تب تک فرع پر بحث نہیں کی جائے گی۔

یہی وجہ ہے کہ ہم نے صاحب الزمان کی امامت پر گفتگو کو ترجیح دی اور غیبت کے مسئلہ کو ہم نے مؤخر رکھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کی امامت ایسے عقلی امور پر مبنی ہے جن میں کسی طرح کے شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ جب تک غیبت کے علل و اسباب متشابہ ہیں اس لیے محکم کلام کو ہم نے متشابہ کلام پر مقدم رکھا ہے۔

اور اگر اس کے باوجود مخالفین یہ اعتراض کریں کہ غیبت میں ایک طرح کی قباحت پائی جاتی ہے۔

اس کے جواب میں ہم یہ کہتے ہیں کہ قباحت کی چند وجوہ ہیں مثلاً ظلم، جھوٹ،

جہالت یا فساد کا پھیلاؤ اس کی وجوہ ہوتی ہیں۔ یہ کہ غیبت میں اس طرح کی کوئی بھی وجہ موجود نہیں ہے لہٰذا قباحت کا دعویٰ غلط ہے۔

اگر مخالف یہ کہیں کہ آخر غیبت کی سزا موت ہی کیوں پڑی۔ اللہ کے پاس ہر طرح کی قدرت موجود ہے اور امام اس کا نمائندہ ہے کیا اللہ کے پاس یہ طاقت نہیں ہے کہ مخلوق کو یہ ہمت ہی نہ دے کہ وہ امامؑ کو اذیت دے سکیں اور امام اپنی ذمہ داریاں ادا کریں تاکہ ہمارے لیے لطف الٰہی شامل حال ہو۔ آخر اللہ نے اپنے نبی کو بھی تو دشمنوں سے محفوظ رکھا تھا یہاں تک کہ آپ نے پیغام الٰہی پہنچایا تھا۔ آخر خدا نے امام کے لیے وہ اہتمام کیوں نہ کیا؟

اس کے جواب میں ہم یہ کہیں گے کہ رکاوٹ کی دو اقسام ہیں۔ ایک وہ جو تکلیف کے منافی نہیں ہے اور وہ ایسی رکاوٹ ہے کہ ترک تبلیغ کی ضرورت نہ پڑے۔

اور دوسری رکاوٹ وہ ہے کہ جو ترک تبلیغ کا منکر ہو۔ پہلی قسم کی رکاوٹ تو قدرت کی طرف سے واقع ہوئی ہے۔ اللہ نے لوگوں کو امام پر ظلم کرنے سے منع کیا ہے اور لوگوں کو اس کی اطاعت اور فرماں برداری کی ترغیب دی ہے اور مخلوق کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ امامؑ کی حکومت کو مضبوط بنائیں۔

یہ وہ امور ہے جو کہ تکلیف کے منافی نہیں ہیں اب اگر اس کے باوجود مخلوق نے حکم الٰہی کی پرواہ نہ کی اور جواب میں اللہ نے ہادی کو پردہ غیبت میں بھیج دیا تو اس کی ذمہ داری خالق کی بجائے مخلوق پر عائد ہوتی ہے۔

اور رکاوٹ کی دوسری قسم یہ ہے کہ اللہ مخلوق کو جبراً امام پر ظلم سے اور اس کی نافرمانی سے دور رکھے۔

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

یہ چیز انسانی خود مختاری اور تکلیف کے خلاف ہے اسی لیے قدرت کی طرف سے ایسی رکاوٹ کا اہتمام نہیں کیا گیا۔

جہاں تک نبی اکرمؐ کی حفاظت کا سوال ہے تو وہاں معاملہ اور تھا۔ اور نبی کی حفاظت اس لیے ضروری تھی کہ اس کے علاوہ شریعت پہنچائی بھی نہ جا سکتی تھی اسی لیے نبی کی حفاظت ضروری تھی لیکن امامؑ کا یہ مسئلہ نہیں ہے کیونکہ شریعت پہلے سے لوگوں کے پاس پہنچ چکی ہے اور لوگوں پر حجت تمام ہو چکی ہے۔ اگر یہ کیفیت نہ ہوتی تو اللہ ہر حال میں امامؑ کو ظاہر رکھتا اور اسے پردۂ غیبت میں نہ بھیجتا۔

اس مسئلہ کا ایک اور پہلو بھی ہے وہ یہ ہے کہ جب رسول اکرمؐ دین کی تبلیغ کر چکے اور مکلفین پر حجت تمام ہو گئی تو اس کے بعد لوگوں نے آنحضرتؐ پر حملے بھی شروع کیے۔ ان سے جنگیں بھی کیں لیکن خدا نے جبراً کسی کو اس فعل سے نہیں روکا تھا۔

اگر مخالف یہ کہیں کہ غیبت کی واضح ترین وجہ بیان کرو تا کہ حجت و برہان کامل ہو جائے؟

اس کے جواب میں ہم یہ کہیں گے کہ غیبتِ امام کا واضح سبب یہ ہے کہ ظالموں کی طرف سے انھیں اپنی جان کا خوف تھا اور بلحاظ امام جو تدبیر امور اور تصرف ان کے ذمہ تھا ظالمین نے ان سے یہ حق چھین لیا تھا۔

جب امامؑ کی ذمہ داریوں میں ہی رکاوٹ کھڑی کر دی گئی تو تبلیغ کا فریضہ ان سے ساقط ہو گیا اور جب آپ کو اپنی جان کا خوف محسوس ہوا تو آپ کی غیبت واجب ہو گئی اور یہ کوئی نئی بات نہ تھی۔ اس سے قبل جب حبیب خدا نے شعب ابی طالب میں اور پھر غار میں غیبت اختیار کی تھی۔

اب اگر کوئی یہ کہے کہ نبی کی غیبت اور امام کی غیبت میں دو بنیادی فرق ہیں لہٰذا دونوں معاملات کو ایک ساتھ قرار نہیں دیا جا سکتا۔

پہلا فرق تو یہ ہے کہ رسول خدا شعب ابی طالب میں اس وقت پوشیدہ ہوئے تھے جب وہ اپنا پیغام پہنچا چکے تھے جب کہ امامؑ نے تو ابھی اپنا پیغام ہی نہیں پہنچایا تھا۔

دوسرا رسول اکرمؐ نے پوشیدگی اختیار کی لیکن وہ محدود مدت کی تھی جب کہ آپ کے امامؑ کی غیبت کو تو صدیاں گزر گئی ہیں لہٰذا ان دونوں کا تقابل درست نہیں ہے۔

اس کے بعد یہ کہ معاملہ کی نوعیت وہ نہیں ہے جو بیان کی گئی ہے۔ نبی اکرم صلی علیہ وآلہ وسلم نے شعب ابی طالب اور غار میں جو پوشیدگی اختیار کی تھی اس کا تعلق مکی زندگی سے ہے اور اس وقت تک پوری شریعت کی تبلیغ نہیں ہوئی تھی۔ قرآن کے اکثر اجتماعی احکام مدینہ میں نازل ہوئے تھے۔

باقی رہا یہ معاملہ کہ غیبت کی مقدار کی کمی یا زیادتی تو اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے یہ تو حالات و واقعات پر منحصر ہے کہ غیبت کا عرصہ کم ہونا چاہیے یا زیادہ ہونا چاہیے۔

اب اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ صاحب الزمانؑ کو دشمنوں کا خوف لاحق تھا اور وہ تقیہ میں تھے تو ان کے آبائے کرام کو بھی دشمنوں کا سامنا تھا یہ تو غائب نہیں ہوئے تھے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ صاحب الزمانؑ اور ان کے آبائے طاہرینؑ میں بنیادی فرق ہے اور وہ فرق یہ ہے کہ صاحب الزمانؑ کے آباء کی ذمہ داری میں حکومت کا قیام شامل نہ تھا جب کہ صاحب الزمانؑ کو خدا نے صاحب السیف بنایا ہے اس لیے جتنا خطرہ صاحب الزمانؑ کو تھا اتنا خطرہ ان کے آبائے طاہرینؑ میں سے کسی کو بھی لاحق نہ تھا۔

حضرت صاحب الزمانؑ اور ان کے آبائے طاہرینؑ میں ایک اور زاویہ کا بھی

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

فرق ہے اور وہ یہ ہے سابقہ آئمہ میں سے جو بھی شہادت کا مرتبہ حاصل کرتا تو اس کے جانشین کے لیے اس کا فرزند موجود ہوتا تھا جو امامت کی ذمہ داریوں کو پورا کرتا تھا۔ جب کہ حضرت صاحب الزمانؑ آخری امام ہیں ان کا کوئی بھی جانشین نہیں ہے۔

معترض اگر یہ کہے کہ امامؑ زمین پر موجود ہو اور اس تک کسی کی رسائی نہ ہو اگر، امامؑ آسمان میں ہو تو دونوں حالتیں یکساں ہیں۔

ہم جواب میں یہ کہیں گے بالفرض اگر امامؑ آسمان پر ہو اور زمین کے تمام حالات سے اسے آگاہی ہو تو اس کے لیے آسمان بھی زمین جیسا ہی ہوگا لیکن امامؑ کا تعلق زمین سے ہے اسی لیے وہ آسمان میں نہیں ہے۔

اس مفروضہ کا الزامی جواب یہ ہے کہ جب نبی اکرمؐ عام نگاہوں سے غائب تھے اور آپ تک کسی کی رسائی نہ تھی تو اس وقت اگر نبیؐ زمین پر ہوتا یا آسمان پر دونوں حالتیں برابر ہوتیں۔ ایام غیبت میں اللہ نے اپنے نبیؐ کو آسمان پر کیوں نہ اٹھایا۔

لہٰذا اس سلسلہ میں معترض جو جواب دیں گے وہی ہمارا جواب ہوگا۔ اگر اس جواب پر معترض یہ اعتراض اٹھائے کہ یہ تو صحیح ہے کہ نبیؐ کچھ عرصہ غیبت میں رہے۔ ان کی غیبت دشمنوں سے تھی ہر ایک سے نہ تھی جب کہ آپ کا امامؑ تو سب کی نظروں سے پوشیدہ ہے!!

اس کے جواب میں یہ کہا جائے گا کہ ہم بالیقین یہ نہیں کہہ سکتے کہ صاحب الزمانؑ اپنے تمام چاہنے والوں سے پوشیدہ ہیں لیکن نبی اکرمؐ کی زندگی میں ایک اور مثال بھی ملتی ہے وہ یہ ہے کہ جب آپؐ غار میں تھے تو تمام دوستوں اور دشمنوں سے پوشیدہ تھے۔ غار میں حضرت ابوبکر کے علاوہ اور کوئی نہ تھا لہٰذا اگر امام الزمان دوستوں اور دشمنوں سے

مستور ہوں اور آپ کا صرف خادم خاص ہی آپ کے پاس ہو تو اسے بھی سنت نبوی پر محمول کرنا چاہیے۔

ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ زمانہ غیبت میں شرعی حدود کا حکم کیا ہے؟ جن مجرموں کے لیے شریعت نے مخصوص سزا مقرر کی ہے انھیں وہ سزا تو غیبت کی وجہ سے نہیں مل سکتی کیا اس غیبت کی وجہ سے شریعت منسوخ ہو جائے گی اور اگر شریعت باقی ہے اور یقیناً باقی ہے تو پھر حدود شریعت کون جاری کرے گا؟

اس کے جواب میں ہم یہ کہیں گے کہ حدود باقی ہیں اور اگر امامؑ ظاہر ہو اور مجرم بھی موجود ہوں تو امامؑ ثبوت جرم یا اقرار جرم کے بعد ان پر حدود نافذ کریں گے۔ اب اگر عصر حاضر میں حدود قائم نہیں ہو رہے تو اس کا گناہ ان لوگوں کی گردن پر ہے جنھوں نے امامؑ کو خوف زدہ کر کے اسے غیبت پر مجبور کیا ہے۔

اس سے حدود الٰہی کی منسوخی لازم نہیں آتی البتہ حدود کے قیام کے لیے ضروری ہے کہ امامؑ ان کے اجرا پر قدرت رکھتا ہو اور اس کے لیے کوئی رکاوٹ نہ ہو۔ اگر کوئی رکاوٹ آ جائے تو حدود قائم نہ ہوں گی۔ حدود منسوخ تو تب ہوتیں کہ امامؑ ظاہر ہوتے، ان کے پاس قدرت ہوتی، اور اقامہ حدود میں کوئی رکاوٹ نہ ہوتی اس کے باوجود بھی اگر امامؑ حدود قائم نہ کرتے تو یہ کہنا صحیح ہوتا کہ شریعت منسوخ ہو گئی ہے۔ (العیاذ باللہ)

ان معترضین سے ہم مزید یہ کہیں گے کہ اگر کسی زمانہ میں ارباب بست وکشاد امام کا چناؤ نہ کر سکیں تو اس وقت حدود کا کیا حکم ہوگا؟

اگرچہ اس میں معترض یہ کہیں کہ اس صورت میں حدود ساقط ہوں گی تو ہم آپ پر یہ الزام تھوپ سکتے ہیں کہ آپ لوگ نسخ شریعت کے قائل ہیں۔

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

اس کے لیے آپ جو جواب دیں گے وہی جواب ہم دیں گے۔ ابوعلی کا قول ہے کہ اگر کسی دور میں اہل حل وعقد امام کا چناؤ نہ کر سکیں تو اللہ اقامہ حدود کے لیے خود بخود متبادل طریقہ لے آئے گا اور علت مکلف زائل ہو جائے گی اور ابو ہاشم کا قول ہے کہ اقامہ حدود دنیاوی ہے اس کا دین سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

ہم یہ کہتے ہیں کہ جو کچھ ابوعلی نے کہا ہے اگر وہی کچھ ہم کہیں تو اس سے ہمیں کوئی نقصان نہ ہوگا کیونکہ امام کا تقرر صرف اقامہ حدود کے لیے نہیں ہوتا اور اگر حدود کا قیام نہ ہو سکے تو امام کی امامت باطل ہو گی بلکہ وہ شریعت کے تابع ہے۔ جب امام کے پاس اختیارات نہ ہوں تو اقامہ حدود کے ساقط ہونے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

البتہ ہم ابو ہاشم کے اس قول کی تائید نہیں کر سکتے کہ حدود دنیاوی ہیں ان کا دین سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر حدود صرف دنیاوی ہی ہوتیں تو خدا انھیں واجب قرار نہ دیتا۔ حدود دنیا میں سزا اور عذاب کا ایک حصہ ہیں۔ خدا نے صرف دنیا میں انھیں فرض کیا ہے تاکہ معاشرے میں سکون رہے لہٰذا ابو ہاشم کا قول درست نہیں کہ یہ دنیاوی ہیں ان کا دین سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

اگر معترض یہ اعتراض کرے کہ غیبت امام میں حق تک رسائی کا ذریعہ کیا ہے؟

اس کے جواب میں اگر امامیہ یہ کہتے ہیں کہ اس تک رسائی کا زمانہ غیبت میں کوئی ذریعہ نہیں ہے تو پھر امامیہ نے تمام مخلوق کو حیرت، گمراہی اور شک میں ڈالا ہے اور اگر امامیہ یہ کہیں کہ دلائل و برہان سے حق تک رسائی ممکن ہے تو ان کا یہ جواب اس بات کی دلیل ہوگا کہ امت کو امام کی ضرورت ہی نہیں ہے۔

اس اعتراض کے جواب میں ہم یہ کہیں گے کہ حق دو طرح کا ہے:۔

۱۔ عقلی ۲۔ سمعی

حق عقلی دلائل اور براہین سے حاصل ہو جاتا ہے۔

اور حق سمعی پر اقوال پیغمبرؐ اور آپ کی نصوص کے دلائل قائم ہیں اور رسول اللہؐ کے لیے آئمہ ہدیٰ علیہم السلام کے اقوال موجود ہیں۔

ہم اس طرح کے اعتراضات کے تفصیلی جواب تلخیص لاشافی میں دے چکے ہیں۔ اس سلسلے کے متعلق اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ہم یہ فرض کرتے ہیں کہ کچھ راویوں نے شریعت کے ایک حصہ کو چھپا دیا ہو اور اس کے لیے بیان امام کی ضرورت ہو اور امام کے بغیر حق واضح نہ ہو سکتا ہو اور ادھر امام کو قتل کا خوف بھی موجود ہو تو کیا کیا جائے گا؟

اگر شیعہ امامیہ یہ جواب دیں کہ امام خطرہ قتل کے باوجود ظاہر ہو کر حق کو واضح کرے گا۔

امامیہ کے اس جواب سے ثابت ہوتا ہے کہ خوف قتل غیبت کا سبب نہیں بن سکتا۔

اگر امامیہ یہ کہیں کہ امام ظاہر نہ ہوگا اور جو دین امت سے راویوں نے پوشیدہ رکھا ہے اس کی تکلیف ہی ساقط ہو جائے گی۔ اگر آئمہ یہ جواب دیں تو وہ اجماع سے خارج ہوں گے کیونکہ امت کا اجماع ہے کہ جس بھی چیز کو نبی نے واضح کیا ہے وہ قیامت تک امت کے لیے ضروری ہے۔

اور اگر امامیہ یہ مؤقف اختیار کریں کہ تکلیف ساقط نہ ہوگی تو یہ سراسر تکلیف مالایطاق ہے اور جس عمل کا علم ہی نہیں ہے اسے واجب کرنے کے برابر ہے۔

جواب میں ہم یہ کہیں گے کہ یہ اعتراض محض زبانی لفاظی پر مبنی ہے۔ یہ چیز دین

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

کی حقانیت کے پیشِ نظر ناممکن ہے کہ دین کا ایک حصہ راویوں نے چھپا لیا ہو اور ان کو اس کے بیان کے لیے ظاہر ہونے کی ضرورت ہو۔

حضرت صاحب الزمانؑ بارھویں امامؑ ہیں۔ ان سے پہلے گیارہ آئمہ گزرے ہیں۔ اگر خدانخواستہ ایسی بات ہوتی تو وہ اسے بیان کر گئے ہوتے۔

ہمارے علماء میں سے ایک یہ کہتے تھے کہ امامؑ اپنے دوستوں سے اس لیے غائب اور مستور ہیں کہ کہیں وہ آپ کی خبر کو عام نہ کر دیں اور اس کی وجہ سے اعداء کا خوف لاحق ہو۔

ہماری نظر میں یہ سبب درست نہیں ہے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ ان کا امامؑ کے پاس اجتماع خود ان کے لیے اور امامؑ کے لیے نامناسب ہے لہٰذا پوری جماعت سے اس امر کی توقع نہیں ہے۔

ہمارے علماء میں سے کچھ یہ کہتے ہیں کہ صاحب الزمانؑ اگر اپنے چاہنے والوں سے غائب ہیں تو اس کا سبب آپؑ کے دشمن ہیں کیونکہ آپؑ کے ظہور کو پورے طور پر ثمر آور قرار دینے کے لیے ضروری ہے کہ آپ مکمل خودمختار ہوں اور پوری طرح سے متصرف ہوں جب کہ دشمنوں نے رکاوٹ ڈالی ہے اور آپ کے پاس اختیارات باقی نہیں رہے اور دشمنوں کی اس نالائقی سے دوست بھی آپ کی زیارت سے محروم ہو گئے ہیں۔

سید مرتضیٰ فرماتے ہیں کہ مخالف اگر یہ سوال کرے کہ امامؑ اپنے ماننے والوں کے سامنے ظاہر کیوں نہیں ہوتے؟

ہم کہتے ہیں کہ سوال بے موقع ہے کیونکہ اگر سائل کا مقصود یہ ہے کہ زمانہ غیبت میں امامؑ کے چاہنے والے لطف سے محروم ہیں لہٰذا ان کے چاہنے والوں کے ذمہ امامؑ کے

لیے کوئی تکلیف نہیں ہے۔ تکلیف امامؑ کی فرماں برداری ہے اس لیے یہ سوال درست نہیں کیونکہ لطف شیعوں کے متعلق حاصل ہے کیونکہ جب شیعہ یہ جانتے ہیں کہ ان کا امامؑ پردۂ غیبت میں ہے اور کسی بھی وقت اس کا ظہور ہو سکتا ہے اس لیے ہر شیعہ ہر وقت امامؑ کے اختیارات کا قائل ہے اور اسے امامؑ کی تادیب کا بھی اندیشہ رہتا ہے اور امامؑ کے تصور کی وجہ سے وہ برائی سے اجتناب کرتا ہے اور وہ بہت سے واجبات کو سرانجام دیتا ہے لہٰذا اس کی نظر میں غیبتِ امامؑ کی یہی حیثیت ہے کہ وہ ایک شہر میں ہے اور امامؑ دوسرے شہر میں ہے۔ اس طرح سے لطف حاصل ہے۔ یہ سب وجودِ امامؑ کا اس کے اور زمانہ غیبت میں توجہ زیادہ ہے کیونکہ دورِ غیبت میں ہر وقت یہ احتمال موجود ہے کہ امامؑ کسی بھی وقت ظہور کر سکتے ہیں اور وہ یوں تصور کرتا ہے کہ امامؑ ہر وقت اس کے ساتھ اس کے شہر میں ہیں اور گویا وہ امام زمانؑ کو دیکھ رہا ہے اور شاید وہ اسے نہیں پہچانتا اور اسے امامؑ کی اطلاع نہیں ہے۔ اس عقیدہ کے تحت وہ برائیوں سے نفرت محسوس کرتا ہے اور جب لطف قائم ہے تو امامؑ کی پردہ پوشی جائز ہوگی۔ جب یہ ثابت ہو جائے تو ان کے لیے لطف حاصل ہے تو اس کے باوجود یہ کہنے کی کیا تک ہے کہ امامؑ ان کے لیے ظاہر کیوں نہیں ہوتا۔

ہم کہیں گے کہ یہ بات کسی بھی حال میں واجب نہیں ہے لہٰذا اس بیان سے سوال ہی سرے سے ساقط ہو جاتا ہے کیونکہ انھیں تو ایک طرح سے لطف حاصل ہے اور اس کی کیفیت یہ ہے کہ وہ امامؑ کی وجہ سے تمام شرائع کے پہنچنے کا یقین رکھتے ہیں اور اگر انھیں اس کا وثوق نہ ہوتا اور وہ یہ جائز کہتے کہ ان کے لیے بہت سے احکام شریعت کا مخفی ہونا درست ہے تو بات اور تھی لیکن جب وہ وجودِ امامؑ کو مانتے ہیں تو اس کی وجہ سے تمام احکام پر ایمان رکھتے ہیں۔ اس طرح سے ان کے لیے لطف حاصل ہے اور یہ چیز ہرگز خارقِ عادت نہیں ہے۔

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

"صاحب الزمان کی ولادت کا اخفا کوئی نئی بات نہیں ہے"۔

اس سے قبل ہم یہ عرض کر چکے ہیں کہ کی ولادت غیر عادی (خلاف عادت) نہیں ہے۔

ایرانی علماء نے جو کہ فارس کے حکمرانوں کے واقعات بیان کیے ہیں ان واقعات میں خسرو کا واقعہ بڑا مشہور ہے۔ اس کی والدہ نے اپنے بیٹے کے حمل اور ولادت کو مخفی رکھا تھا۔ خسرو کی والدہ ترک بادشاہ افراسیاب کی نواسی تھا جب کہ خسرو کا دادا چاہتا تھا کہ وہ افراسیاب کی نسل کو قتل کر دے اس لیے خسرو کی والدہ نے اپنے فرزند کی ولادت کو مخفی رکھا تھا۔ اس کا قصہ کتب تاریخ میں مشہور ہے اور مورخ طبری نے بھی اسے بیان کیا ہے۔

قرآن کریم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ موجود ہے۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ ان کی والدہ نے انھیں چھپ کر جنم دیا تھا اور ایک غار میں چھپا دیا تھا یہاں تک کہ آپ بالغ ہو کر غار سے باہر آئے تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حمل خدا نے مخفی رکھا تھا اور پیدائش کے بعد ان کی والدہ نے فرعون کے ڈر سے انھیں صندوق میں رکھ کر دریا میں بہا دیا تھا۔ اس واقعہ کی تفصیل قرآن کریم میں موجود ہے۔ یہی حال حضرت صاحب الزمانؑ کا ہے لہٰذا اس پر تعجب کی کوئی بات نہیں ہے اور نہ ہی آپ کی ولادت "انہونی" چیز ہے۔

روزمرہ کے واقعات میں بھی ہمیں اس طرح کی مثالیں دکھائی دیتی ہیں کہ کسی شخص نے اپنی زوجہ سے چھپ کر کسی کنیز سے شادی کر رکھی ہوتی ہے اور اس سے بچہ پیدا ہوتا ہے۔ وہ طویل عرصہ تک اپنی بیوی سے اس خبر کو چھپاتا ہے لیکن جب قریب المرگ ہوتا ہے تو اس کا اظہار کر دیتا ہے۔

کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اپنے بچوں کو رشتہ داروں سے چھپاتے ہیں کہ کہیں رشتہ دار اُس کی میراث پر قبضہ کے لیے اس کے بچوں کو قتل نہ کر دیں۔

اس طرح کے واقعات سے دنیا بھری پڑی ہے اس لیے حضرت صاحب الزمانؑ کی ولادت پر ہرگز تعجب نہیں کرنا چاہیے۔ ہمارے پاس ایسی بھی کئی مثالیں ہیں کہ باپ کی موت کے لیے کچھ عرصہ بعد ان کی ولدیت اس وقت ثابت ہوئی جب دو عادل مسلمانوں نے اس کی حدیث کی گواہی دی اور انھوں نے یہ بتایا کہ اس کے والد نے ہمیں اس کا گواہ بنایا تھا لیکن وہ اپنے خاندان کی وجہ سے ان کے سامنے اظہار نہیں کر سکا تھا۔

حضرت صاحب الزمانؑ کی ولادت بہت سی جہات سے ثابت ہے۔ ہم عنقریب ان جہات کا تذکرہ کریں گے۔

البتہ یہ درست ہے کہ صاحب الزمانؑ کے چچا جعفر نے اپنے بھائی حسن عسکری علیہ السلام کے صاحب اولاد ہونے کا انکار کیا اس طرح سے اس نے اپنے بھائی امام حسن عسکری علیہ السلام کی میراث اور ترکہ پر ہاتھ صاف کیے تھے اور اس وقت کے خلیفہ سے کہا تھا کہ میرے بھائی کی کنیزوں کو زندان میں کچھ عرصہ کے لیے ڈال دیں تاکہ یقین ہو جائے کہ ان میں سے کوئی بھی حاملہ نہیں ہے۔

جعفر یہ چاہتا تھا کہ ہر بار میں ائمہ کے عقیدہ کی وجہ سے شیعوں کا قتل عام کروائے کیونکہ شیعہ امام عسکری علیہ السلام کے فرزند کا عقیدہ رکھتے تھے اس سے جعفر کی امامت کی نفی ہوتی تھی۔

مخالف کہتے ہیں کہ اگر صاحب الزمانؑ پیدا ہو چکے تھے تو ان کے سگے چچا نے یہ دعویٰ کیوں کیا کہ میرا بھائی لاولد دنیا سے رخصت ہوا ہے؟

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

اس اشکال کے جواب میں ہم یہ کہتے ہیں کہ جعفر غیر معصوم تھا جب کہ قرآن نے یہ گواہی دی ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے اپنے بھائی یوسف علیہ السلام پر ظلم کیا تھا جب کہ کچھ لوگ ان کے نبی ہونے کے بھی دعوے دار ہیں۔ جب نبی کے بیٹے ظلم کر سکتے ہیں اور اپنے معصوم و نبی بھائی پر ظلم کے پہاڑ توڑ سکتے ہیں تو امام حسن عسکری علیہ السلام کا بیٹا یہ ظلم کیوں نہیں کر سکتا؟

اشکال:

اگر امام حسن عسکری علیہ السلام کے ہاں کسی بیٹے نے جنم لیا ہوتا تو اس کی کیا وجہ ہے کہ امام حسن عسکری نے اپنی وصیت میں اپنی تمام جائیداد اور صدقات کو اپنی زوجہ ام الحسن کے نام کیوں لکھا۔ اگر ان کے ہاں کوئی فرزند موجود تھا تو انھوں نے اپنے وصیت نامے میں اس کا ذکر کیوں نہیں کیا تھا؟

جواب:

اس اشکال کا واضح جواب یہ ہے کہ امام علیہ السلام نے جان بوجھ کر ایسا کیا تھا کہ آپ اپنے فرزند کی زندگی کی حفاظت چاہتے تھے۔ اگر اپنی وصیت میں اپنے فرزند کا ذکر کرتے تو صاحب الزمانؑ کی زندگی خطرے میں پڑ جاتی۔

اس سے قبل امام جعفر صادق علیہ السلام نے بھی یہی کیا تھا۔ انھوں نے پانچ افراد کو اپنا وصی مقرر کیا تھا۔ ان میں پہلا نام سلطان وقت منصور دوانقی کا تھا۔ آپ نے وصیت نامہ صرف اپنے فرزند موسیٰ کاظم کے لیے نہیں لکھا تھا۔

آپ نے اپنے وصیت نامہ پر ربیع، قاضی وقت اور اپنی ام ولد کنیز حمیدہ بربریہ کو گواہ مقرر کیا تھا اور آپ نے اپنے وصیت نامہ کے آخر میں اپنے فرزند موسیٰ کاظم علیہ السلام کا نام لکھا تھا۔ اگر آپ یہ تدبیر نہ کرتے تو حاکم وقت آپ کے فرزند کی زندگی کو خطرات میں ڈال دیتا۔ اسی وصیت نامہ کو بنیاد بنا کر امام حسن عسکری علیہ السلام نے اپنی وصیت مرتب کی تھی۔

اشکال:

آپ امامیہ پر عقیدہ رکھتے ہیں۔ امام زمان کی غیبت کو ایک طویل عرصہ گزرا ہے اور آج تک کسی کو بھی ان کے مقام کی خبر نہیں ہوئی جب کہ یہ عقیدہ اور نظریہ خلاف عادت ہے۔ اگر کوئی شخص کسی ظالم حکومت سے چھپ جائے تو عین ممکن ہے کہ حکومتی جاسوس کو اس کے مقام کی خبر نہ ہو لیکن اس کے باوثوق دوستوں کو اس کے چھپنے کے مقام کا علم ہوتا ہے۔

اس کے برعکس صدیوں سے صاحب الزمانؑ غائب ہیں اور آج تک کسی کو بھی ان کے مقام کی کوئی خبر نہیں ہے۔ یقیناً یہ چیز قابل تعجب اور ناقابل یقین ہے!!

جواب:

معترض کا یہ اعتراض درست نہیں ہے کیونکہ امامیہ یہ کہتے ہیں کہ امام حسن عسکری علیہ السلام کے کچھ اصحاب نے حضرت عسکریؑ کی زندگی میں صاحب الزمانؑ کی زیارت کی تھی اور حضرت عسکریؑ کی وفات کے بعد یہ لوگ ان کے اصحاب اور خواص تھے اور وہ امامؑ اور شیعوں کے درمیان واسطہ کا کام دیتے تھے۔ ان بزرگوں کا ہم بعد میں تعارف کرائیں گے۔

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

اور وہ ثقہ افراد امامؑ سے علم دین لے کر آپ کے شیعوں تک پہنچاتے تھے اور مسائل کے جوابات امامؑ سے حاصل کر کے سائلین تک پہنچاتے تھے اور لوگوں سے امامؑ کے حقوق وصول کرتے تھے۔ ان لوگوں کا انتخاب امام حسن عسکری علیہ السلام نے اپنی زندگی میں کیا تھا اور ان لوگوں کو اپنا امین مقرر کیا تھا اور یہ امامؑ کے جملہ امور کو سرانجام دیتے تھے۔ امام حسن عسکری علیہ السلام نے ان کے نام مع ولدیت وقبائل بیان کیے تھے۔ ان میں عرو بن عثمان بن سعید سمان اور ان کے فرزند ابو جعفر محمد بن عثمان بن سعید شامل تھے ان کے علاوہ کچھ اور معتمد بھی تھے جن کا ہم ذکر کریں گے۔ عقل وامانت، فہم وولایت میں ممتاز تھے ہر شخص ان کی صداقت کا اعتراف کرتا ہے، حد یہ ہے کہ سلطانِ وقت بھی ان کے کردار سے متاثر تھا اور اگر کوئی مخالف ان کا شکوہ کرتا تو سلطان وقت ان کا دفاع کرتا تھا۔ ہمارے اس بیان سے مخالفین کا اعتراض زائل ہو جاتا ہے۔

آئمہ ہدیٰ علیہم السلام سے روایت منقول ہے:

کہ حضرت قائمؑ کی دو غیبتیں ہوں گی، دوسری غیبت پہلی غیبت سے طویل ہوگی۔ پہلی غیبت میں امامؑ کے حالات معلوم ہوتے رہیں گے، دوسری غیبت میں ان کے حالات کا علم نہ ہو سکے گا۔

آئمہ ہدیٰ علیہم السلام کی یہ پیشن گوئی حرف بحرف پوری ہوئی۔ اس پر مخالفین زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ایسا ہونا خلاف عادت ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ یہ بات بھی درست نہیں ہے کیونکہ اگر خدا چاہے کہ کسی شخص کے لیے اس عادت کو توڑ بھی دیتا ہے اور وہ مرد موجود ہوتے ہوئے مفقود الخبر رہتا ہے۔

اس کی واضح مثال حضرت خضرؑ ہیں وہ زمانہ موسیٰؑ میں موجود تھے اور امت کا

اجماع ہے کہ وہ اس وقت بھی زندہ ہیں لیکن ان کے ٹھکانے کا کسی کو علم نہیں ہے اور ان کے اصحاب کو بھی کوئی نہیں جانتا، ہمارے پاس ان کے متعلق بس اتنا ہی علم ہے جتنا کہ قرآن کریم میں بیان کیا گیا ہے اس سے زیادہ کسی کے پاس کوئی یقینی علم نہیں ہے۔

البتہ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہمیں خضرؑ کی زیارت ہوئی لیکن ہم انھیں پہچان نہیں سکے ہم یہ سمجھتے رہے کہ یہ بزرگ کوئی عابد وزاہد قسم کا انسان ہے لیکن ان کے جانے کے بعد علم ہوا کہ وہ تو حضرت خضرؑ تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے خوف سے مصر چھوڑ کر مدائن چلے گئے تھے جہاں انھوں نے طویل عرصہ بسر کیا اور شادی کی اس پورے عرصہ میں اہل مصر کو معلوم نہ تھا کہ موسیٰؑ کہاں ہیں پھر جب مدائن سے واپسی پر خدا نے انھیں نبوت عطا کی اور آپ نے دین کی دعوت دی تو سب کو علم ہوا کہ آپ موسیٰؑ ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے نام پر قرآن کریم کی ایک صورت ہے، جس میں آپ کی سرگزشت کو بیان کیا گیا ہے۔ طویل مصائب سہنے کے بعد آپ تختِ حکومت پر فائز ہوئے۔ اس دوران آپ کے بھائی گندم لینے کے لیے آپؑ کے پاس پہنچے۔ آپ نے انھیں پہچان لیا جب کہ بھائی نہ پہچان سکے پھر جب معصوم نے چاہا کہ یہ مجھے پہچانیں تو پہچان کے اسباب پیدا ہوئے اور بھائیوں نے پہچان لیا۔

اسی طرح کا واقع حضرت یونسؑ بن متی کے ساتھ پیش آیا جب ان کی قوم نے ان کی بے توقیری کی تو آپ انھیں چھوڑ کر غائب ہو گئے اور ان کی امت میں سے کسی کو بھی ان کا ٹھکانا معلوم نہ ہو سکا۔ اللہ نے انھیں اپنی مچھلی کے شکم میں غائب کر دیا تھا اور

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

شکم ماہی میں انھیں زندہ بھی رکھا، انھوں نے تسبیح کی تو انھیں اس سے نجات ملی۔ (۱)

اصحاب کہف کا قصہ بھی کچھ اسی طرح کا ہے، انھوں نے اپنی قوم اور شہر کو چھوڑ کر ایک غار میں پناہ لی تھی اور تین صدیوں سے کچھ اوپر کا عرصہ وہ اہلِ زمین کی نظروں سے غائب رہے کسی کو ان کے ٹھکانے کا علم نہ تھا۔

پھر اللہ نے انھیں زندہ کیا تب کہیں جا کر لوگوں کو ان کی موجودگی کا علم ہوا۔

اللہ نے اصحاب کہف کے واقعہ کو شاید اس لیے بیان کیا کہ کل کلاں امامؑ کائنات غیبت میں چلے جائیں تو لوگوں کو اس پر تعجب نہ ہو۔

قرآن کریم میں اس بزرگ کا واقعہ بھی موجود ہے جو گدھے پر سوار ہو کر اپنا کھانا اور پانی لیے ایسے قریہ سے گزرے جو تباہ اور اُلٹا پڑا تھا۔ تعجب سے کہا کہ خدا انھیں کیسے زندہ کرے گا، خدا نے انھیں سو سال کے لیے موت دے دی تھی۔

مشہور یہ ہے کہ یہ عزیز نبی تھے۔ جب ایک سو سال کے بعد زندہ ہوئے تو کھانا گرم تھا اور پانی تازہ تھا۔

اس سے خدا کی قدرت ظاہر ہوتی ہے کیونکہ کھانا جلد خراب ہو جاتا ہے اور پانی کا ذائقہ جلد بدل جاتا ہے لیکن اللہ نے اپنی جلد خراب ہونے والی اشیاء کو ان کی حالت پر محفوظ رکھا۔

۱۔ اللہ نے قرآن کریم میں فرمایا: فلولا انه كان من المسبحين للبث في بطنه الى يوم يبعثون۔
اگر وہ تسبیح نہ کرتے تو ہم ان کو مچھلی کے شکم میں قیامت تک رکھتے۔
اس پورے عرصہ میں مچھلی بھی زندہ رہتی اور اس کا قیدی بھی زندہ رہتا۔ جو خدا قیامت تک مچھلی اور اس کے قیدی کو زندہ رکھ سکتا ہے تو کیا وہ اپنے دین کے ہادی کو طویل عرصہ تک غیبت میں زندہ نہیں رکھ سکتا۔

(اضافة من المترجم)

اس واقعہ سے یہ سبق ملتا ہے کہ اگر خدا چاہے تو جلد خراب ہونے والی چیز کو سو سال تک محفوظ رکھ سکتا ہے تو اگر وہی قادر و قیوم خدا اپنے دین کے آخری ہادی کو پردہ غیبت میں محفوظ رکھے تو اس میں حیرت اور تعجب کیا ہے؟

مذکورہ بالا واقعات غیبت امام زمانہ کا مبین ترین ثبوت ہیں۔ ان واقعات کا انکار کوئی مسلم نہیں کرتا البتہ کوئی بے دین اور دہریہ اس کا انکار کرے تو اس کو اختیار ہے لیکن جب کسی دہریہ سے ہمارا مباحثہ ہوا تو ہم غیبت کے عنوان پر اس سے بحث نہیں کریں گے اس کی بجائے ہم مسئلہ توحید اور وجود خداوندی پر بحث کریں گے۔

اور امام زمانہ کی غیبت کی بحث صرف ان لوگوں سے کی جائے گی جو اسلام کے قائل ہیں اور اللہ کی قدرت کو تسلیم کرتے ہیں۔

غیبت کی دنیا میں بہت سی مثالیں موجود ہیں چنانچہ شاہان فارس میں سے ارباب تاریخ نے کچھ ایسے شاہوں کا ذکر کیا ہے جو ایک عرصہ تک روپوش ہو گئے تھے اور کسی کو ان کے ٹھکانے کی خبر تک نہ تھی پھر جب حالات سازگار ہوئے تو وہ واپس لوٹ آئے تھے۔

یہ واقعات اگرچہ قرآن کریم میں موجود نہیں ہیں البتہ اس قسم کے واقعات کتب تاریخ میں پائے جاتے ہیں۔

اس طرح کے واقعات حکمائے روم اور حکمائے ہند کے متعلق بھی بیان کیے جاتے ہیں لیکن ہم اچھی طرح سے جانتے ہیں کہ ہمارے مخالف اس طرح کے واقعات نہیں مانیں گے، اسی لیے ہم اس طرح کے واقعات کو بیان نہیں کریں گے۔

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

امامِ زمانہ اور طول عمر:

اشکال:

آپ امامیہ حضرات یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ آپ کے امام کو خدا نے طویل عمر عطا کی ہے اور اس عمر کی طوالت کے باوجود وہ کامل العقل ہیں اور وہ مکمل طاقت ور اور تندرست ہیں۔ اس وقت ۴۴۷ھ ہے اور آپ کے بقول آپ کے امام کی ولادت ۲۵۶ھ میں ہوئی تھی۔ (۱) اور اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے امام کی عمر اس وقت ۱۹۱ برس ہو چکی ہے۔ عام طور پر لوگوں کی اتنی عمر نہیں ہوتی البتہ اگر خدا انبیاء میں سے کسی کو طویل عمر عطا کرے (جیسا کہ نوح علیہ السلام) تو ممکن ہے۔

جواب:

اس اشکال کا جواب ہم دو طرح سے دیتے ہیں:

۱۔ اس طرح کی لمبی عمر کے واقعات سابقہ ادوار میں دکھائی دیتے ہیں جیسا کہ ہم اس سے قبل اصحاب کہف اور حضرت خضر کی مثالیں پیش کر چکے ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام کے متعلق خدا نے فرمایا کہ اس نے اپنی قوم میں ساڑھے نو سو برس قیام کیا تھا۔

سیرت نگار کہتے ہیں کہ ان کی عمر ڈھائی ہزار برس تھی اور ساڑھے نو سو برس تک

۱۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب شیخ طوسی نے یہ کتاب لکھی تھی جب کہ اس وقت کے حساب سے امام کی عمر [illegible] سال سے کہیں زیادہ ہو چکی ہے۔ (مترجم)

انھوں نے تبلیغ دین کی تھی۔ مورخین لکھتے ہیں کہ حضرت سلمان فارسی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زیارت کی تھی اور وہ ہمارے نبی اکرمؐ کی زندگی میں بھی موجود تھے اور تیسرے خلیفہ کے عہد حکومت میں ان کی وفات ہوئی تھی۔

چند طویل العمر افراد

۱۔ دجال:

محدثین لکھتے ہیں کہ دجال رسول خدا کے زمانہ میں موجود تھا اور وہ اپنے زمانہ خروج تک زندہ رہے گا۔

ہمیں مخالفین کی عقل و دانش پر تعجب ہے وہ دشمن خدا کی طویل عمر کو تسلیم کرتے ہیں لیکن خدا کے مقرر کردہ ہادی کی طوالت عمر کو ماننے پر آمادہ نہیں ہیں۔

۲۔ لقمان بن عاد: اس کے متعلق مشہور ہے کہ خدا نے انھیں ساڑھے تین ہزار برس کی طویل عمر عطا کی تھی۔

کہا جاتا ہے کہ ان کی عمر سات گدھوں کی عمر کے برابر تھی۔ (۱)

اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ ایک کرگس کے بچہ کو پکڑتا اور اس کی تربیت کرتا تھا پھر اسے پہاڑ کا عادی بنا دیتا تھا اور جب وہ اپنی لمبی عمر کے تحت مرتا تو پھر ایک اور کرگس کے چوزے کو پکڑ کر اس کی تربیت کرتا تھا یہاں تک کہ چھ کرگس اپنی لمبی عمر پوری کر کے مر گئے۔ اس نے ساتویں بار کرگس کا ایک چوزہ پکڑا اور اس کی پرورش کی اور اس کا نام اس نے لبد رکھا تھا مگر لبد کی عمر جب ان کی طرح سے

۱۔ کہا جاتا ہے کہ ایک گدھ یا کرگس کی طبعی عمر پانچ سو سال ہوتی ہے اور سات گدھوں کی طبعی عمر ساڑھے تین ہزار سال بنتی ہے۔ (مترجم)

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

دوسرے کرگسوں سے طویل ہوگئی اور اس سے اس محاورے نے جنم لیا "طال الامد علی لبد" اس کی عمر تو "لبد" سے بھی بڑھ گئی۔ عرب کے مشہور شاعر اعشیٰ نے کہا تھا۔

لنفسک اذ تختار سبعة انسر	اذ مضیٰ نسر خلوت الی نسر
فعمّر حتیٰ خالی ان نسوره	خلود هل یبقی النفوس علی الدهر
وقال لادناهن اذ حل ریشه	هلکت واهلکت ابن عاد و ما تدر

جب تو اپنے لیے سات گدھوں کا انتخاب کرے جب ایک گدھ مر جائے تو دوسرے گدھ کے ساتھ تو جا ملے رہے گا یہاں تک کہ اس نے عمر بسر کی جب تک نہ سنا تھا کہ گدھ زندہ رہیں گے۔

کیا زمانے کے چکر سے جانیں محفوظ رہ سکتی ہیں اور جب آخری گدھ کے پر گر گئے تو وہ بھی ہلاک ہو گیا اور ابن عاد بھی ہلاک ہو گیا۔

۳۔ ربیع بن ضبع بن وہب بن بغیض بن مالک:

مرنے کے وقت اس کی عمر تین سو چالیس برس کی تھی۔ اس نے نبی اکرمؐ کا زمانہ پایا تھا لیکن اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ اس کے متعلق مشہور ہے کہ وہ عبدالملک بن مروان کے دور حکومت تک زندہ رہا تھا۔ جب اس سے پوچھا گیا کہ اس وقت تیری عمر کیا ہے تو اس نے بتایا کہ میں نے فترت عیسیٰ دو سو سال بسر کیے اور دور جاہلیت میں ایک سو بیس سال بسر کیے اور ساٹھ سال اسلام کے دور میں بسر کیے۔ عبدالملک نے اس سے کہا کہ تیرے مقدر نے یاوری کی ہے۔

اس کے حالات مشہور ہیں۔ جب اس کی عمر تین صدیوں تک پہنچی تو اس نے کہا کہ آج جوانی مجھ سے جدا ہو گئی ہے۔ خیر کیا ہوا اگر آج مجھ سے جوانی جدا ہوئی ہے تو

طویل عرصہ تک میرے ساتھ بھی رہی ہے۔ اس کے اشعار بڑے معروف ہیں۔

اس نے یہ کہا تھا:

اذا کان الشتاء فادفئونی	فان الشیخ یهدمه الشتاء
فاما حین یذهب کل قر	فسربال خفیف او رداء
اذا عاش الفتی مائتین عاماً	فقد اودی المسرة و الفتاء

سردیوں میں مجھے گرم کیا کرو۔ سردی بوڑھے آدمی کو تباہ کر دیتی ہے لیکن جب سردی رخصت ہوتی ہے تو پھر ہلکی شلوار یا ایک چادر ہی کافی ہوتی ہے۔ جب کوئی جوان دو سو برس زندگی بسر کر لے تو پھر لذت اور جوانی رخصت ہو جاتی ہے۔

۴۔ مستوغر بن ربیعہ بن کعب بن زید بن مناۃ:

اسے خدا نے تین سو تیس برس کی عمر عطا کی تھی۔ اس نے یہ شعر کہے تھے:

ولقد سئمت من الحیاة وطولها	وعمرت من بعد السنین مئینا
مائة اتت من بعدها مائتان لی	و ازددت من عدة الشهور سنینا
هل ما بقی الا کما قد فاتنا	یوم یکر و لیلة تحدونا

میں زندگی کی طوالت سے تھک چکا ہوں۔ برس ہا برس کے بعد کئی مزید برس آ گئے ہیں۔ ایک سو سال کے بعد مزید دو سو سال گزر چکے ہیں۔ اب ہر دن آفتاب میں تو ڈھل رہا ہے اور ہر رات موت کی طرف دھکیل رہی ہے۔

۵۔ اکثم بن صیفی اسدی:

اس نے تین سو تیس برس کی عمر پائی تھی۔ اس نے نبی اکرمؐ کا زمانہ پایا تھا اور ایمان لایا تھا لیکن ملاقات مقدر میں نہ تھی۔ اس کی طرف بہت سی حکمت آمیز باتیں

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

منسوب ہیں۔ اس نے یہ شعر کہے تھے:

ران امرءا قدعاش تسعین حجۃ — الی مائۃ لم یسأم العیش جاھل

خلت مائتان غیرست وار بعین — وذلک من عدا للیالی قلائل

اگر کسی شخص کی عمر ایک سو برس ہو جائے اور زندگی کے اب بھی طول نہ ہوا ہو تو وہ جاہل ہے۔ میری زندگی کے ایک سونوے برس گزر چکے ہیں اور راتوں کی تعداد کے اعتبار سے یہ مدت بہت کم ہے۔

اس کا والد صیفی بن رباح بن اکثم بھی طویل العمر افراد میں سے تھا۔ اس کی عمر دو سو ستر برس کی تھی لیکن عمر کے آخری ایام میں بھی اس کی عقل میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ اس کو "ذی الحلم" کہا جاتا تھا۔ حتمس یشکری نے اس کے متعلق یہ کہا تھا۔

لذی الحلم قبل الیوم مایقرع العصا

وما علم الانسان الا لیعلما

صیفی بن اکثم صاحب علم تھا اور اس نے کبھی ڈنڈا نہ اٹھایا تھا۔ اس نے جو بھی تعلیم حاصل کی تھی وہ دوسروں کو سکھائی تھی۔

۶۔ ضبیرہ بن سعید بن سعد بن سہم بن عمرو:

اس نے دو سو بیس برس عمر پائی تھی لیکن اس عمر میں بھی جوان تھا۔ اس نے اسلام کا زمانہ پایا تھا لیکن اسلام قبول نہیں کیا تھا۔

ابو حاتم اور ریاشی نے عتبی سے اس نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ ضبیرہ سہمی دو سو بیس سال کی عمر میں مرا تھا لیکن اس کے بال سیاہ تھے اور دانت صحیح سالم تھے۔

اس کے ابن عم قیس بن عدی نے اس کا مرثیہ کہا تھا:

من یأمن الحدثان بعد — ضبیرۃ السھمی ماتا

سبقت منیتہ المشیب — وکان منیۃ أفتلاتا

فتزودوا لاتھلکوا — من دون أھلکم خفاتا

دو سو برس عمر پانے والے ضبیرہ سہمی کے بعد حوادثِ زمانہ سے کون محفوظ رہ سکتا ہے۔ اس نے بڑھاپے پر سبقت حاصل کی تھی، وہ جوان تھا اور ناگہانی موت کا شکار ہوا۔

اے لوگو! توشہ فراہم کرلو تم اہل وعیال کو چھوڑ کر اچانک مرجاؤ گے

۷۔ درید بن الصمہ الجشمی:

اس نے دو سو برس کی عمر پائی تھی۔ اس نے اسلام کا زمانہ پایا تھا لیکن اسلام قبول نہ کیا تھا۔ جنگِ حنین میں یہ کافروں کے لشکر کا سالار تھا اور یہ جنگِ حنین میں قتل ہوا تھا۔

۸۔ محسن بن غسان بن الظالم الزبیدی:

یہ شخص 265 برس کی عمر میں مرا تھا۔

۹۔ عمرو بن حُممہ الدوسی:

اس نے چار سو سال کی عمر پائی تھی۔ اس نے یہ اشعار کہے تھے۔

کبرت وطال العمر فی کانفی — سلیم أفاع لیلۃ غیر مدد ع

فما الموت أفنانی ولکن تتابعت — علیّ سنون من مصیف ومربع

ثلاث مئات قد مررن کوملا — وھا انا ھذا ارتجی منہ اربع

میں بوڑھا ہو چکا ہوں اور عمر طویل ہو گئی ہے یوں لگتا ہے مار گزیدہ ہوں اور ابھی

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

شب بھر نہیں آئی۔ مجھے موت نے نہیں مارا البتہ مجھ پر گرم و سرد سال گزر گئے۔

تین سو سال جو بڑھاپے میں گزرے اور اب میں چوتھی صدی کی امید کر رہا ہوں۔

۱۰۔ حارث بن مضاض جرہمی:

یہ شخص چار سو سال کی عمر میں مرا تھا اور اس نے یہ اشعار کہے تھے:

کان لم یکن بین الحجون الی الصفا

انیس ولم یسمر بمکة سامر

بلی نحن کنا اھلھا فاباد نا

صروف اللیالی والجدود العواثر

گویا حجون سے مکہ تک ہمارا کوئی ساتھی نہ تھا اور مکہ میں کسی نے داستان گوئی نہ کی تھی۔ جی میں ہم مکہ کے اہل تھے اور راتوں کی آمد و رفت نے ہمیں تباہ کیا۔

۱۱۔ عبدالمسیح بن بقیلہ غسانی:

اس کے متعلق کلبی اور ابو عبیدہ نے بیان کیا کہ موت کے وقت اس کی عمر ساڑھے تین سو برس تھی۔ اس نے اسلام کا زمانہ پایا تھا لیکن اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ یہ نصرانی تھا اور حیرہ کے مقام پر اس نے خالد بن ولید سے جو گفتگو کی تھی وہ تاریخ کے اوراق میں مرقوم ہے۔

خالد نے اس سے پوچھا کہ تو نے کتنا زمانہ دیکھا ہے؟

اس نے کہا کہ مجھے یاد ہے کہ سمندری کشتیاں سیلاب کی کھائی ہوئی اس کھاڑی سے یہاں ہمارے پاس آتی رہتی تھیں اور میں نے حیرہ کی رہائشی عورت کو دیکھا کہ سر پر دوپٹہ رکھتی اور ایک روٹی کا زادِ راہ لے کر شام چلی جاتی تھی اور اب یہ سمندری

کھاڑی بند ہو چکی ہے۔ یہ سب خدا کے کارنامے ہیں۔

اس نے یہ اشعار کہے تھے:

والناس ابناء علاتٍ فمن علموا ان قداقل فمجفو محقور

وھم بنون لامٍّ ان راوا نشبا فذاک بالغیب محفوظ مقصور

لوگ سوکنوں کی اولاد ہیں اگر وہ کسی کو مفلس دیکھتے ہیں تو اس پر جفا کرتے ہیں اور اس کی حقارت کرتے ہیں اور اگر وہ کسی کی دولت مندی کو دیکھتے ہیں تو پھر سگی ماں کے بیٹے بن جاتے ہیں۔ یہ دورنگی غیب میں محفوظ اور ثبت شدہ ہے۔

۱۲۔ النابغة الجعدی:

اس کا تعلق بنی عامر بن صعصعہ سے تھا اور اس کی کنیت ابو لیلیٰ تھی۔

ابو حاتم الجستانی کا بیان ہے کہ نابغہ جعدی نابغہ ذبیانی سے کہیں بڑا تھا۔

وہ فخر کرتا ہے اور اس نے کہا کہ میں نبی اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے ان کے سامنے یہ شعر پڑھا:

بلغنا السّمآء مجدنا وجدودنا

وانا البرجو فوق ذلک مظھرا

ہماری عزت و عظمت آسمان تک پہنچ چکی ہے۔ ہم اس سے بھی مزید بلندی کے امیدوار ہیں۔

رسول خداؐ نے یہ سن کر فرمایا:

ابو لیلیٰ! مزید کون سی بلندی کے خواہش مند ہو؟

میں نے عرض کی: یا رسول اللہؐ! ہم جنت کے خواہش مند ہیں۔

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

رسولِ اکرمؐ نے فرمایا: جی ہاں۔ ان شاء اللہ

پھر میں نے رسولِ اکرمؐ کے سامنے یہ اشعار پڑھے:

ولاخیر فی حلم اذا لم یکن لہ
بوادر تحمی صفوہ ان یکدرا
ولا خیر فی جھل اذا لم یکن لہ
حلیم اذا ما اوردالامر اصدرا

اس وقت تک حلم میں کوئی بھلائی نہیں جب تک اس کے ساتھ غضب نہ ہو جو صاف اور ملکدر کو جدا کر سکے۔

اور اس جہالت میں کوئی بھلائی نہیں جس کے ساتھ حلم نہ ہو جو اس شدت کا تدارک کر سکے۔

رسولِ اکرمؐ نے اسے دعا دی اور فرمایا کہ خدا تیرے چہرہ کو تر و تازہ رکھے۔

آپؐ کی دعا کا یہ اثر تھا کہ ایک سو بیس برس کی زندگی میں بھی اس کے دانت اور داڑھیں بالکل ٹھیک تھیں۔ اگر اس کا کوئی دانت ٹوٹتا تو اس کی جگہ نیا دانت پیدا ہو جاتا تھا۔ ایک شخص کا بیان ہے کہ میں نے اسے دیکھا اس وقت اس کی عمر اسی برس تھی لیکن اس کا چہرہ چمکتا تھا۔

۱۳۔ ابو طمحان قینی:

اس کا تعلق بنی کنانہ بن القین سے تھا۔ ابو حاتم کا قول ہے کہ موت کے وقت اس کی عمر دو سو برس تھی۔ اس نے یہ اشعار کہے تھے:

حنتنی حانیات الدھر حتی | کانی خاتم ادنو نصید

لیقصر الحظو یحسب من رآنی | الست مقیداً انی بقید

زمانہ کی سختیوں نے مجھے اتنا خمیدہ کیا ہے تم کہہ سکتے ہو کہ میں شکار کے لیے خم ہوں۔ سخت بڑھاپے کی وجہ سے میں اتنے چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا ہوں کہ دیکھنے والا یہ کہتا ہے کہ میرے پاؤں زنجیر سے بندھے ہوئے ہیں۔

اس کے حالات اور اشعار معروف ہیں۔

۱۴۔ ذوالاصبع العدوانی:

ابو حاتم بیان کرتے ہیں کہ یہ تین سو برس کی زندگی میں مرا تھا۔ دورِ جاہلیت میں یہ عرب کا حکمران تھا۔

اس کے حالات، اشعار اور اقوالِ زریں بہت مشہور ہیں۔

۱۵۔ زہیر بن جناب حمیری

ہم نے طوالت کی وجہ سے ان کے نسب کو نقل نہیں کیا۔ ابو حاتم کہتے ہیں کہ زہیر بن جناب نے دو سو بیس برس عمر پائی تھی اور دو سو چھوٹی بڑی جنگوں میں شریک ہوا تھا۔ وہ اپنی قوم کا سردار تھا، اس میں دس ایسی خصلتیں جمع ہوئیں تھیں جو اس کے کسی معاصر میں جمع نہ ہوئیں تھیں۔

وہ اپنی قوم کا سردار، رئیس، خطیب، شاعر اور سلاطین سے راہ و رسم رکھنے والا اور طبیب تھا۔ اس دور میں طبیب کا بڑا احترام کیا جاتا تھا اور وہ اپنی قوم کو یکجا رکھنے والا کاہن شاہسوار تھا۔ اس کے گھر کا بڑا احترام کیا جاتا تھا۔ اس نے اپنی اولاد کو وصیت کی اور کہا:

میری اولاد! میں بوڑھا ہو چکا ہوں اور میں نے بڑا زمانہ گزارا ہے۔ تجربات نے

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

مجھے پختہ بنایا ہے جب کہ معاملات تجربہ اور اختیار کا ہی نام ہے۔ میں جو کچھ کہوں غور سے سنو اور میری باتوں کو یاد رکھو، خبردار! مصائب میں بے صبری اختیار نہ کرو اور مشکلات کے وقت میں اپنے امور دوسروں کے حوالے نہ کرو۔ یہ چیز غم کا سبب اور دشمن کی خوشی کا سبب بنتی ہے، اپنے رب پر بدگمانی نہ کرنا۔

خبردار! حوادث سے دھوکا نہ کھانا اور حوادث سے مطمئن نہ رہنا، کبھی کسی کا مذاق نہ اڑانا مذاق اڑانے والے ہمیشہ آزمائش میں مبتلا رہتے ہیں۔

آزمائش کی امید رکھو انسان ہمیشہ زمانہ کے نشانے پر رہتا ہے، کچھ ناکام رہتے ہیں اور زمانہ کے تیر انسان کو لگ کر رہتے ہیں۔

اس کے اقوال اور اشعار معروف ہیں۔

۱۶۔ دوید بن نھید بن زید بن اسود بن اسلم بن الحاف بن قضاعہ ابو حاتم کہتے ہیں کہ دوید نے چار سو چھپن (456) سال کی عمر پائی تھی۔ اس کی وصیت مشہور ہے اور اس کے حالات بھی مشہور ہیں۔ اس نے یہ شعر کہے تھے:

الـقـى علىّ الدهـر رجلاً و يداً

والـدهـر مـا أصـلـح يومـاً أفسـدا

يـفـسـد مـا اصـلـحـه اليوم غـداً

زمانہ نے میرے ہاتھ پاؤں بے کار کر دیئے ہیں۔ زمانہ جسے خراب کرے تو اسے ٹھیک نہیں کرتا اور جسے آج ٹھیک کرے تو کل کو اسے خراب کر دیتا ہے۔

۱۷۔ حارث بن کعب بن عمرو بن وعلہ مذحجی، یہ مالک بن اُدد کی والدہ ہے۔ عربی زبان میں مذحج ٹیلے کو کہا جاتا ہے۔ اس کی والدہ کی پیدائش ٹیلے پر ہوئی تھی اسی لیے اس

کا نام "مذحج" رکھا گیا تھا۔

ابو حاتم بیان کرتے ہیں کہ حارث بن کعب نے اپنی اولاد کو جمع کیا اور ان سے کہا میرے بچو! میں اس وقت ایک سو ساٹھ برس کا ہو چکا ہوں آج تک میں نے کسی دھوکے باز سے ہاتھ نہیں ملایا اور میں نے پوری زندگی تاجروں کا لباس نہیں پہنا اور میں نے آج تک کسی چچازاد یا رشتہ دار سے عشق نہیں کیا اور میں نے کسی بدکردار عورت سے بدکاری نہیں کی، میں نے کسی دوست کا آج تک راز فاش نہیں کیا۔ میں شعیب نبی کے دین پر ہوں، اس وقت اسد بن خزیمہ اور تمیم بن مر کے علاوہ ان کے دین کا کوئی پیروکار نہیں ہے۔

میری وصیت یاد رکھو اور میرے ہی دین پر مرو۔ اپنے خدا سے ڈرتے رہو وہ تمہارے حالات کو درست رکھے گا اور تمہارے اعمال میں انکسار پیدا کرے گا۔

خبردار! خدا کی نافرمانی سے پرہیز کرتے رہنا ورنہ تم پر خدا کا عذاب نازل ہوگا اور تمہارے شہر ویران ہو جائیں گے۔

میرے بچو! اتفاق سے رہنا اور مختلف گروہوں میں تقسیم نہ ہونا، یاد رکھو عزت کی موت ذلت اور عاجزی کی زندگی سے بہتر ہے اور جو ہونا ہے وہ ہو کر رہے گا اور ہر گروہ فنا کے گھاٹ اترے گا۔ دو طرح کے دن ہوتے ہیں، ایک خوشی کا دن ہوتا ہے اور ایک غم کا دن ہوتا ہے اور لوگ بھی دو طرح کے ہوتے ہیں کچھ تمہارے موافق اور کچھ تمہارے مخالف ہوں گے۔ برابر کے لوگوں سے رشتہ داری کرو اور اپنے مادۂ حیات کو پاکیزہ ارحام میں منتقل کرو۔

احمق عورت کے نکاح سے پرہیز کرو اس کی اولاد بھی احمق ہوگی اور یاد رکھو قطع رحمی

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

کرنے والوں کو راحت نصیب نہیں ہوتی اور جب کسی قوم میں اختلاف پیدا ہوجائے تو وہ دشمن کا تر نوالہ بن جاتی ہے۔ کسی بھی اجتماع کے لیے نظریات کا اختلاف آفت ہوتا ہے اور بھلائی سرانجام دینے سے انسان برائی سے محفوظ رہتا ہے اور برائی کے بدلے برائی کرنا خود برائی میں داخل ہونے کے مترادف ہے اور برائی کو انجام دینا انسان کو تباہ کر دیتا ہے۔ قطع رحمی غم کا سبب بنتی ہے حرمت کی پامالی نعمات کے زوال کا سبب ہے۔ والدین کی نافرمانی بدبختی کا سبب ہے اور مجالس کی تباہی اور شہروں کی ویرانی کا ذریعہ ہے۔ خیر خواہی سے رسوائی دور ہوتی ہے کینہ توزی وسعت رزق سے مانع ہے اور غلطی پر جمے رہنا بلیات میں تسلسل پیدا کرتا ہے اور بُرے طریقوں کو اختیار کرنے سے اسباب شفقت قطع ہوجاتے ہیں اور دلوں میں پلنے والی عداوتیں ایک دوسرے سے دور کرتی ہیں۔

پھر اس نے یہ اشعار پڑھے

اکلت شبابی فافنیه　　　　وافنیت بعد دهور دهورا

ثلاثة أهلین صاحبتهم　　　　فبادوا فاصبحت شیخاً کبیرا

قلیل الطعام عسیر القیا　　　　م قد ترک الدهر خطوی قصیرا

ابیت اراعی نجوم السماء　　　　اقلب امری بطونا ظهورا

میں نے اپنا شباب فنا کر دیا اور کئی برسہا برس گزار دیے ہیں، تین بیویوں سے میں نے زندگی بسر کی وہ سب رخصت ہوگئیں اور میں بوڑھا فرتوت ہوگیا۔

میں تھوڑا سا کھانا لیتا ہوں اور کھڑا ہونا مشکل ہو چکا ہے زمانے نے مجھے چھوٹے چھوٹے قدم چلنے پر مجبور کر دیا ہے۔

اب میں ساری رات اختر شماری میں بسر کرتا ہوں اور اپنے معاملات کو الٹ پلٹ کر دیکھتا ہوں۔

یہاں تک ہم نے عرب کے طویل العمر افراد کا ذکر کیا ہے۔ اس عنوان کی بہت سی کتابیں موجود ہیں جن میں اس طرح کے لوگوں کے معاملات لکھے ہوئے ہیں۔

اہل فارس نے بھی اس طرح کے واقعات کو لکھا ہے اور یہ بیان کیا ہے کہ ان میں کچھ سلاطین ایسے بھی گزرے ہیں جنھوں نے غیر معمولی طور پر طویل عمر پائی تھی۔ چنانچہ اہل فارس بیان کرتے ہیں کہ الضحاک جس کے سر پر دو سانپ ہوتے تھے اس کی عمر بارہ سو سال کی تھی جب کہ افریدون عادل نے ایک ہزار سال کی عمر پائی تھی۔

اہل فارس کہتے ہیں کہ جس نے مہرجان ایجاد کیا تھا اس نے اڑھائی ہزار سال زندگی پائی تھی زندگی کے اس دورانیہ میں اس نے چھ سو برس تک اپنی قوم سے روپوشی اختیار کی تھی۔

مذکورہ افراد کے علاوہ اہل فارس کی تاریخ میں اور بھی طویل العمر افراد کے نام لکھے ہوئے ہیں لیکن ہم مزید واقعات بیان کرکے کتاب کا حجم بڑھانا نہیں چاہتے۔

عرب کے طویل العمر افراد میں مذکورہ بالا سولہ افراد کے علاوہ کچھ اور نام بھی شامل ہیں۔

حسب ذیل افراد بھی معمرین کی فہرست میں شامل ہیں:

۱۸۔ یعرب بن قحطان:

اس کا اصل نام ربیعہ تھا اور یہی وہ پہلا شخص ہے جس نے عربی زبان میں گفتگو کی تھی۔ ابوالحسن اصبہانی نے کتاب الفرج والشجر میں لکھا ہے کہ اس نے دو سو سال

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

تک حکومت کی تھی اور یہ تمام یمن کا جد اعلیٰ ہے۔ چند شاذ قبائل ایسے ہیں جو اس کی نسل میں سے نہیں ہیں اور ان کی غالب اکثریت کا تعلق اسی کی نسل سے ہے۔

۱۹۔ عمرو بن عامر مزیقیا

اصفہانی نے عبدالمجید بن ابی عیسیٰ انصاری اور شرقی بن قطامی سے یہ روایت نقل کی ہے کہ خدا نے اسے آٹھ سو برس کی زندگی عطا کی تھی۔ چار سو سال اس نے اپنے باپ کی زندگی میں بسر کیے تھے اور چار سو سال باپ کے بعد زندہ رہا۔ یہ شخص روزانہ دو جوڑے پہنتا تھا، ایک جوڑا صبح کے وقت پہنتا تھا اور روزانہ ان کپڑوں کو پھاڑ دیتا تھا تاکہ اس کے علاوہ کوئی اور شخص اس کے کپڑے نہ پہنے۔ اس کی اسی عادت کی وجہ سے اسے "مزیقیا" کہا جاتا تھا۔

اس نام کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ اس کے دور حکومت میں الازد قبیلہ منتشر ہوا تھا۔

یہ شخص سرزمین صبا کا حاکم تھا۔ کاہنوں نے اسے یہ پیشن گوئی کی تھی کہ اس کا وسیع سیل کرم سے تباہ ہوجائے گا، اس نے یہ سنا تو اپنی تمام جائیداد فروخت کردی اور سیل کرم سے پہلے ہی اپنے متعلقین کو لے کر روانہ ہوگیا۔ یہیں سے ازد قبیلہ مختلف مقامات پر پھیلا۔

۲۰۔ جہلمہ بن اُدد بن زید بن یشجب بن عزیب بن زید بن کہلان بن یعرب جہلمہ کو طئی کہا جاتا ہے اور قبیلہ طئی اسی کی طرف منسوب ہے اس کے حالات بہت طویل ہیں۔ اس کا ایک بھتیجا تھا اس کا نام یحابر بن مالک بن ادد تھا، ان میں سے ہر ایک نے پانچ سو برس کی عمر پائی تھی۔ ایک چراگاہ کی وجہ سے ان میں نزاع پیدا

ہوا۔ جہلمہ نے دیکھا کہ اس نزاع کی وجہ سے اس کا قبیلہ ہلاک ہوجائے گا اسی لیے اس نے وہ علاقہ چھوڑا اور منازل کو طے کیا اسی لیے اس کو طئی کہا جاتا ہے۔ وہ اَجا اور سلمیٰ کے پہاڑوں کا مالک بنا تھا۔

۲۱۔ عمرو بن لُحَی بن قمعہ بن خندف:

جب خزاعہ اور جرہم میں جنگ ہوئی تو اس جنگ میں یہ شخص قبیلہ خزاعہ کا قائد تھا اور یہ وہی شخص تھا جس نے سائبہ، وصیلہ اور حام کو رواج دیا تھا۔

یہ وہ بدبخت شخص ہے جو کہ شام سے ہبل اور منات نامی دو بت لے کر دکھایا اور ان کی عبادت کو رواج دیا۔ اس نے ہبل نامی بت خزیمہ کے سپرد کیا اسی لیے اسے "ہبل الخزیمہ" کہا جاتا تھا اور وہ کوئی کوہ ابی قبیس پر چڑھا اور منات کو وہاں رکھا اور یہ مرد (ایک طرح کی شطرنج) لے کر مکہ میں آیا۔ اہل مکہ صبح شام کعبہ میں بیٹھ کر صبح شام کھیلا کرتے تھے۔

جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مجھے دوزخ دکھائی دی تو میں نے وہاں عمرو بن لُحَی کو دیکھا وہ چھوٹے قد اور سرخ چہرے والا تھا۔ وہ اپنی آنتوں کو دوزخ میں گھسیٹ رہا تھا، میں نے کہا یہ کون ہے؟ مجھے بتایا گیا کہ یہ عمرو بن لُحَی ہے، وہ جرہم کی طرح سے کعبہ کے امور کا مالک بنا اور وہ زندگی بھر کعبہ پر قابض رہا۔ جب مرا تو اس کی عمر تین سو پینتالیس برس تھی۔ اس کی اولاد ایک ہزار افراد تک پہنچ گئی تھی۔

اب اگر تمام واقعات کے بعد ہمارے مخالفین یہ کہیں کہ یہ تاریخ کے فرسودہ اور دقیانوسی واقعات ہیں تو ہم ان سے کہیں گے کہ کم از کم یہ بات تو تسلیم کرلو کہ یہ

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

جہان مخلوق ہے اور اس کا ایک خالق ہے اور وہ جس کو چاہے لمبی عمر عطا کر دے اور جسے چاہے چھوٹی عمر عطا کر دے۔ یہ سب کچھ اللہ کے اختیار میں ہے تو جسے لمبی عمر عطا کر دے تو اس پر کسی کو کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ ہمارا مخالف زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتا ہے کہ اتنی طویل عمر خلافِ عادت ہے، ہم یہ مثالیں دے کر بیان کر چکے ہیں کہ کائنات رنگ و بو میں یہ واقعات ممکن ہیں۔

اشکال:

اتنی طویل عمر عادت کے خلاف ہے۔

ہم پھر کہتے ہیں کہ آخر اس میں رکاوٹ ہی کیا ہے؟

اگر جواب یہ دیا جائے کہ یہ صرف انبیاءؑ کے زمانے میں ہی ممکن ہے۔

ہمارا جواب یہ ہے کہ خرقِ عادتِ افعال کا اظہار صرف نبیؐ کے ہاتھوں پر ہی نہیں ہوتا اور آئمہؑ و صالحین سے بھی خرقِ عاداتِ افعال ہی پر ہوتے ہیں اور اصحاب حدیث اسے درست قرار دیتے ہیں اور معتزلہ اور حشویہ اسے کرامات کا نام دیتے ہیں۔

پھر تو یہ ایک حقیقت ہے کہ اللہ خارقِ عاداتِ افعال کا اظہار انبیاءؑ، آئمہؑ اور صالحین کے ہاتھوں پر کرتا ہے اور یہ قدرت کی طرف سے ان کی صداقت کی دلیل ہوتی ہے۔

سید شریف رضی نے بیان کیا ہے کہ میرے سامنے یہ بات بیان کی گئی کہ باب شام میں ایک بزرگ رہتا ہے جس کی عمر ایک سو چالیس برس سے زیادہ ہے۔ میں نے اس سے ملاقات کی پھر اسے اپنے ساتھ کرخ محلّہ میں لے آیا، اس شخص نے امام حسن عسکری علیہ السلام کی زیارت کی ہوئی تھی اور اس نے امامؑ علیہ السلام کا حلیہ اور اوصاف بیان کیے۔

یہ درست ہے کہ بڑھاپے میں اعضا کمزور ہو جاتے ہیں حافظہ ساتھ چھوڑ دیتا ہے لیکن اگر خدا بڑھاپے میں بھی کسی کے ہوش و حواس کو بحال رکھے تو یہ اس کی قدرت سے بعید نہیں ہے۔

طوالت عمر ناممکن نہیں بلکہ ممکن ہے ہم نے مذکورہ بالا افراد کے متعلق بیان کیا ہے کہ طول عمر کے باوجود وہ عقلی اور ذہنی طور پر تندرست تھے۔

علاوہ ازیں ہر مسلمان یہ تسلیم کرتا ہے کہ اہل جنت ہزاروں سال رہنے کے بعد بھی بدستور جوان رہیں گے، جو خدا جنت میں لوگوں کو جوان رکھنے پر قادر ہے اگر وہ اس دنیا میں کسی کو ایک حالت پر رکھ دے تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟

امام صاحب الزمانؑ کی امامت اور حجت غیبت کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ عامہ و خاصہ نے نبی اکرمؐ سے یہ روایت کی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ امامؑ بارہ ہوں گے نہ اس سے کم ہوں گے نہ اس سے زیادہ ہوں گے۔

بارہ آئمہؑ کی احادیث بزبانِ علمائے عامہ:

اسی حدیث سے بالفراقت یہ ثابت ہوتا ہے کہ آئمہؑ کی تعداد بارہ ہے جن کی امامت کا ہم عقیدہ رکھتے ہیں اور اس سے صاحب الزمانؑ ابن الحسن علیہ السلام کی امامت و غیبت ثابت ہوتی ہے، اگر کوئی صاحب الزمانؑ کی غیبت کا عقیدہ نہ رکھے تو وہ بارہ اماموں کی تعداد پوری نہیں کر سکتا۔

بارہ آئمہؑ کی اس حدیث کو ہم کتب اہل سنت سے ثابت کرتے ہیں:

۱۔ ابو عبداللہ احمد بن عبدون المعروف ابن الحاشر۔ (۱)

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

ابوالحسن بن محمد بن علی شجاعی الکاتب، ابوعبداللہ بن ابراہیم المعروف بابن ابی زنب نعمانی الکاتب محمد بن عثمان بن علان ذہبی البغدادی، ابوبکر بن ابی خیثمہ، اسود بن سعید ہمدانی کا بیان ہے کہ میں نے جابر بن سمرۃ سے سنا، اس نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا۔ انھوں نے فرمایا:

"یکون بعدی اثنا عشر خلیفۃ کلھم من قریش"

میرے بعد بارہ خلفا ہوں گے سب کے سب قریش سے ہوں گے۔

جب وہ اپنے گھر پہنچا تو قریش اس کے پاس گئے اور پوچھا کہ اس کے بعد کیا ہوگا؟

جواب دیا کہ اس کے بعد ہرج ومرج ہوگا۔

۲۔ اپنی اسناد سے محمد بن عثمان، ابن عون، شعبی، جابر بن سمرہ سے منقول ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"لایزال اھل ھذا الدین ینصرون علی من ناواھم الی اثنی عشر خلیفۃ"

اس دین کے پیروکاروں اپنے مخالفین پر غالب رہیں گے یہاں تک کہ بارہ خلفا گزر جائیں۔

لوگ اُٹھ بیٹھ رہے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک جملہ فرمایا جسے میں نہ سن سکا۔

پھر میں نے اپنے والد یا بھائی سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا فرمایا

ا۔ اس کا نام احمد بن عبدالواحد بن احمد بزار المعروف ابن عبدون۔

یہ مشائخ حدیث میں سے تھا اس نے 223ھ میں وفات پائی تھی۔

تھا۔

مجھے بتایا گیا کہ آپؐ نے فرمایا: "کلھم من قریش" وہ سب قریش میں سے ہوں گے۔

۳۔ محمد بن عثمان، احمد، عبداللہ بن عمر، سلیمان بن احمر، ابن عون، شعبی، جابر بن سمرۃ سے مذکورہ الفاظ کے ساتھ یہی روایت منقول ہے۔

۴۔ اسی اسناد سے محمد بن عثمان، احمد بن ابی خیثمہ، یحییٰ بن معین، عبداللہ بن صالح، لیث بن سعد، خلف بن یزید، سعید بن ابی ہلال، ربیعہ بن سیف۔ اس نے کہا کہ ہم شفی الاصحی کے پاس تھے، اس نے کہا کہ میں نے عبداللہ بن عمر سے سنا کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا: "یکون خلفی اثنا عشر خلیفہ"

میرے بعد بارہ خلیفہ ہوں گے۔

۵۔ محمد بن عثمان، احمد، عفان، یحییٰ بن اسحاق سالحسینی، حماد بن سلمہ، عبداللہ بن عمر، ابطفیل۔ عبداللہ بن عمر نے کہا:

ابطفیل: بنی کعب بن لوئی کے بارہ افراد ہوں گے۔

پھر اس کے بعد منافقت کا دور دورہ ہوگا۔

۶۔ اسی اسناد سے محمد بن عثمان، احمد، مقدمی، عاصم بن علی بن مقدام، اپنے والد سے، فطر بن خلیفہ، ابوخالد والبی، جابر بن سمرہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اکرمؐ سے سنا: آپؐ نے فرمایا:

"لایزال ھذا الدین ظاھرا لایضرہ من ناواہ حتی یقوم اثنا عشر خلیفۃ کلھم من قریش"

یہ دین غالب رہے گا۔ مخالفین کی مخالفت اسے نقصان نہ پہنچائے گی یہاں تک کہ

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

قریش کے بارہ خلفاء ہو چکے ہیں۔

۷۔ اسی اسناد سے محمد بن عثمان، عبداللہ بن جعفر رقی، عیسیٰ بن یونس، مجالد بن سعید، شعبی، مسروق کا بیان ہے کہ ہم ابن مسعود کے پاس تھے کہ ایک شخص نے ان سے کہا کہ کیا تمھارے نبیؐ نے تمھیں یہ بتایا تھا کہ اُمت میں کتنے خلفاء ہوں گے؟ ابن مسعود نے کہا کہ جی ہاں! لیکن تجھ سے پہلے کسی نے مجھ سے یہ سوال نہیں کیا جب کہ تو کمسن ہے۔ میں نے آنحضرتؐ سے سنا تھا کہ میرے خلفاء کی تعداد بنی اسرائیل کے خلفاء کی تعداد کے برابر ہوگی۔

اللہ نے فرمایا ''وبعثنا منهم اثنی عشر نقیبا'' (المائدہ/12)

ہم نے ان میں بارہ نقیب بھیجے تھے۔

۸۔ ایک جماعت نے ابو محمد ہارون بن موسیٰ تلعکبری، ابو علی، احمد بن علی المعروف ابن الخضیب رازی، کچھ اصحاب نے بیان کیا، خلف بن زکریا تمیمی، احمد بن یحییٰ طوسی، ابو بکر عبداللہ بن ابی شیبہ، محمد بن فضیل، اعمش، ابی صالح، ابن عباس سے منقول ہے کہ حضرت جبرائیل اللہ کی طرف سے ایک صحیفہ رسول اکرمؐ کے پاس لائے تھے۔ اس میں سونے کی چِٹّھیاں تھیں اور انھوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے اور فرما رہا ہے کہ وہ پہلی مہر کے مکتوب کو کھولے اور اس کے مطابق عمل کرے۔ اسی طرح سے ہر امام یکے بعد دیگرے اس امانت کو دیتا رہے چنانچہ حضرتؐ نے پہلی مہر کھولی اور اس میں موجود چِٹّھی پر عمل کیا۔ پھر آپ نے وہ امانت امام حسن علیہ السلام کے سپرد کی۔ امام حسن علیہ السلام نے اپنے حصہ کی چِٹّھی کھولی اور اس پر عمل کیا، پھر امام حسین علیہ السلام کو وہ امانت سپرد کی۔ امام حسین علیہ السلام نے اپنے حصہ کی

چِٹّھی کو کھولا اور اس پر عمل کیا۔ اس طرح سے یکے بعد دیگرے نسلاً بعد نسلاً یہ سلسلہ چلتا رہا یہاں تک کہ آخری چِٹّھی امام صاحب الزمان علیہ السلام تک پہنچی۔

اسی اسناد کے ساتھ تلعکبری، ابو علی محمد بن ہمام، حسن بن علی القوہستانی، زید بن اسحاق، اس کے والد نے کہا کہ میں نے ابو عیسیٰ بن موسیٰ سے پوچھا آپ نے تابعین میں سے کس کو پایا؟

اس نے کہا کہ میں نہیں جانتا کہ تو کیا کہہ رہا ہے۔ لیکن میں مسجد کوفہ میں تھا وہاں ایک شیخ سے سنا جو کہ جامع مسجد میں عبد خیر سے روایت کر رہا تھا کہ امیر المومنین علیہ السلام نے کہا کہ مجھ سے رسول خداؐ نے فرمایا:

''یا علی الائمه الراشدون المهدیون المغصوبون حقوقهم من ولدک احد عشر اماما وانت''

علیؑ! آئمہ راشدین المہدیون میں تیری اولاد میں سے گیارہ ہوں گے۔ جن کے حقوق غصب کر لیے جائیں گے اور تم اس سلسلے کے پہلے امام ہو۔

۱۰۔ ایک جماعت نے مجھے خبر دی، ابو محمد ہارون بن موسیٰ تلعکبری، محمد بن احمد بن عبداللہ ہاشمی، ابو موسیٰ عیسیٰ بن احمد بن عیسیٰ بن منصور، ابو الحسن علی بن محمد عسکری، محمد بن علی، علی بن موسیٰ، موسیٰ بن جعفر، جعفر بن محمد، محمد بن علی، علی بن الحسین، حسین بن علی علیہم افضل الصلوٰت والسلام حضرت علی علیہ السلام کہتے ہیں: رسول خداؐ نے فرمایا:

''من سره ان یلقی الله آمنا مطهرا لا یحزنه الفزع الاکبر فلیتو لک ولیتول بنیک الحسن والحسین وعلی بن الحسین و محمد

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

بن علی و جعفر بن محمد و موسی بن جعفر و علی بن موسی و محمد وعلیا والحسن و المهدی وھو خاتمھم ولیکونن لی آخر الزمان قوم یتولونک یا علی یشناھم الناس ولو احبھم کان خیرالھم لو کانوا یعلمون، یؤثرونک وولدک علی الآباء والأمھات والاخوۃ و الاخوات وعلی عشائرھم والقرابات صلوات اللہ علیھم افضل الصلوات اولئک یحشرون تحت لواء الحمد یتجاوز سیئاتھم و یرفع درجاتھم جزاء بما کانوا یعملون○"

تجھے یہ بات اچھی لگے کہ وہ اللہ سے حالت امن اور پاکیزگی میں ملاقات کرے اور اس پر قیامت کی ہولناکی طاری نہ ہو تو اسے چاہیے کہ تجھ سے محبت رکھے اور تیری اولاد حسن، حسین، علی بن الحسین، محمد بن علی، جعفر بن محمد، موسیٰ بن جعفر، علی بن موسیٰ اور محمد، علی اور حسن اور مہدی علیہ السلام سے محبت رکھے۔ مہدی علیہ السلام اس سلسلے کا آخری فرد ہوگا۔ آخری زمانے میں ایک قوم تجھ سے محبت رکھے گی۔ لوگ ان پر طعن و تشنیع کریں گے حالانکہ اگر سب لوگ ان سے محبت کرتے تو ان کے لیے بہتر ہوتا، کاش کہ وہ جان لیتے۔

تجھ سے محبت کرنے والی قوم ایسی ہوگی کہ وہ تجھے اور تیری اولاد کو اپنے والدین، بھائیوں، بہنوں، قبیلہ اور قرابت داروں پر ترجیح دیں گے۔ ان پر اللہ کا افضل ترین درود ہو گا۔ یہ لوگ لواء الحمد کے زیر سایہ محشور کیے جائیں گے اور ان کی برائیوں سے درگزر کیا جائے گا اور ان کے درجات بلند کیے جائیں گے۔ یہ ان کے اعمال کا بدلہ ہوگا۔

علمائے خاصہ سے منقول احادیث:

علمائے خاصہ سے اس سلسلہ کی بے شمار روایات پائی جاتی ہیں۔ ان میں سے ہم چند روایات پر اکتفا کرتے ہیں:

ا۔ حضرت عیاش وابان بن ابی عیاش سے سلیم بن قیس ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے عبداللہ بن جعفر طیار سے سنا، انھوں نے بیان کیا کہ میں، حسن، حسین، عبداللہ بن عباس، عمر بن ام سلمہ، اسامہ بن زید معاویہ کے دربار میں تھے۔ میرے اور معاویہ کے درمیان گفتگو چلی۔ میں نے معاویہ سے کہا کہ میں نے حضرت رسول خداؐ سے سنا، آپؐ نے فرمایا

"انا اولیٰ بالمؤمنین من انفسھم ثم اخی علی بن ابی طالب اولیٰ بالمؤمنین من انفسھم فاذ استشھد فالحسن فالحسن اولیٰ بالمؤمنین من انفسھم فاذا مضی الحسن فالحسین اولیٰ بالمؤمنین من انفسھم فاذا استشھد فابنہ بالمؤمنین من وستدرکہ یا علیؑ ثم ابنہ من انفسھم یا علیؑ ثم یکملہ اثنا عشر اماماً تسعۃ من ولد الحسین"

قال عبداللہ بن جعفر: استشھدت الحسن والحسین و عبداللہ بن عباس وعمر بن ام سلمۃ و اسامۃ ابن زید فشھدوا لی عند معاویہ قال سلیم بن قیس وقدسمعت ذلک من سلمان وابی ذر و المقداد واذکروا انھم سمعوا ذالک من رسول اللہ

میں اہل ایمان کی جانوں سے ان پر زیادہ حق تصرف رکھتا ہوں۔ پھر میرا بھائی علی مومنین کی جان پر حق تصرف رکھتا ہے۔ علی کی شہادت کے بعد حسن مومنین کی جان پر حق تصرف رکھتا ہے۔ حسن کے بعد حسینؑ مومنین کی جان پر حق تصرف رکھتا ہے۔ حسینؑ کی

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

شہادت کے بعد علی بن الحسینؑ کو حق تصرف ہوگا۔

علیؑ! عنقریب تم اس سے ملاقات کرو گے۔

اس کے بعد اس کے فرزند محمد بن علی کو اہل ایمان کی جانوں پر حق تصرف ہوگا۔

اس طرح سے بارہ امام ہوں گے ان میں سے نو کا تعلق حسینؑ کی اولاد سے ہوگا۔

عبداللہ بن جعفر کہتے ہیں کہ نے دربار معاویہ میں حسن وحسین علیہما السلام اور عبداللہ بن عباس، عمر بن ام سلمہ اور اسامہ بن زید سے گواہی طلب کی تو سب نے میری بات کی تصدیق کی۔

سلیم بن قیس کہتے ہیں کہ میں نے یہ روایت سلمان، ابوذر اور مقداد سے بھی سنی۔ سب نے کہا کہ ہم نے یہ رسول اکرمؐ سے سنی تھی۔

۲۔ اسی اسناد کے ساتھ محمد بن عبداللہ بن جعفر، ان کے والد تھے۔ محمد بن احمد بن یحییٰ عمرو ثابت بن ابی الجارود سے منقول ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

اِنّیَ واحد عشر من ولدی وانت یا علی زر الارض اعنی اوتادھا وجبالها بها اوتد الله الارض ان تسیخ باهلها فاذا ذهب الاثنا عشر من ولدی ساخت الارض باهلها ولم ینظروا۔

یا علیؑ! میں اور آپ اور میری نسل کے گیارہ امام زمین کی میخیں اور پہاڑ ہیں۔ اللہ نے زمین پر ہماری میخیں لگائی ہیں کہ کہیں زمین اپنے اہل کو لے کر ڈوب نہ جائے۔ جب میری نسل کے بارہ امام دنیا سے رخصت ہو جائیں گے تو زمین اپنے اہل سمیت ڈوب جائے گی لوگوں کو مہلت نہ ملے گی۔

۳۔ محمد بن عبداللہ، جعفر بن محمد بن مالک، محمد بن نعمت السلولی، وہیب بن حفص، عبداللہ بن قاسم، عبداللہ بن خالد، ابو السفاتج، جابر بن یزید، امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ جابر بن عبداللہ انصاری نے بیان کیا کہ میں حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بی بی کے سامنے ایک تختی پر اوصیاء کے نام لکھے ہوئے تھے، میں نے گنے تو بارہ نام تھے آخر میں قائمؑ کا نام تھا۔ ان میں تین محمد تھے اور تین علی تھے۔

۴۔ ایک جماعت نے مجھے خبر دی محمد بن یعقوب، علی بن ابراہیم بن ہاشم، ان کے والد سے، ابن ابی عمیر، سعید بن غزوان، ابوبصیر نے کہا کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

"یکون تسعة ائمة بعد الحسین تاسعهم قائمهم"

امام حسین علیہ السلام کے بعد نو امام ہوں گے، ان کا نواں ان کا قائم ہوگا۔

۵۔ محمد بن عبداللہ بن جعفر، اس کے والد سے، محمد بن عیسیٰ، محمد بن فضیل، ابو حمزہ نے کہا کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

"انّ اللہ تعالی ارسل محمداً الی الجن والانس عامة وکان من بعده اثنا عشر وصیا منهم سبقنا ومنهم من بقی وکل وصی جرت به السنة والاوصیاء الذین من بعد محمدؐ علی سنة اوصیاء عیسی الی محمدؐ وکانوا اثنا عشر وکان امیر المومنین علیؑ سنة المسیح"

اللہ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جن وانس کی طرف مبعوث کیا، ان کے بعد ان کے بارہ وصی مقرر کیے۔ کچھ اوصیاء ہم سے پہلے گزر چکے ہیں اور کچھ باقی ہیں، ہر وصی کی ایک سنت ہے۔ اوصیائے مصطفیٰؐ اوصیائے عیسیٰ کی سنت پر ہیں۔ وہ بھی تعداد میں بارہ تھے امیر المومنین سنت مسیح پر تھے۔

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

۶۔ محمد بن عبداللہ بن جعفر، ابوالحسین، ایک جماعت، ابی محمد التلعکبری، ابی الحسین محمد بن جعفر اسدی، سہیل بن زیاد آلادمی، حسن بن عباس ابن الحریش الرازی، ابوجعفر ثانی نے اپنے آبائے طاہرین کی سند سے بیان کیا کہ امیر المومنین علیہ السلام نے ابن عباس سے فرمایا:

"ان لیلۃ القدر فی کل سنۃ وانہ ینزل فی تلک اللیۃ امر السنۃ ولذلک الامر ولاۃ بعد رسول اللہؐ.

فقال ابن عباس، من ھم؟ فقال انا واحد عشر من صلبی ائمۃ محدثون"

لیلۃ القدر ہر سال آتی ہے اس رات پورے سال کے امور نازل ہوتے ہیں اور رسول اکرمؐ کے بعد ان امور کا تعلق اس کے والیوں سے ہوتا ہے۔

ابن عباس نے عرض کیا کہ وہ کون ہیں؟

فرمایا: میں اور میری نسل کے گیارہ امام جو کہ محدث ہیں۔

۷۔ محمد بن عبداللہ بن جعفر حمیری، اپنے والد سے، احمد بن ہلال عبرتائی، ابن ابی عمیر، سعید بن غزوان، ابوبصیر نے کہا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

"ان اللہ اختار من الناس الانبیآء واختار من الانبیآء الرسل و اختار نبی من الرسل، اختار منی علیا و اختار من علی الحسن و الحسین واختار من الحسین الاوصیاء تاسعھم قائمھم وھو ظاھرھم باطنھم"

اللہ نے لوگوں میں سے انبیاء کا انتخاب کیا اور انبیاء میں رسولوں کا انتخاب کیا اور

رسولوں میں سے میرا انتخاب کیا۔ مجھ سے علیؑ کا انتخاب کیا اور علیؑ سے حسنؑ و حسینؑ کا انتخاب کیا اور حسینؑ سے اوصیاء کا انتخاب کیا ان کا نواں وصی قائمؑ ہوگا اور وہ ان کا ظاہر و باطن ہوگا۔

لوح فاطمہ (سلام اللہ علیہا)

۸۔ ایک جماعت نے مجھے خبر دی ابوجعفر محمد بن سفیان بزوفری، ابوعلی احمد بن ادریس، عبداللہ بن جعفر حمیری، ابوالخیر صالح بن ابی حماد رازی، حسن بن ظریف، بکر بن صالح، عبدالرحمن بن سالم، ابوبصیر، امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے والد امام محمد باقر علیہ السلام نے جابر بن عبداللہ انصاریؓ سے فرمایا کہ مجھے آپ سے ایک حاجت ہے جب آپ کے پاس فراغت ہو تو میں آپ کے ساتھ خلوت میں بیٹھ کر کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔ جابر نے عرض کیا کہ آپ جس بھی وقت چاہیں گفتگو کرلیں۔ امام محمد باقر علیہ السلام نے ایک دن ان سے تنہائی میں ملاقات کی اور فرمایا: جابر! میں آپ سے اس لوح کے متعلق پوچھنا چاہتا ہوں جسے آپ نے میری مادر گرامی حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے ہاتھ میں دیکھا تھا۔

حضرت جابرؓ نے کہا کہ خدا گواہ ہے میں آپ کی والدہ گرامی سلام اللہ علیہا کی خدمت میں حیات رسولؐ میں حاضر ہوا تھا، میں نے انھیں حسین علیہ السلام کی ولادت کی مبارک پیش کی۔

بی بی سلام اللہ علیہا کے ہاتھ میں ایک تختی تھی جس کا رنگ سبز تھا۔

میں نے یہ سمجھا کہ زمرد کی تختی ہے اس میں سفید سیاہی سے تحریر لکھی ہوئی تھی جو سورج کی روشنی کے مشابہ تھی۔

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

میں نے عرض کیا، دختر رسولؐ! میرے والدین آپ پر قربان جائیں یہ کیسی تختی ہے؟

فرمایا کہ یہ تختی خدا نے میرے والد ماجد کو ہدیہ فرمائی ہے۔ اس میں میرے والد ماجد، میرے شوہر، میرے بیٹوں اور میری نسل کے اوصیاء کے نام درج ہیں۔

میرے والد نے یہ تختی مجھے خوش کرنے کے لیے عطا کی ہے۔ پھر آپ کی والدہ ماجدہ سلام اللہ علیہما نے وہ تختی مجھے دی، میں نے اس کی نقل تیار کی۔

میرے والد (امام محمد باقرؑ) نے فرمایا کہ کیا آپ وہ نقل مجھے دکھا سکتے ہیں؟

جابرؓ نے اثبات میں جواب دیا، پھر میرے والد ماجد اُن کے ساتھ جابر کے مکان پر تشریف لے گئے۔

اس وقت میرے والد نے ایک چمڑے پر لکھی ہوئی تحریر نکالی اور فرمایا کہ جابرؓ! آپ اپنی نقل پر نگاہ کریں میں اسے اپنی کتاب سے پڑھنا چاہتا ہوں (آپ دونوں نسخوں کی تطبیق کریں) جابرؓ نے اپنا نسخہ اُٹھایا اور میرے والد نے اپنے نسخہ کو پڑھا دونوں نسخوں میں ایک حرف کا فرق تک موجود نہ تھا۔

جابر نے کہا کہ خدا گواہ ہے میں نے تختی میں یہی تحریر پڑھی تھی، اس تختی کی عبارت یہ ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیمo

هذا كتاب من الله العزيز الحكيم لمحمد نبيه ونوره وسفيره وحجابه ودليله، نزل به الروح الأمين من عند رب العالمين عظم يا محمد اسمائي واشكر نعمتي ولا تجحد آلائي اني انا الله لا اله الا انا قاصم

الجبارين ومديل المظلومين وديان الدين اني انا الله لا اله الا انا من رجا غير فضلي أو خاف غير عدلي عذبته عذابا لا اعذبه احدا من العالمين فاياي فاعبدو عليّ فتوكل إني لم أبعث نبياً فاكملت أيامه وانقضت مدته الاجعلت له وصيا واني فضلتك على الانبياء وفضلت وصيك علياً على الاوصياء واكرمتك بشبليك بعد وسبطيك حسنٌ و حسينٌ فجعلت حسن معدن علمي بعد انقضاء مدته وبيه وجعلت حسيناً خازن علمي واكرمته بالشهادة وختمت له بالسعادة وهو افضل من استشهد وارفع الشهدآء درجة جعلت كلمتي التامة معه وحجتي البالغة عنده بعترته اثيب واعاقب اولهم على سيد العابدين وزين اولياء الماضين وابنه شبيه جده المحمود محمد الباقر، باقر علمي و المعدن لحكمتي، سيهلك المرتابون في جعفر، الراد عليه كالرّادّ على حق القول مني لاكرمن مثوى جعفر ولا سرنه في اشياعه و انصاره واوليائه، أنتج بعده فتنة عمياء حندس لان خيط فرضي لا ينقطع وحجتي لا تخفى وان اوليائي لا يشقون، الا ومن جحد واحدا منهم فقد جحد نعمتي و من غيّر آية من كتابي فقد افترى عليّ وويل للمفترين الجاحدين عند انقضاء عبدي موسىٰ وحبيبي وخيرتي ان المكذب بالثامن مكذب بكل اوليائي علي وليّ وناصري ومن اضع عليه اعباء النبوة وامتحنه بالاضطلاع بها يقتله عفريت مستكبر يدفن في المدينة التي بناها العبد الصالح الى جنب شر خلقي حق القول مني لا قرن عينيه بمحمد ابنه وخليفته ووارث علمه هو معدن

Presented by: https://jafrilibrary.com

علمی و موضع سری و حجتی علی خلقی جعلت الجنة مثواه و شفعته فی سبعین من اهل بیته کلهم قد استوجبوا النار واختم بالسعادة لابنه علی ولیی و ناصری والشاهد فی خلقی وامینی علی وحیی اخرج منه الداعی الی سبیلی والخازن لعلمی الحسن ثم اکمل ذلک بابنه "م ح م د" رحمة للعالمین علیه کمال موسی و بهاء عیسی وصبر ایوب فیذل اولیائی فی زمانه و تتهادی رؤوسهم کما تتهادی رؤوس الترک والدیلم فیقتلون ویحرقون ویکونون خائفین و مرعوبین وجلین تصبغ الارض بدمائهم و یفشو الویل والرنة فی نسائهم اولئک اولیائی حقا بهم ادفع کل فتنة عمیاء حندس و بهم اکشف الزلازل وارفع الآصار والاغلال اولئک علیهم صلوات من ربهم ورحمة واولئک هم المهتدون"۔

ترجمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم:

یہ غالب و حکیم خدا کی طرف سے تحریر ہے۔ اپنے نبی، اپنے نور، اپنے سفیر، اپنے حجاب اور اپنے مقرر کردہ رہنما محمدؐ کے نام۔ اسے روح الامین رب العالمین کی طرف سے لے کر آیا ہے۔

محمدؐ! میرے ناموں کی تعظیم کرو اور میری نعمت کا شکر بجا لاؤ اور میری نعمات کا انکار نہ کرو۔ میں وہ اللہ ہوں کہ میرے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔ میں جابروں کی گردن توڑنے والا، مظلوموں کی مدد کرنے والا اور روز قیامت جزا دینے والا ہوں۔

میرے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے جو میرے فضل کے علاوہ کسی اور چیز سے امید

رکھے یا میرے عدل کے علاوہ کسی اور چیز سے ڈرے تو میں اسے ایسا عذاب دوں گا جو کہ عالمین میں کسی کو بھی نہ دوں گا۔ لہٰذا میری عبادت کرو اور مجھ پر توکل رکھو۔

میں نے جس بھی نبی کو مبعوث کیا اور جب اس کے ایام مکمل ہوئے اور مدت تمام ہونے کو آئی تو میں نے اس کا وصی مقرر کیا۔ میں نے تجھے تمام انبیاء پر فضیلت دی اور تیرے وصی علیؑ کو جملہ اوصیاء پر فضیلت دی اور تجھے حسنؑ و حسینؑ جیسے نواسے عطا کر کے تیری عزت کو بڑھایا۔ علیؑ کی زندگی تمام ہونے پر میں نے حسنؑ کو اپنے علم کی کان مقرر کیا ہے اور حسینؑ کو میں نے اپنے علم کا خزینہ دار بنایا ہے اور میں نے اسے درجہ شہادت سے مکرم بنایا ہے اور میں نے اس کا خاتمہ سعادت پر کیا ہے۔ وہ تمام شہداء سے افضل ہے اور درجہ کے اعتبار سے سب سے بلند درجہ ہے اور میں نے اپنا کلمہ اس کے ساتھ بنایا اور اپنی حجت اس کے پاس رکھی ہے۔ اس کی عترت کی وجہ سے میں ثواب و عذاب دوں گا۔ ان میں پہلا علی سید العابدین اور میرے گزشتہ اولیاء کی زینت ہوگا پھر اس کا فرزند محمد جو اپنے محمود نانا کی شبیہ ہوگا اس کا نام محمد الباقر علیہ السلام ہوگا۔ وہ میرے علم کو شگافتہ کرنے والا ہوگا اور میری حکمت کی کان ہوگا۔ جعفرؑ میں شک کرنے والے ہلاک ہو جائیں گے اس کا منکر میرے منکر کی مانند ہوگا۔ میرا یہ فرمان پورا ہو کر رہے گا کہ میں مقام جعفرؑ کو احترام دوں گا اور اس کے شیعوں، مددگاروں اور دوستوں کے متعلق اسے خوشی دوں گا پھر اس کے بعد ایک تاریک فتنہ جو میں آئے گا لیکن میرے فرض کی رسی نہ ٹوٹے گی اور میری حجت منقطع نہ ہوگی۔ جس نے میری کتاب کی کسی بھی آیت میں تبدیلی کی تو اس نے مجھ پر افترا کیا۔ میرے دوست بدبخت نہ ہوں گے جس نے ان میں سے کسی ایک کا انکار کیا تو اس نے میری نعمت کا انکار کیا۔ میرے بندہ میرے حبیب اور میرے منتخب فرد موسیٰ کی زندگی کے اوپر افترا کرنے والے منکرین پر

Presented by: https://jafrilibrary.com

ہلاکت ہے اور آٹھویں کی تکذیب کرنے والا میرے جملہ اولیاء کی تکذیب کرنے والا ہے۔ علی (رضا) میرا ولی، میرا ناصر ہے اور اس پر نبوت کی تعلیمات کو عام کرنے کی ذمہ داریاں ڈالوں گا اور اسے یہ ذمہ داریاں پوری کرنے کی قوت دوں گا۔

ایک متکبر دیو اس کو قتل کرے گا اور وہ اس شہر میں دفن ہوگا جسے میرے صالح بندہ نے بنایا ہے۔(۱)

وہ میرے مخلوق میں سے بدترین شخص (ہارون رشید) کے پہلو میں دفن ہوگا۔

میرا فرمان پورا ہو کر رہے گا، میں اسے محمد نام کا فرزند دے کر اس کی آنکھوں کو ٹھنڈک بخشوں گا۔ محمد اس کا خلیفہ اور اس کے علم کا وارث ہوگا اور میرے رازوں کا مقام اور مخلوق پر میری حجت ہوگا۔ میں جنت کو اس کا ٹھکانہ بناؤں گا اور اسے اس کے خاندان کے ایسے ستر افراد کا شفاعت کا حق دوں گا جو دوزخ کے مستحق ہو چکے ہوں گے پھر اس کے بعد اس کے فرزند علی پر سعادت تمام کروں گا۔ وہ میرا ولی، ناصر مخلوق پر میرا گواہ اور میری وحی پر میرا امین ہوگا۔

پھر میں اس سے اپنے راستے کے داعی اور اپنے علم کے خزینہ دار حسن کو پیدا کروں گا پھر اس کی تکمیل اس کے فرزند "م ح م د" سے کروں گا جو تمام جہانوں کے لیے رحمت ہوگا، وہ کمال موسیٰ، حسن عیسیٰ اور صبر ایوب کا وارث ہوگا۔ اس کے دور امامت میں میرے دوستوں کو ذلیل کیا جائے گا اور ترک و دیلم کی مانند ان کے سروں کو بکا جائے گا (زمانہ غیبت میں) انھیں قتل کیا جائے گا۔ ان کو جلایا جائے گا وہ خائف اور سہمے ہوئے ہوں گے۔ زمین ان کے خون سے رنگین ہوگی، ان کی عورتوں میں گریہ و نالہ کی صدائیں بلند ہوں

۱۔ [illegible] نعمانی لکھتے ہیں کہ شہر مشہد کی بنیاد حضرت ذوالقرنین نے رکھی تھی۔

گی۔

وہ میرے حقیقی دوست ہوں گے۔ ان کی وجہ سے میں ہر تاریک فتنہ کو دور کروں گا اور زلزلوں کو ان کی وجہ سے دور کروں گا اور زنجیروں اور طوق کو اٹھاؤں گا۔

ان پر رب کی طرف سے صلوات اور رحمت ہے اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

عبدالرحمن بن سالم کا قول ہے کہ ابو بصیر نے مجھ سے کہا اگر تم نے پوری زندگی میں صرف یہی حدیث سنی ہے تو تمھیں کافی ہے نااہل لوگوں سے اس حدیث کو مخفی رکھو۔

۹۔ تلعکبری، ابو علی احمد بن علی الرازی الایادی، حسین بن علی، علی بن سنان موصلی العدل، احمد بن محمد خلیلی، محمد بن صالح ہمدانی، سلیمان بن احمد، ذیال بن مسلم، عبدالرحمن بن یزید بن جابر، سلام نے کہا ہے کہ میں نے رسول خداؐ کے چرواہے ابو سلمیٰ سے سنا کہ حضرت رسول اکرمؐ نے فرمایا:

شب معراج مجھے خدا کی یہ آواز سنائی دی:

"امن الرسول بما انزل الیہ من ربہ" (سورہ البقرۃ آیت نمبر ۲۸۵)

میں نے ساتھ کہا: "والمؤمنون"

خدا نے فرمایا کہ محمدؐ! تو نے سچ کہا ہے۔

آپ اپنی امت کے لیے کسی کو چھوڑ سکتے ہیں؟

میں نے کہا کہ اسے چھوڑا جو سب سے بہتر ہے۔ خدا نے فرمایا علی ابن طالب

میں نے کہا: جی ہاں۔

خدا نے فرمایا: اے محمدؐ!

میں نے پوری زمین پر نگاہ کی تو میں نے تیرا انتخاب کیا اور اپنے ناموں میں سے

Presented by: https://jafrilibrary.com

تیرے نام کو مشتق کیا۔ محمود ہوں تو محمد ہے۔ پھر میں نے دوسری بار نگاہ کی تو میں نے علی کا انتخاب کیا اور اپنے ناموں میں سے اس کے نام کو مشتق کیا۔ میں اعلیٰ ہوں اور وہ علی ہے۔

اے محمدؐ! میں نے تجھے پیدا کیا اور علی، فاطمہؑ اور حسنینؑ کو اپنے نور کی پرچھائی سے پیدا کیا اور میں نے تمہاری ولایت کو آسمانوں اور زمین پر پیش کیا۔ جس نے اسے قبول کیا تو وہ میرے نزدیک مومن بنا اور جس نے انکار کیا وہ میرے پاس کافر ٹھہرا۔

اے محمدؐ! اگر کوئی بندہ میری اتنی عبادت کرے کہ وہ بوسیدہ خشک لکڑی کی طرح سے کمزور پڑ جائے پھر میرے پاس تمہاری ولایت کا منکر بن کر آئے تو میں اسے نہ بخشوں گا جب تک وہ تمہاری ولایت کا اقرار نہ کر لے۔

اے محمدؐ! کیا تم انہیں دیکھنا چاہو گے؟ میں نے کہا: جی ہاں، خدایا!

فرمایا کہ عرش کی داہنی طرف دیکھو۔ میں نے دیکھا تو علی، فاطمہؑ، حسنؑ، حسینؑ، علی، محمدؑ، جعفرؑ، موسیٰؑ، علی، محمدؑ، علی، حسنؑ اور مہدی نور کے مرکز میں دکھائی دیے۔ سب کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔

مہدی ان کے درمیان روشن ستارے کی مانند چمک رہے تھے۔

خدا نے فرمایا: اے محمدؐ! یہ حجتیں ہیں اور یہ تیری عترت میں سے انتقام لینے والا ہے۔

اے محمدؐ! مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! یہ میرے اولیاء کے لیے حجت واجب ہے اور میرے دشمنوں سے انتقام لینے والا ہے۔

۲۔ جابر جعفی راوی ہیں کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے قرآن کریم کی اس آیت کی تاویل دریافت کی:

"یوم خلق السماوات والارض منها اربعة حرم ذلک الدین

القیم فلا تظلموا فیهن انفسکم" (التوبہ/36)

بے شک اللہ کی کتاب میں مہینوں کی تعداد بارہ ہے۔ جس دن سے اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے ان میں چار حرمت والے ہیں۔ یہی دین قیم ہے ان میں اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو۔

امام علیہ السلام نے یہ آیت سن کر ٹھنڈی سانس لی اور فرمایا:

جابرؒ! "سال" سے میرے جد امجد رسول خداؐ مراد ہیں اور اس کے بارہ مہینے بارہ امام ہیں جو کہ خلق خدا میں اللہ کی حجت ہیں اور اللہ کے علم اور وحی کے امین ہیں۔ چار حرمت والے ہیں اس سے وہ چار امام مراد ہیں جن کا نام "علی" ہے۔ (علی امیرالمومنینؑ، علی بن الحسینؑ، علی رضاؑ، علی نقیؑ)

ان کا اقرار دین قیم ہے۔

ان میں اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو۔ مفہوم یہ ہے کہ سب کا اقرار کرو اس سے تمہیں ہدایت نصیب ہوگی۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تحریری وصیت نامہ:

۱۔ ایک جماعت نے خبر دی، ابو عبداللہ حسین بن علی بن سفیان بزوفری، علی بن سنان الموصلی العدل، علی بن الحسین، احمد بن محمد بن خلیل، جعفر بن احمد المصری، حسن بن علی اپنے والد سے، امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپ نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام کی سند سے روایت کی ہے کہ جس رات رسول اکرمؐ کی زندگی کی آخری رات تھی تو آپ نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا:

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

ابوالحسن! قلم دوات لائیں اور میری وصیت لکھیں:

حضرت علیؑ کاغذ قلم دوات لے گئے تو رسول اکرمؐ نے اپنی وصیت لکھوائی۔

اور آپؐ نے یہ عبارت لکھوائی:

یا علی! انہ سیکون بعدی اثنا عشر اماماً و من بعدھم اثنا عشر مھدیاً فانت یا علی اول الاثنی عشر الامام سمات اللہ تعالیٰ فی سمائہ علی المرتضیٰ و امیر المؤمنین والصدیق الاکبر والفاروق الاعظم والمامون المھدی فلا تصح ھذہ الاسماء لاحد غیرک

یا علی! انت وصی علی اھل بیتی حیھم و میتھم وعلی نسائی فمن ثبتھا لقیتنی غداً ومن طلقتھا فانا بریٔ منھا لم ترنی ولم ارھا فی عرصۃ القیامہ وانت خلیفتی علی امتی من بعدی فاذا حضرتک الوفاۃ فسلمھا الی ابنی الحسن البر الوصول، فاذا حضرتہ الوفاۃ فلیسلمھا الی ابنی الحسین الشھید الزکی المقتول حضرتہ الوفاۃ فلیسلمھا الی ابنہ سید العابدین ذی الثفنات علی فاذا حضرتہ الوفاۃ فلیسلمھا الی ابنہ محمد الباقر فاذا حضرتہ الوفاۃ فلیسلمھا الی ابنہ جعفر الصادق فاذا حضرتہ الوفاۃ فلیسلمھا الی ابنہ موسیٰ الکاظم فاذا حضرتہ الوفاۃ فلیسلمھا الی ابنہ علی الرضا فاذا حضرتہ الوفاۃ فلیسلمھا الی ابنہ محمد الثقہ التقی فاذا حضرتہ الوفاۃ فلیسلمھا الی ابنہ علی الناصح فاذا حضرتہ الوفاۃ فلیسلمھا الی ابنہ الحسن الفاضل فاذا حضرتہ الوفاۃ فلیسلمھا الی ابنہ محمد المستحفظ من آل محمد فذلک اثنا عشر اماماً ثم یکون من

بعدہ اثنا عشر مھدیاً

فاذا حضرتہ الوفاۃ فلیسلمھا الی ابنہ اول المقربین لہ ثلاثۃ اسامی کاسمی و اسم ابی وھو عبداللہ و احمد والاسم الثالث المھدی ھو اول المؤمنین ٥

ترجمہ:

اے علیؑ! میرے بعد بارہ امام ہوں گے اور ان کے بعد بارہ مہدی ہوں گے۔ بارہ آئمہ کے سلسلہ میں تم پہلے امام ہو۔ اللہ نے اپنے آسمان میں تمہارا نام علی مرتضیٰ، امیر المومنین، صدیق اکبر، فاروق اعظم، مامون اور مہدی رکھا ہے۔ یہ نام آپ کے علاوہ کسی اور کو زیب نہیں دیتے۔

اے علیؑ! آپ میرے تمام اہل بیت بشمول زندہ و مردہ اور میری ازواج میں میرے وصی ہیں۔ میری جس بیوی کو آپ طلاق جاری کریں گے تو میں اس سے بیزار ہوں۔ وہ نہ تو مجھے دیکھے گی اور نہ ہی میدان قیامت میں میں اسے دیکھوں گا۔

تو میری امت میں میرے بعد میرا خلیفہ ہے۔ جب آپ کی وفات ہونے لگے تو یہ منصب میرے فرزند حسنؑ کے سپرد کرنا جو کہ نیک اور صلہ رحمی کرنے والا ہے اور جب حسنؑ کی وفات کا وقت آئے تو اسے چاہیے کہ وہ یہ منصب میرے فرزند حسینؑ کے سپرد کرے جو کہ شہید، زکی اور مقتول ہے۔ جب حسینؑ کی وفات کا وقت آئے تو اسے چاہیے کہ وہ منصب کو اپنے فرزند علی سید العابدینؑ کے سپرد کرے جس کے وجود پر سجدوں سے گھٹے پڑے ہوں گے اور جب اس کی وفات کا وقت قریب ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اس منصب کو اپنے فرزند محمد باقر کے حوالے کرے۔

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

اور جب اس کی وفات کا وقت قریب ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اس منصب کو اپنے فرزند جعفر صادقؑ کے سپرد کرے اور جب اس کی وفات کا وقت قریب ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اس منصب کو اپنے فرزند موسیٰ کاظمؑ کے حوالے کرے۔

اور جب اس کی وفات کا وقت قریب ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اس منصب کو اپنے فرزند علی رضاؑ کے سپرد کرے۔

اور جب اس کی وفات کا وقت قریب ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اس منصب کو اپنے فرزند محمد تقیؑ کے سپرد کرے۔

اور جب اس کی وفات کا وقت قریب ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اس منصب کو اپنے فرزند علیؑ کے سپرد کرے۔

اور جب اس کی وفات کا وقت آئے تو وہ اس منصب کو محافظ آل محمدؑ فرزندؑ کے سپرد کرے۔

یہ بارہ امام ہیں۔ پھر اس کے بعد بارہ مہدی ہوں گے۔

جب اس کی وفات کا وقت آئے تو اسے چاہیے کہ وہ اس منصب کو اپنے فرزند کے حوالے کرے وہ اول المقربین ہوگا۔ اس کے تین نام ہوں گے۔ میرے نام کی مانند اور میرے والد کے نام کی مانند اور وہ عبداللہ اور احمد ہے مہدی کا تیسرا نام اول المومنین ہوگا۔

۱۴۔ ایک جماعت نے مجھے خبر دی ہمارے کچھ اصحاب تھے۔ محمد بن یعقوب، ابوعلی اشعری، حسین بن عبیداللہ، حسین بن موسیٰ خشاب، حسن بن سماعہ، علی بن حسن بن رباط، ابن اذینہ، زرارہ کہتے ہیں کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے سنا: انھوں نے فرمایا:

"الاثنا عشر الامام من آل محمد کلهم، هم المحدثون، ولد رسول اللهؐ و ولد علیؑ ابن ابی طالب رسول الله و علی هما الوالدان"

بارہ امام سب کے سب آل محمدؑ میں سے ہیں۔ وہ محدث ہیں۔ وہ اولاد رسولؐ اور اولاد علیؑ ہیں۔ رسول اکرمؐ اور حضرت علیؑ ان کے والد ہیں۔

ایک یہودی کے سوال

۱۳۔ محمد بن یحییٰ، محمد بن حسین، مسعدہ بن صدقہ، امام جعفر صادق علیہ السلام سے اور محمد بن حسین، ابراہیم بن ابی یحییٰ مدائنی، ابوہارون العبدی، ابوسعید خدری بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر کی وفات کے بعد حضرت عمر کے زمانہ خلافت میں ایک یثرب کا معزز یہودی آیا اور اس کے متعلق یہودیہ کہتے تھے کہ یہ اپنے زمانے کا بڑا عالم ہے۔ اس نے آکر کہا:

عمر! میں تیرے پاس اسلام قبول کرنے کے لیے آیا ہوں البتہ مجھے کچھ سوال کرنا ہیں۔ آپ صحابہ میں سے قرآن و سنت کے بڑے عالم ہیں۔ حضرت عمر نے کہا کہ کتاب وسنت کا میں سب سے بڑا عالم نہیں ہوں البتہ میں تجھے کتاب و سنت کے سب سے بڑے عالم کی طرف رہنمائی کر سکتا ہوں۔ تجھے جو بھی پوچھنا ہو اسی سے پوچھ لو۔

یہ کہہ کر حضرت عمر نے حضرت علیؑ کی طرف اشارہ کیا۔

یہودی نے کہا کہ اگر تمھارا یہ بیان درست ہے تو آپ نے لوگوں سے بیعت کیسے لی ہے؟

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

حضرت عمرؓ نے اسے ڈانٹ دیا۔ پھر وہ یہودی حضرت علیؑ کی خدمت میں آیا اور کہا کہ عمر نے آپ کے علم کی گواہی دی ہے تو میں کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔ اگر آپ نے صحیح جواب دیے تو میں جان لوں گا کہ تم مسلمان خیر الامم ہو اور تم واقعی سچے ہو اور اس کے ساتھ میں آپ کا دین اسلام بھی قبول کر لوں گا۔

امیر المومنینؑ نے فرمایا جی ہاں۔ عمر نے صحیح کہا ہے تمہیں جو پوچھنا ہے پوچھو۔ ان شاء اللہ میں تمہیں اس کا جواب دوں گا۔

اس نے کہا کہ آپ سے مجھے تین، تین اور ایک سوال کرنا ہے۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:

تم نے سیدھا سات کیوں نہیں کہا؟

یہودی نے کہا کہ پہلے میں آپ سے تین سوال کروں گا۔ اگر آپ نے ان کا جواب دے دیا تو پھر میں اور سوال کروں گا۔ اگر آپ پہلے تین سوالوں کا جواب نہ دے سکے تو میں رک جاؤں گا۔ اگر آپ نے مجھے ان سات سوالات کے جواب دے دیے تو میں مان لوں گا کہ آپ روئے زمین کے سب سے بڑے عالم ہیں اور اہل ارض سے افضل ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: تمہیں جو بھی پوچھنا ہے پوچھو۔

اس نے کہا کہ یہ بتائیں کہ زمین پر پہلا پتھر کون سا رکھا گیا؟

زمین پر سب سے پہلے کون سا درخت اگا؟

زمین پر پہلا چشمہ کہاں جاری ہوا؟

امیر المومنینؑ نے اسے ان سوالات کے جواب دیے۔

پھر یہودی نے کہا کہ یہ بتائیں کہ اس امت کے ہادی امام کتنے ہیں؟

یہ بتائیں کہ محمد مصطفیٰؐ کون سی جنت میں ہیں؟

یہ بتائیں کہ ان کے ساتھ جنت میں کون ہوگا؟

آپؑ نے فرمایا کہ اس امت کے بارہ ہادی امام ہیں جو کہ ذریت پیغمبر ہے اور گیارہ امام میری نسل سے ہیں۔

ہمارے نبیؐ بلند ترین جنت میں ہیں جسے جنت عدن کہا جاتا ہے۔

رسول خداؐ کے ساتھ ان کی منزل میں میں ہوں گا۔ میری نسل کے گیارہ امام اور ان کی والدہ اور ان کی نانی (خدیجۃ الکبریٰ) اور ان کی نسلیں ہوں گی اور کوئی دوسرا نہ ہوگا۔

حضرت خضرؑ کے سوال:

۱۴۔ محمد بن یعقوب، اصحاب کی جماعت، احمد بن برقی، ابو ہاشم داؤد بن قاسم جعفری نے کہا کہ امام علی نقی علیہ السلام نے فرمایا:

ایک دن امیر المومنین علیہ السلام حضرت سلمانؓ کے ہاتھ کا سہارا لئے ہوئے مسجد الحرام میں آئے۔ امام حسنؑ بھی آپؑ کے ساتھ تھے آپ آ کر بیٹھ گئے، اتنے میں ایک خوش شکل اور خوش لباس شخص آیا اور اس نے آپؑ پر سلام کیا آپؑ نے سلام کا جواب دیا۔

اس نے کہا:

امیر المومنینؑ! میں آپ سے تین مسائل دریافت کرنا چاہتا ہوں اگر آپ نے ان کے درست جواب دیے تو میں یہ سمجھوں گا کہ جن لوگوں نے آپ کو ہٹا کر حکومت پر قبضہ کیا ہے وہ دنیا و آخرت میں نا قابل بھروسہ ہیں۔

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

اور اگر دوسری بات ہوئی تو میں یہ سمجھوں گا کہ آپ اور وہ لوگ بالکل برابر ہیں۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہیں جو پوچھنا ہے پوچھ لو۔

اس نے کہا کہ آپ یہ بتائیں کہ جب آدمی سوتا ہے تو اس وقت اس کی روح کہاں جاتی ہے؟

یہ بتائیں کہ آدمی بھولتا کیوں ہے اور اسے بات یاد کیوں آتی ہے؟

آپ یہ بتائیں کہ بچہ اپنے چچاؤں اور ماموؤں سے مشابہ کیوں ہوتا ہے؟

امیر المومنین علیہ السلام نے حضرت حسن مجتبیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ آپ ان سوالوں کے جواب دیں۔

امام حسنؑ نے سوالوں کے جواب دیئے تو سائل نے کہا

میں گواہی دیتا ہوں اللہ واحد لاشریک ہے اور میں ازل سے ہی اس کی گواہی دیتا آیا ہوں۔

اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور میں ازل سے ہی اس کی گواہی دیتا آیا ہوں۔

پھر اس نے حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ اپنے والد کا جانشین ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حسین بن علی اپنے بھائی کا وصی ہے اور آپ کے بعد اس کی حجت قائم کرنے والا ہے۔

میں علی بن الحسین کے بارے میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ حسین کے امر کے قائم کرنے والے ہیں۔

میں محمد بن علی کے متعلق گواہی دیتا ہوں کہ وہ علی بن الحسین کے امر کا قائم کرنے

غیبت طوسی

والا ہے۔

میں جعفر بن محمد اور موسیٰ بن جعفر کی امامت کی گواہی دیتا ہوں۔ میں علی بن موسیٰ الرضا کے متعلق گواہی دیتا ہوں کہ وہ موسیٰ بن جعفر کے جانشین ہیں۔ میں محمد بن علی اور علی بن محمد اور حسن بن علی کے متعلق گواہی دیتا ہوں کہ یہ قائم ہیں۔ میں حسین بن علی کی نسل کے فرد کی گواہی دیتا ہوں جس کا نام اور کنیت کا اظہار اس کے ظہور سے پہلے تک لینا جائز نہ ہوگا۔

جب وہ ظاہر ہوں گے تو ظلم و جور سے بھری ہوئی زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔

پھر اس نے امیر المومنین علیہ السلام کو سلام کیا اور اٹھ کر چلا گیا۔

امیر المومنین علیہ السلام نے حضرت حسن مجتبیٰ علیہ السلام سے فرمایا:

ابو محمد! جاؤ اور دیکھو یہ سائل کہاں جاتا ہے؟

امام حسن باہر گئے اور کچھ دیر بعد آپ واپس آئے اور عرض کیا:

ابا جان! اس کو میں نے مسجد سے نکلتے ہوئے دیکھا لیکن بعد میں وہ کہیں دکھائی نہیں دیا۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

ابو محمد! اسے جانتے ہو یہ کون تھا؟

حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ اللہ، رسولؐ اور امیر المومنینؑ بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ خضر علیہ السلام تھے۔

یہاں تک ہم نے چند روایات پیش کی ہیں اگر ہم مذہب خاصہ سے منقول جملہ

Presented by: https://jafrilibrary.com

روایات کو نقل کریں تو کتاب کا حجم بڑھ جائے گا۔ یہاں ہم نے صرف نمونے کے طور پر روایات کو نقل کیا ہے جسے زیادہ تحقیق کی خواہش ہو تو اسے ان عنوان پر لکھی ہوئی کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

اشکال:

اگر یہ کہا جائے کہ ان روایات کی صحت کو پہلے واضح کریں یہ روایات اخبار آحاد ہیں اور علمی طریقے کے تحت ان پر انحصار نہیں کیا جا سکتا۔ یہ خالص علمی مسئلہ ہے۔

اس سلسلہ کا متصل سوال یہ ہے کہ آپ ان روایات سے امامت کا اثبات کیسے کرتے ہیں کیونکہ آپ نے عامہ و خاصہ سے جو روایات نقل کی ہیں اگر انہیں مان بھی لیا جائے تو بھی اس سے اس کا مقصد حاصل نہیں ہوتا کیونکہ ان روایات سے صرف تعداد ثابت ہوتی ہے اس کے علاوہ اور کچھ ثابت نہیں ہوتا۔ آپ نے ان احادیث سے یہ بات کیسے سمجھی ہے کہ اس سے مراد آپ کے ہی امام ہیں ان کے علاوہ اور کوئی مراد نہیں ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ان روایات کو علمائے امامیہ نے تواتر کے ساتھ خلفاً عن سلف نقل کیا اور ان کی صحیح کا طریقہ کتب امامیہ میں موجود ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ فریقین کا ان احادیث کو بیان کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ روایات درست ہیں۔

اختلاف تب ہوتا جب ایک فریق روایت بیان کرے اور دوسرا فریق اس کے خلاف روایت بیان کرے لیکن یہاں یہ معاملہ موجود نہیں ہے۔ فریقین کی روایات کا ایک ہی مضمون ہے لہٰذا اس میں کسی طرح کے اختلاف کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اب دیکھتے ہیں کہ بارہ کے عدد سے آئمہ شیعہ ہی کیوں مراد ہیں؟

بات یہ ہے کہ حدیث میں اس امر کی صراحت موجود ہے کہ آئمہ کی تعداد بارہ ہے نہ اس سے کم ہے اور نہ اس سے زیادہ ہے اب تمام اسلامی مذاہب کے اماموں پر نظر ڈالیے تو آج تک وہ بارہ کی تعداد پوری نہیں کر سکے۔ کسی نے بڑھا دیا ہے اور کسی سے بارہ کا عدد آج تک پورا نہیں ہوا اگر کسی نے مانگے تانگے بارہ کا عدد پورا کرنا چاہا تو اس نے یزید عبدالملک بن مروان اور نسل مروان کے ظالم حکام کو اس حدیث کا مصداق بنایا۔

دنیا میں صرف مذہب شیعہ امامیہ ہی واحد مذہب ہے جس کے پاس بارہ آئمہ کی صحیح تعداد ہے اور ہر امام کا تعلق خانوادہ تطہیر سے ہے اور نسل رسولؐ سے ہے۔ اس لیے یہ ماننا پڑے گا کہ ان احادیث کا مصداق صرف آئمہ شیعہ ہیں کوئی اور نہیں ہے۔

حجت ابن الحسن علیہ السلام کی امامت اور غیبت کا اثبات ان احادیث سے ہوتا ہے جو کہ رسول اکرم اور آئمہ معصومین (علیہم افضل الصلوات والسلام) سے بالتواتر منقول ہیں اور آپ کی ولادت سے بہت پہلے ہادیان دین نے آپ کی امامت اور غیبت کی خبر دی تھی کہ ان کی دو غیبتیں ہوں گی۔ پہلی غیبت تھوڑے عرصہ کی ہوگی اور دوسری غیبت پہلی غیبت سے طویل ہوگی۔ پہلی غیبت میں ان کے حالات کی خبر ہوتی رہے گی اور دوسری غیبت میں ان کے حالات کی خبر نہ ہوگی۔

حضرت صاحب الزمانؑ کی غیبت سے ان احادیث کی صداقت ثابت ہوتی ہے۔ غیبت صاحب الزمانؑ کے متعلق ہم چند روایات یہاں نقل کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

غیبت امام زمانہ (ع) کی روایات

ایک جماعت نے ہمیں خبر دی، ابو محمد تلعکبری، احمد بن علی الرازی، محمد بن جعفر

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

اسدی، سعد بن عبداللہ، موسیٰ بن عمر بن یزید، علی بن اسباط، علی بن ابی حمزہ، ابو بصیر کا بیان ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام سے اس آیت کی تاویل دریافت کی گئی۔

"قل ارأیتم ان اصبح ماؤ کم غورا فمن یاتیکم بماء معین"

(الملک /30)

کیا تم نے غور کیا ہے کہ اگر تمہارا پانی زمین میں جذب ہو جائے تو تمہیں صاف شفاف پانی کون دے گا؟

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ آیت امام قائم کے متعلق نازل ہوئی۔ اس کی تاویل یہ ہے کہ اگر تمہارا امام غائب ہو جائے تو تم ایسا امام کہاں سے لاؤ گے جو تمہیں آسمان و زمین کی خبریں اور حلال و حرام کے متعلق بتائے گا۔

اللہ کی قسم ابھی اس آیت کی تاویل سامنے نہیں آئی۔ اس کی تاویل ضرور ظاہر ہوگی۔

۷۔ سعد بن عبداللہ، حسین بن عمر بن حریز، ابی الحسن بن ابی الربیع المدائنی، محمد بن اسحاق، اسید بن ثعلبہ، ام ہانی کا بیان ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے قرآن کریم کی ان آیات کی تاویل دریافت کی۔

"فلا اقسم بالخنس ۝ الجوار الکنس ۝" (تکویر /15-16)

نہیں، میں قسم کھاتا ہوں پس پردہ جانے والے ستاروں کی جو روانی کے ساتھ چلتے ہیں اور چھپ جاتے ہیں۔

فرمایا کہ اس سے وہ امام مراد ہے جو اپنے زمانہ میں اس وقت چھپ جائے گا، لوگ اس کے علم سے منقطع ہو جائیں گے۔ یہ واقعہ 260ھ میں پیش آئے گا۔ پھر وہ شہاب روشن کی مانند ظاہر ہوگا۔

اگر تم نے اس کا دور پالیا تو تمہاری آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی۔

۸۔ سعد بن عبداللہ، محمد بن محمد بن عیسیٰ، موسیٰ بن قاسم البجلی، وعیقادہ، علی بن محمد بن حفص، علی بن جعفر کہتے ہیں کہ میں نے اپنے بھائی امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے اس آیت کی تاویل دریافت کی۔

"قل ارأیتم ان اصبح ماؤ کم غورا فمن یاتیکم بماء معین ۝"

کہہ دیں کہ کیا تم نے غور کیا ہے کہ اگر تمہارا پانی زمین میں جذب ہو جائے تو تمہیں صاف شفاف پانی کون دے گا؟

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا:

جب تم اپنے امام کو کھو دو اور اسے نہ دیکھ سکو تو پھر کیا کرو گے؟

۹۔ ایک جماعت نے مجھے خبر دی کہ ابو جعفر محمد بن سفیان بزوفری، احمد بن ادریس، علی بن محمد بن قتیبہ، الفضل بن شاذان، عبدالرحمن بن ابی نجران، صفوان بن یحییٰ، ابو ایوب، ابو بصیر کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

"ان بلغکم عن صاحبکم غیبۃ فلا تنکروھا ۝"

جب تم اپنے امام کی غیبت کی خبر سنو تو اس کا انکار نہ کرو۔

۱۰۔ محمد بن جعفر اسدی، سعد بن عبداللہ، جعفر بن محمد بن مالک، اسحاق بن محمد صیرفی، یحییٰ بن مثنی عطار، عبداللہ بن بکیر، عبید بن زرارہ سے منقول ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا آپ نے فرمایا:

"یفقد الناس امامھم فیشھد الموسم فیراھم ولا یرونہ ۝"

لوگ اپنے امام کو کھو دیں گے۔ امام حج کے اجتماع میں حاضر ہو کر لوگوں کو دیکھے گا

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

لیکن وہ امام کو نہیں دیکھ سکیں گے۔

۶۔ احمد بن ادریس، علی بن محمد، فضل بن شاذان، عبداللہ بن جبلہ، عبداللہ المستنیر، مفضل بن عمر کا بیان ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا، آپ نے فرمایا

صاحب الامر کی دو غیبتیں ہوں گی ایک غیبت طویل ہوگی یہاں تک کہ کچھ لوگ کہنے لگیں گے کہ وہ مر چکا ہے اور کچھ کہیں گے کہ وہ قتل ہو چکا ہے۔

کچھ کہیں گے کہ کہیں چلا گیا ہے، نوبت یہ ہوگی کہ ان پر عقیدہ رکھنے والے بہت کم ہوں گے۔ اس کی جگہ کے متعلق ان کی اولاد کو بھی علم نہ ہوگا اور نہ ہی کسی اور کو معلوم ہوگا بس ان کے نزدیک رہنے والے غلام کو ہی اس کا علم ہوگا۔

۷۔ اسی اسناد سے، فضل بن شاذان نیشاپوری عبدالرحمن بن ابی نجران، علی بن ابی حمزہ، ابوبصیر کہتے ہیں کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

"لا بد لصاحب هذا الامر من عزلة و لا بد في عزلته من قوة وما بثلاثين من وحشة و نعم المنزل طيبة"

صاحب الامر مجبوراً گوشہ نشینی کرے گا اور گوشہ نشینی اور تنہائی میں بھی وہ قوت رکھتا ہوگا۔ تیس افراد کے باوجود اسے کوئی خوف اور حزن نہ ہوگا اور طیبہ (مدینہ منورہ) اچھی منزل ہے۔

۸۔ سعد بن عبداللہ، حسن بن علی زیتونی، زہری الکوفی، ریان بن حمدویہ کے امام حسن عسکری علیہ السلام کو محمد بن امام علی نقی علیہ السلام کی وفات کا ذکر کیا گیا، آپ نے فرمایا کہ امامت میرا منصب ہے جب تک میں زندہ ہوں اس وقت تک لوگوں کی کیا حالت ہوگی جب میرے بعد والے کو گم کر دیں گے۔

۹۔ ابن ابی جید القمی، محمد بن حسن بن ولید، محمد بن حسن صفار، عباس بن معروف، عبداللہ بن حمدویہ بن البراء، ثابت، اسماعیل، عبدالاعلیٰ مولیٰ آل سام کا بیان ہے کہ جب ہم امام صادق علیہ السلام کے ساتھ مقام ذوحا پر پہنچے تو آپ نے اس پر کوہ رضویٰ کو جھکا ہوا دیکھ تو مجھے فرمایا:

اس پہاڑ کو دیکھ رہے ہو؟

یہ کوہ رضویٰ ہے یہ فارس کے پہاڑوں میں سے تھا اس نے ہم سے محبت کی تو خدا نے اسے ہماری طرف منتقل کر دیا۔ اس میں ہر ثمر دار درخت ہے اور خائف کے لیے بہترین مقام امن ہے۔ اس امر کے صاحب کی دو غیبتیں ہوں گی ایک چھوٹی ہوگی اور ایک بڑی ہوگی۔

۱۰۔ احمد بن ادریس، علی بن محمد، فضل بن شاذان، محمد بن علی صیرفی، حسن بن ابی العلاء، ابوبصیر کا بیان ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

جب حضرت سلمان کوفہ میں داخل ہوئے اور یہاں کی آزمائشوں کا تصور کیا اور بنی امیہ اور بعد کی حکومتوں کے مظالم کو دیکھا تو فرمایا:

"فاذا كان ذلك فالزموا احلاس بيوتكم حتى يظهر الطاهر ابن الطاهر المطهر ذو الغيبة ، الشريد الطريد"

جب ایسا ہو تو اپنے گھروں کی چٹائیوں پر بیٹھ جانا یہاں تک کہ طاہر بن طاہر پاک کرنے والے کا ظہور ہو جو کہ آوارہ وطن اور طریدہ ہوگا۔

۱۱۔ ابوبصیر کہتے ہیں کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

قائم میں یوسف کی شباہت ہوگی۔

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

میں نے پوچھا کہ کون سی مشابہت ہوگی تو فرمایا کہ حیرت وغیبت۔

۱۲۔ بحذف اسناد، مفضل بن عمیر کا بیان ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے تفسیر جابر(۱) کے متعلق دریافت کیا۔

آپؑ نے فرمایا کہ کم ظرف لوگوں سے اس کا ذکر نہ کرو ورنہ وہ اس کا ڈھنڈورا پیٹنے لگ جائیں گے، کیا تم نے قرآن کریم کی یہ آیت نہیں پڑھی:

"فاذنقر فی الناقور "(مدثر/۸)

ہمارے اندر ایک امام پوشیدہ ہوگا جب اللہ اس کے امر کو ظاہر کرنے کا ارادہ کرے گا تو اس کے دل میں نکتہ پیدا ہو جائے گا، وہ ظاہر ہوگا اور امر خداوندی کو قائم کرے گا۔

۱۳۔ عبداللہ بن محمد بن خالد کوفی، منذر بن محمد، قابوس، نضر بن السندی، داؤد بن ثعلبۃ بن میمون ابو مالک جہنی، حارث بن مغیرہ، اصبغ بن نباتہ کا بیان ہے:

میں امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ آپ زمین پر لکیریں کھینچ رہے تھے۔

میں نے عرض کیا: امیر المومنین علیہ السلام! آپ فکر ہو کر زمین پر لکیریں کیوں کھینچ رہے ہیں۔ کیا آپ کو اس کی رغبت ہے؟

فرمایا نہیں، مجھے نہ تو اس کی رغبت ہے اور نہ ہی دنیا کی رغبت ہے میں تو اس مولود کے بارے میں سوچ رہا ہوں جو میرے دسویں بچے کے ہاں پیدا ہوگا۔ وہ مہدی ہوگا اور وہ ظلم وجور سے بھری ہوئی زمین کو عدل وانصاف سے پر کرے گا۔

۱۔ اس سے جابر بن یزید جعفی مراد ہے نجاشی لکھتے ہیں کہ انھوں نے تفسیر لکھی تھی۔

اس کے عہد میں حیرت وغیبت ہوگی جس کی وجہ سے بہت سی اقوام گمراہ ہو جائیں گی اور کچھ لوگوں کو ہدایت حاصل ہوگی۔

میں نے عرض کیا کہ حیرت وغیبت کا عرصہ کتنا ہوگا؟

فرمایا چھ دن یا چھ مہینے یا چھ سال۔

میں نے عرض کیا کہ کیا ایسا ہوگا؟

فرمایا جی ہاں، جیسا کہ اس کی مخلوق کا ہونا یقینی ہے اسی طرح سے غیبت بھی یقینی ہے۔

اصبغ! تمھیں ان حالات کا کیا علم ہے؟

اس امت کے بہترین افراد اس عترت کے بہترین افراد کے ساتھ ہوں گے۔

میں نے کہا کہ اس کے بعد کیا ہوگا؟

فرمایا کہ جو خدا چاہے گا وہی ہوگا۔ اللہ کے اپنے فیصلے ہیں، ارادے ہیں، مشیت ہے اور انجام امور ہے۔

۱۴۔ سعد بن عبداللہ، ابو محمد حسن بن عیسیٰ علوی، ابی عیسیٰ بن محمد، محمد بن علی بن جعفر بن علی بن جعفر (برادر امام موسیٰ کاظم علیہ السلام) امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے منقول ہے:

آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھ سے میرے والد نے فرمایا تھا:

یا بنی إذا فقد الخامس من ولد السابع من الائمة فالله الله فی ادیانکم، فانه لا بد لصاحب هذا الأمر من غیبة یغیبها حتیٰ یرجع عن هذا الأمر من کان یقول به، یا بنی إنما هی محنة من الله امتحن بها خلقه، لو علم آباؤکم واجدادکم دیناً اصح من هذا الدین لا تبعوه، قال

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

ابو احسن: فقلت له يا سيدي من الخامس من ولد السابع؟

قال: يا بني عقولكم تصغر عن هذا، و احلامكم تضيق عن حمله، ولكن إن تعيشوا، تدركوه۔

میرے فرزند! جب ساتویں امام کی نسل کا پانچواں فرزند گم ہو جائے تو خدا کے لیے اپنے دین پر متوجہ رہنا۔ اس امر کے صاحب کے لیے غیبت مقرر ہو چکی ہے وہ غائب ہو جائے گا یہاں تک کہ اس کا عقیدہ رکھنے والے بھی اس سے منحرف ہو جائیں گے۔

میرے فرزند! یہ خدا کی طرف سے آزمائش ہے۔ خدا اپنی مخلوق کو اس سے آزمائے گا اگر تمہارے آباؤ اجداد کو اس سے بہتر دین دکھائی دیتا تو وہ ضرور اس کی اتباع کرتے۔

ابوالحسن نے عرض کیا، میرے سردار! ساتویں کی نسل کا پانچواں کون ہے؟

فرمایا، فرزند تمہارے عقول اس کے سمجھنے سے کمتر ہیں اور تمہارے خیالات اس کے برداشت کرنے سے تنگ ہیں لیکن تم زندہ رہو گے تو اسے پا لو گے۔ (۱)

امام صادق علیہ السلام کی تفصیلی حدیث

۱۵۔ ایک جماعت نے مجھے خبر دی، ابو المفضل محمد بن عبداللہ بن محمد بن عبید اللہ بن

۱۔ عرض مترجم: یہ روایت حیران کن ہے کہ علاوہ امام موسیٰ کاظم اس کے سمجھنے سے قاصر ہیں میرا خیال یہ ہے۔ میں اس کے سمجھنے سے قاصر ہوں کیونکہ امام موسیٰ کاظم "و کل شیء احصیناہ فی امام مبین" کے مصداق تھے۔
لہٰذا اگر یہ حدیث صحیح ہے تو میں اس کا علم امام علیہ السلام کی طرف منتقل کرتا ہوں۔ (از مترجم)

مطلب، ابو الحسین، محمد بن بحر بن سہل الشیبانی الرہنی، علی بن حارث، سعید بن منصور جواشنی، احمد بن علی بدیلی، اپنے والد سے، سدیر صیرفی کا بیان ہے کہ میں اور مفضل بن عمر اور داؤد بن کثیر الرقی ابو بصیر اور ابان بن تغلب اپنے آقا و مولا امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ہم نے دیکھا کہ آپ خاک پر بیٹھے تھے، آپ نے کپڑوں پر خیبری چادر زیب تن کر رکھی تھی جس کی جیب نہ تھی اور اس کے بازو چھوٹے تھے۔ آپ کسی پسر مردہ ماں کی طرح سے رو رہے تھے اور آنکھوں سے اشکوں کی برسات جاری تھی۔ چہرہ آنسوؤں سے تر تھا اور مسلسل یہ فرما رہے تھے:

تیری غیبت نے میری نیند اڑا دی ہے اور میرے دل کا سکون لوٹ لیا ہے۔

میرے سردار! آپ کی غیبت نے میرے مصائب کو تسلسل دیا ہے۔ ایک کے بعد ایک کی گمشدگی اور جمعیت و تعداد کے خاتمے سے میرا درد بڑھ گیا ہے۔ اب میرے آنسو تھمنے کا نام نہیں لیتے اور میرے سینے سے ہچکیاں اٹھ رہی ہیں۔

سدیر بیان کرتے ہیں کہ جب ہم نے امام کی یہ حالت دیکھی تو ہمارے عقول اڑ گئے اور اس مصیبت کو دیکھ کر ہمارے دل پھٹ گئے، ہمیں گمان ہوا کہ آپ پر کوئی مصیبت نازل ہوئی ہے۔

ہم نے کہا:

اے بہترین خلائق کے فرزند! کس حادثہ کی وجہ سے آپ کی آنکھیں برس رہی ہیں اور آپ کی یہ حالت کیوں ہو گئی ہے؟

قال: فزفر الصادق زفرة انتفخ منها جوفه، واشتد منها خوفه،

فقال: ويحكما إني نظرت صبيحة هذا اليوم في كتاب الجفر

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

المشتمل على علم البلايا والمنايا وعلم ما كان وما يكون إلى يوم القيامة الّذي خصّ الله • تقدّس اسمه ... به محمداً والائمة من بعده عليه السلام وتأملت فيه مولد قائمنا عليه السلام وغيبته وابطاءه وطول عمره وبلوى المؤمنين من بعده في ذلك الزّمان وتولدا الشكوك في قلوب الشيعة من طول غيبته، وارتداد اكثرهم عن دينه وخلعهم ربقة الاسلام من اعناقهم الّتي: وكل إنسن، قال الله عزّوجل وكلّ إنسان ألزمنه طائره في عنقه ... يعني الولاية .. فاخذتني الدقة، واستولت عليّ الأحزان.

(سوره الاسراء آيت نمبر 13)

فقلنا: يابن رسول الله، كرمنا وفضّلنا بإشرامك إيانا في بعض ما أنت تعلمه من علم ذلك؟ قال: إن الله تعالى ذكره • أدار في القائم منا ثلاثة أدارها لثلاثة من الرسل، فقدّر مولده ٥ تقدير مولد موسىٰ عليه السلام • وقدّر غيبه تقدير غيبة عيسىٰ عليه السلام وحدّر إبطاء تقدير إبطاء نوح عليه السلام، وجعل له من بعد ذالك عمر العبد الصالح • اعني الخضر عليه السلام دليلاً على عمره، فقلنا: اكشف لنا يا بن رسول الله، عن وجوه هذا ٥ المعاني •

فقال: أمّا مولد موسىٰ عليه السلام فانّ فرعون لمّا وقف على أنّ زوال ملكه على يده أمر باحضار الكهنة، فدلوّا على نسبه وانه يكون من بني إسرائيل، فلم يزل أمر أصحابه بشقّ بطون الحوامل من نساء بني إسرائيل حتى قتل في طلبه نيف وعشرون الف مولود، وتعذر عليه

الوصول إلى قتل موسىٰ عليه السلام بحفظ الله تعالىٰ إياه، كذلك بنوامية وبنو العباس لمّا أن وقفوا على أن زوال ملكهم والامراء (٣) والجبابرة منهم على يد القائم منّا ناصبونا للعداوة ووضعوا سيوفهم في قتل اهل بيت رسول الله وا بادة نسله طمعاً منهم في الوصول إلى قتل القائم، فابى الله ان يكشف أمره لواحد من الظلمة إلاّ أن يتمّ نوره (١) ولو كره المشركون وأما غيبة عيسىٰ عليه السلام فان اليهود و النصارى اتفقت على، انه قتل فكذبها الله عز و جل بقوله:

(وما قتلوه وما صلبوه ولكن شبه لهم ج) (سوره النساء آيت 157)

كذلك غيبة القائم عليه السلام فان الامة ستنكرها لطولها فمن قائل يقول (إنه لم يولد)، وقائل يفترى بقوله: (إنه ولد ومات وقال يكفر بقوله) وقائل يمرق بقوله! (إنه يتعدّى الىٰ ثالث عشر فصاعداً)، وقائل يعصى الله بدعواة: (إنّ روح القائم عليه السلام ينطق في هيكل غيره)

وامّا إبطاء نوح عليه السلام فان لما التنزل العقوبلے من السماء بعث الله إليه جبرائيل عليه السلام معه سبع نويات، فقال: يا نبي الله ﷲ إن الله جل اسمه ... يقول لک: إن هولاء خلائقي وعبادي لست أبيدهم بصاعقة من صواعقي إلا بعد تاكيد الدعوة وإلزام الحجة، فعاود اجتهادک في الدعوة لقومک فاني مثيبک عليه، واغرس هذا النوى فان لک في نباتها و بلوغها وإدركها إذا اثمرت الفرج والخلاص، بشر بذلک من تبعک من المؤمنين •

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

فلما نبتت الأشجار وتآزرت وسوقت وأغصنت وزها الثمر عليها بعد زمان طويل استنجز من الله (سبحانه) العدة، فأمره الله تعالى أن يغرس من نوى تلك الأشجار ويعاود الصبر والاجتهاد، ويؤكد الحجة على قومه، فأخبر بذلك الطوائف التي آمنت به فارتد منهم ثلاثمائة رجل وقالوا: لو كان ما يدعيه نوح حقًا لما وقع في عدته خلف •

ثم إن الله تعالى لم يزل يأمره عند إدراكها كلّ مرة أن يغرس تارة بعد أخرى الى أن غرسها سبع مرّات، وما زالت تلك الطوائف من المؤمنين ترتد منهم طائفة بعد طائفة إلى أن عادوا إلى نيفًا و سبعين رجلاً فأوحى الله عزّوجل عند ذلك إليه •

وقال: الآن أسفر الصبح عن الليل لعينك حين صرح الحق عن محضه، وصفا الأمر للايمان من الكدر بارتداد كل من كانت طينته خبيثة فلو أني أهلكت الكفار وأبقيت من ارتد من الطوائف التي كانت آمنت بك لما كنت صدقت وعدي السابق للمؤمنين الذين أخلصوا لي التوحيد من قومك، واعتصموا بحبل نبوتك بان استخلفهم في الارض، وأمكن لهم دينهم، وأبدل خوفهم بالأمن، لكي تخلص العبادة لي بذهاب الشكّ من قلوبهم، و كيف يكون الاستخلاف والتمكين وبدل الخوف بالأمن مني لهم مع ما كنت أعلم من ضعف يقين الذين ارتدوا و خبث طينتهم وسوء سرائرهم التي كانت نتائج النفاق و سنوح الضلالة، فلو أنهم تسنموا (١) من الملك الذي أولي المؤمنون وقت الاستخلاف إذا أهلكت أعداءهم

لنشقوا روائح صفاته ولاستحكم سرائر نفاقهم، وتأبد حبال ضلالة قلوبهم، ولكاشفوا إخوانهم بالعداوة، وحاربوهم على طلب الرئاسة، والتفرد بالأمر والنهي عليهم، وكيف يكون التمكين في الدين وانتشار الامر في المؤمنين مع إثارة الفتن وإيقاع الحروب كلا، (واصنع الفلك بأعيننا ووحينا) (سوره هود 37)

قال الصادق عليه السلام: وكذلك القائم عليه السلام فإنه تمتد غيبته ليصرح الحق عن محضه، ويصفوا الإيمان من الكدر بارتداد كل من كانت طينته خبيثة من الشيعة الذين يخشى عليهم النفاق إذا أحسوا بالاستخلاف والتمكين والأمن المنتشر في عهد القائم عليه السلام •

قال المفضل: فقلت: يا ابن رسول الله إن النواصب تزعم أنّ هذه الآية نزلت في أبي بكر و عمر و عثمان و علي، فقال: لا يهدي الله قلوب الناصبة متى كان الدين الذي ارتضاه (الله و رسوله) متمكناً بانتشار الأمن في الأمة، وذهاب الخوف من قلوبها، وارتفاع الشك من صدورها في عهد أحد من هؤلاء، أوفي عهد علي عليه السلام مع ارتداد المسلمين والفتن التي كانت تثور في أيامهم، والحروب والفتن التي كانت تشب من الكفار و بينهم، ثم تلا الصادق عليه السلام

هذه الآية مثلاً لإبطاء القائم عليه السلام (حتى إذا استيئس الرسل و ظنوا أنهم قد كذبوا جاءهم نصرنا) الآية (سورہ یوسف آیت 110)

وأما العبد الصالح ... أعني الخضر ... فان الله تعالى ماطول

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

عمره لنبوة قدر هاله، ولالكتاب ينزل عليه، ولا الشريعة ينسخ بها شريعة من كان قبله من الانبياء عليهم السلام ٠

ولا لا مامة يلزم عباده الاقتداء بها، ولا لطاعة يفرضها (له)، بلى إنّ الله تعالىٰ لمّا كان فى سابق علمه أن يقدر من عمر القائم عليه السلام فى أيام غيبته ما يقدره، وعلم مايكون من إنكاره عباده بمقدار ذلك العمر فى الطول، طول عمر العبد الصالح من غير سبب أوجب ذلک إلا لعلة الاقتال به على عمر القائم عليه السلام، ليقطع بذلک حجة المعاندين لئلاّ يكون للناس على الله حجة ٥

امام جعفر صادق علیہ السلام نے پر درد ٹھنڈی سانس لی اور آپؑ نے خوف زدہ لہجہ میں فرمایا، افسوس ہے تم پر! آج صبح کے وقت میں نے کتاب جفر کا مطالعہ کیا، اس میں علم البلایا والمنایا (آزمائشات اور اموات کا علم) ہے اور اس میں ماضی کے واقعات اور قیامت تک ہونے والے واقعات کا ذکر موجود ہے۔

اس کتاب جفر کے لیے اللہ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے بعد کے ائمہ (علیہم افضل الصلوات والسلام) کو مخصوص کیا ہے۔ میں نے اس میں اپنے قائم کی پیدائش، ان کی غیبت اور ان کی تاخیر اور طول عمر کے متعلق پڑھا اور یہ پڑھا کہ ان کی ولادت کے بعد اہل ایمان کی آزمائش ہوگی اور ان کی غیبت کی طوالت کی وجہ سے شیعوں کے دلوں میں شکوک پیدا ہوں گے اور ان کی اکثریت اپنے دین سے منحرف ہو جائے گی اور وہ اسلام کا جوا اپنی گردنوں سے اتار پھینکیں گے اور اس کے متعلق اللہ نے فرمایا ہے:

"وكل انسان الزمناه طائره فى عنقه" (بنی اسرائیل/۱۳)

ہم نے ہر انسان کے خیر وشر کے اعمال کی فال اس کی گردن میں ڈال دی ہے۔

اس سے ولایت مراد ہے۔

جب میں نے یہ پڑھا تو مجھ پر غم طاری ہوگیا۔

ہم نے کہا:

فرزند رسولؐ! اس علم میں ہمیں بھی شریک فرمائیں۔

فرمایا کہ اللہ نے ہمارے قائم میں تین انبیاء کے خصائل رکھے ہیں۔

ان کی ولادت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے مشابہت رکھتی ہے۔

ان کی غیبت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی غیبت کی مانند ہے۔

اور ان کی تاخیر اور دیر حضرت نوح علیہ السلام کی تاخیر جیسی ہے۔

ان بزرگواروں کے علاوہ اللہ نے عبد صالح یعنی حضرت خضر علیہ السلام کی طرح سے طویل زندگی ہے۔

ہم نے عرض کیا کہ آپ ان مشابہات کی وضاحت فرمائیں۔

فرمایا کہ کاہنوں نے فرعون کو یہ خبر دی تھی کہ اس کی بادشاہت کا خاتمہ بنی اسرائیل کے ایک بچے کے ذریعے سے ہوگا۔

اس کے بعد فرعون نے بنی اسرائیل کی خواتین کے شکم چاک کرائے اور موسیٰ علیہ السلام کی تلاش میں بیس ہزار سے کچھ زیادہ بچوں کو ذبح کرایا لیکن اللہ نے اسے موسیٰ علیہ السلام کے قتل کی طاقت نہ دی تھی۔

اسی طرح سے بنی امیہ اور بنی عباس کے حکمران یہ سن چکے ہیں کہ حضرت قائم علیہ السلام کے ہاتھوں پر ان کی حکومت کا خاتمہ ہوگا۔

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

اسی لیے انھوں نے ہمیں دشمنی کا نشانہ بنایا ہے اور آل محمد کو دھڑا دھڑ مارنے میں مصروف ہیں تاکہ ان اقدامات سے قائمؑ کو قتل کریں اور اسے ظہور کا موقع ہی نہ دیں۔(۱)

اللہ کسی بھی ظالم کو قائم کی خبر نہ دے گا یہاں تک کہ اللہ اپنے نور کو کامل کرے اگرچہ مشرکین کو یہ گراں ہی کیوں نہ ہو۔

غیبت عیسیٰ علیہ السلام کی مشابہت کچھ یوں ہے کہ نصاریٰ اور یہودی اس پر متفق ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر چڑھے تھے لیکن اللہ نے ان کی تکذیب کرتے ہوئے کہا تھا:

"وما قتلوه وما صلبوه ولكن شبه لهم" (النساء/۱۵۷)

انھوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو نہ ہی قتل کیا اور نہ ہی انھیں سولی چڑھایا انھیں اس کا اشتباہ ہوا ہے۔

قائم کی غیبت بھی اسی طرح کی سی ہوگی۔ غیبت کی طوالت کو دیکھ کر امت اس کا انکار کرے گی، کچھ کہیں گے وہ سرے سے پیدا ہی نہیں ہیں اور کچھ کہیں گے کہ پیدا ہوا تھا لیکن مر گیا اور کچھ یہ کہیں گے کہ گیارھواں امام لاولد تھا۔

کچھ کہیں گے کہ یہ مرحلہ تیرھویں تک جاری رہے گا اور کچھ کہیں گے کہ قائم کی روح منیر کے بدن میں گفتگو کرے گی۔

اور جہاں تک نوح علیہ السلام سے مشابہت کا تعلق ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ

۱۔ عرض مترجم: 2019 میں سعودی عرب کے ایک احمق بادشاہ نے اعلان کیا تھا کہ ہم مہدی سے جنگ کریں گے اور اسے مار ڈالیں گے لیکن جس طرح سے فرعون ناکام ہوا تھا اسی طرح سے تقدیر الٰہی کے سامنے ان جیسے احمق حکمرانوں کی بھی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ (اضافہ از مترجم)

حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ سے کفار کے لیے عذاب کے نزول کی درخواست کی تو اللہ نے جواب دیا کہ میں کفار پر عذاب نازل کروں گا۔

حضرت جبرائیل سات گٹھلیاں لائے اور انھیں خدا کا یہ پیغام دیا:

اللہ تعالیٰ آپ سے یہ فرما رہا ہے کہ یہ میری مخلوق ہے میں اتمام حجت سے پہلے انھیں برباد نہیں کروں گا۔ آپ زیادہ سے زیادہ تبلیغ کریں میں آپ کو اس کا اجر دوں گا۔ فی الحال ان گٹھلیوں کو کاشت کریں اور جب یہ جوان ہو جائیں اور پھل دینے لگیں تو اس وقت اپنے پیروکاروں کو خوش خبری دیں۔

الغرض کھجوریں پیدا ہوئیں اور ان کے درخت جوان ہوئے اور ان پر پھل لگے۔ پھر اللہ نے حکم دیا کہ اب ان درختوں کی گٹھلیوں کو کاشت کریں اور لوگوں کو مزید تبلیغ کریں۔ جب حضرت نوح علیہ السلام کے پیروکاروں نے یہ ماجرا دیکھا تو اس وقت ان کے پیروکاروں میں سے تین سو افراد مرتد ہو گئے اور کہنے لگے اگر نوح علیہ السلام سچے ہوتے تو ان کے وعدہ میں اس طرح تاخیر واقع نہ ہوتی۔

الغرض سات مرتبہ آپؑ نے کھجوریں کاشت کیں اور ہر بار اہل ایمان کا ایک گروہ مرتد ہوتا گیا آخر کار ستر سے کچھ زیادہ افراد ایمان پر باقی رہے اس وقت اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو وحی فرمائی:

اب سیاہ رات چھٹ چکی ہے اب حق واضح ہو چکا ہے اور ہر طرح کی کثافت دور ہو چکی ہے اور جن لوگوں میں خبیث طینت پائی جاتی تھی وہ سب تمھیں چھوڑ گئے ہیں اگر میں پہلے کفار پر عذاب نازل کر دیتا تو یہ مرتد بچ جاتے، جب کہ میں صرف اہل ایمان کو عذاب سے بچانا چاہتا ہوں۔

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

اب خالص مومن بچ گئے ہیں اور یہ وہ ہیں جو آپ کی رسی سے وابستہ رہے ہیں اب میں انھیں زمین کا وارث مقرر کروں گا اور ان کے دین کو مضبوط کروں گا۔ ان کے خوف کو امن میں تبدیل کروں گا جب کہ مرتد ہونے والے افراد ضعیف الیقین تھے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو کشتی بنانے کا حکم دیا۔

یہ واقعہ سنانے کے بعد امام صادق علیہ السلام نے فرمایا:

اللہ حضرت قائم کی غیبت کو طول دے گا تا کہ حق پرست خالص ہو کر سامنے آجائیں اور خبیث طینت رکھنے والے شیعہ امام کا انکار کر کے مرتد ہو جائیں گے پھر حضرت قائم کا ظہور ہوگا۔ اس وقت آیت استخلاف وعد الله الذين امنو امنكم و عملو الصالحات يستخلفهم في الارض كما استخلف الذين من قبلهم () کی عملی تفسیر دنیا کے سامنے آجائے گی۔

مفضل نے کہا کہ مولا! تو اصب یہ کہتے ہیں کہ آیت استخلاف کے مصداق پہلے چار خلفاء تھے۔

امامؑ نے فرمایا تو اصب کو خدا کبھی ہدایت نہیں دے گا، بھلا چار خلفاء کے زمانہ میں امن کب تھا۔ اس دور میں مسلمانوں اور کافروں میں مسلسل جنگیں ہوتی رہی تھی اور حضرت علی علیہ السلام کے دورِ حکومت میں مسلمان خانہ جنگی میں مبتلا تھے۔

حضرت قائم پر یہ آیت دلالت کرتی ہے۔

"حتى اذا استيأس الرسل و ظنوا انهم قد كذبوا جاءهم نصرنا" (یوسف/۱۱۰)

یہاں تک کہ رسول مایوس ہو گئے اور سمجھنے لگے کہ ان سے جھوٹ کہا گیا ہے تو

ہماری مدد ان کے پاس پہنچ گئی۔

حضرت خضر علیہ السلام اور حضرت قائم علیہ السلام میں مشابہت یہ ہے کہ اللہ نے خضر کو طویل عمر اس لیے نہیں دی تھی کہ خدا نے اسے نبوت دینے کا فیصلہ کیا تھا اور نہ ہی خدا نے اس پر کتاب نازل کرنے کا ارادہ کیا تھا اور نہ ہی خدا نے ان کے ذریعہ سے کسی سابقہ شریعت کو منسوخ کرانا تھا اور وہ واجب الاقتداء امام نہ تھے۔ جس طرح سے خدا نے خضر علیہ السلام کو زندگی عطا کی ہے اسی طرح سے وہ قائم علیہ السلام کو بھی طویل عمر دے گا۔

خدا نے خضر علیہ السلام کو طویل زندگی دی تا کہ کل کلاں کوئی قائم آلِ محمد کی طویل عمر پر اعتراض نہ کر سکے۔

اس مفہوم کی روایات لاتعداد ہیں ہم نے بطور نمونہ چند روایات یہاں نقل کی ہیں۔

اشکال:

ان روایات کی حیثیت روایات احاد کی ہے لہٰذا اصول دین کے متعلق روایات احاد پر انحصار کرنا درست نہیں ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جس روایت میں مستقبل کی پیشین گوئی کی گئی ہو اور پیشین گوئی درست ثابت ہو تو وہ روایت اگر چہ احادی کیوں نہ ہو پھر بھی اسے صحیح روایت کا درجہ دیا جاتا ہے۔ چنانچہ صداقت قرآن کے بہت سے دلائل ہیں تو وہاں ایک دلیل یہ بھی ہے کہ قرآن کی پیشین گوئیاں سچ ثابت ہوئیں لہٰذا پیشین گوئی کا سچ ثابت ہونا اس روایت کی صداقت کی دلیل ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں تواتر معنوی بھی صداقت کی دلیل ہوتا ہے۔

مثلاً حاتم کی سخاوت کی مثالیں بہت زیادہ ہیں تو تعدد طرق سے بھی تواتر ثابت ہوتا ہے۔

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

اسی طرح سے عمرو بن عبدود کی بہادری کے واقعات مختلف ہیں لیکن سب روایات کو جمع کر کے انسان اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ یہ شخص بہادر اور دلیر تھا اگرچہ روایات کی نوعیت احادی ہے لیکن نتیجہ متواتر ہے۔

حضرت صاحب الزمان کی امامت کی ایک اور دلیل بھی ہے کہ پوری امت کا اجماع ہے کہ حضرت مہدی ظلم و جور سے لبریز زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے۔ اور روایات سے یہ بات ثابت ہے کہ ان کا تعلق ذریت حسین علیہ السلام سے ہوگا۔

اور ہم نے ناؤوسیہ اور واقفیہ کے دلائل کے بطلان کو واضح کیا ہے لہذا ثابت ہوا کہ حضرت حجت ابن الحسن علیہ السلام ہی مہدی امت ہیں۔

ظہور مہدی علیہ السلام حتمی ہے:

حضرت مہدی علیہ السلام کا خروج مقدرات الٰہی میں سے ہے، ذیل میں ہم اس مفہوم کی چند روایات کو نقل کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

۱۔ ابراہیم بن سلمہ، احمد بن مالک فزاری، حیدر بن محمد فزاری، عباد بن یعقوب، نصر بن مزاحم، محمد بن مروان کلبی، ابی صالح کہتے ہیں کہ اللہ نے فرمایا:

"و فی السماء رزقکم و ما تو عدون" (ذاریات/۲۲)

اور آسمان اور زمین میں تمہارا رزق ہے اور جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ اس سے خروج مہدی مراد ہے۔

۲۔ فرمان خداوندی ہے:

"اعلموا ان اللہ یحیی الارض بعد موتھا" (الحدید/۱۷)

جان لو کہ اللہ زمین کی مُردنی کے بعد زمین کو زندگی دیتا ہے۔

۳۔ شریف ابو محمد المحمدی، محمد بن علی بن تمام، حسین بن محمد القطعی، علی بن احمد بن حاتم بزاز، محمد بن مروان کلبی، ابو صالح، ابن عباس نے یہ آیات پڑھیں:

"و فی السماء رزقکم و ما تو عدون۔ فورب السماء والارض انہ لحق مثل ما انکم تنطقون" (ذاریات/۲۲۔۲۳)

اور آسمان اور زمین میں تمہارا رزق ہے اور جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے۔ آسمان و زمین کے رب کی قسم! یہ ایسے ہی حق ہے جیسا کہ تم باتیں کرتے ہو۔

اور کہا کہ اس سے قیام قائمؑ مراد ہے۔

ارشاد خداوندی ہے:

"این ما تکونوا یات بکم اللہ جمیعا" البقرۃ۔۱۴۸)

تم جہاں بھی ہوئے تو اللہ تم سب کو جمع کر دے گا۔

ابن عباس نے کہا:

اس سے اصحاب قائم مراد ہیں، اللہ انھیں ایک ہی دن میں جمع کرے گا۔

۴۔ محمد بن اسحاق المقری (۱) علی بن عباس، مقانعی، بکار بن احمد، حسن بن حسین سفیان الجریری، معلّی بن زیاد، عمرو بن ہاشم الطائی، اسحاق بن عبداللہ، بشیر المرادی، الصدیق الناجی،، ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"ابشرکم بالمھدی یبعث فی امتی علی اختلاف من الناس و

۱۔ بحار میں "محمد بن اسماعیل المقری" لکھا ہے۔

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

زلزال یملأ الارض عدلا و قسطا کما ملئت جورا و ظلما یرضی عنه ساکن الأرض و اسماء"

میں تمھیں مہدی کی بشارت دیتا ہوں وہ میری امت میں اس وقت مبعوث ہوگا جب لوگوں میں اختلافات ہوں گے اور زلزلے بپا ہوں گے۔ وہ ظلم و جور سے بھری زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا اور اس سے آسمان و زمین کے رہنے والے اس سے راضی ہوں گے۔

۸۔ مقاتلی، بکار بن احمد، حسن بن حسین، تلمید ابی الجحاف کا بیان ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین مرتبہ یہ الفاظ کہے:

" ابشرو ابا لمهدی " تمھیں مہدی کی بشارت دیتا ہوں۔

"یخرج علی حین اختلاف من الناس وزلزال شدید یملأ الارض قسطا وعدلا کما ملئت ظلما و جوراً یملأ قلوب عباده عبادة ویسعهم عدله"

وہ اس وقت خروج کرے گا جب لوگوں میں اختلاف ہوگا اور سخت زلزلے ہوں گے۔ وہ ظلم و جور سے بھری ہوئی زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔ وہ بندوں کے چہروں کو عبادت سے بھر دے گا اور اپنے عدل سے انھیں وسعت دے گا۔

۹۔ محمد بن اسحاق المقری، علی بن العباس مقانعی، علی بن بکار بن احمد، حسن بن حسین، سفیان الجریری، عبدالمومن، حارث بن حصیرہ، عمارہ بن جوین العبدی، ابوسعید خدری کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے منبر پر فرمایا:

"ان المهدی من عترتی من اهل بیتی یخرج فی اخر الزمان ینزل له

من السماء قطرها و یخرج له الارض بذرها فیملأ الأرض عدلا و قسطا کما ملأها القوم ظلما و جوراً"

مہدی کا تعلق میری عترت اہل بیت سے ہوگا۔ وہ آخری زمانہ میں خروج کرے گا۔ اس کے لیے آسمان اپنے قطرات برسائے گا اور زمین اپنی فصلات اس کے لیے پیش کرے گی۔ وہ ظلم و جور سے بھری ہوئی زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔

۱۰۔ علی بن عباس مقانعی، بکار بن احمد، مصبح، قیس، ابوحصین، ابوہریرہ کا بیان ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا:

"لو لم یبق من الدنیا الا یوم واحد لطول اللہ تعالی ذالک الیوم حتی یخرج رجل من اهل بیتی یملأ الأرض عدلاً کما ملئت ظلماً و جوراً اسمه اسمی و اسم ابیه اسم ابی"

اگر دنیا کے خاتمہ میں صرف ایک دن ہی باقی ہوا تو اللہ اس دن کو طویل کر دے گا یہاں تک کہ میری نسل میں سے ایک مرد مبعوث ہوگا جو زمین کو عدل سے بھر دے گا جیسے وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی جو میرا ہم نام ہوگا اور اس کے والد میرے والد کا ہم نام ہوگا۔ (۱)

۱۱۔ محمد بن اسحاق، مقانعی، جعفر بن محمد الزہری، اسحاق بن منصور، قیس بن ربیع، عاصم، زر، عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ حضرت سید العالمین ﷺ نے فرمایا:

۱۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی کاتب کی کارروائی ہے۔ [illegible] اس کا مقصد یہ ہو کہ بعض اوقات جد اعلیٰ کی طرف نسبت دی جاتی ہے۔ جیسا کہ اللہ نے فرمایا "ملۃ ابیکم ابراہیم" تمھارے باپ ابراہیم کی ملت جب کہ [illegible] کے جد اعلیٰ تھے لیکن انھیں باپ کہا گیا۔ اس طرح سے یہ کہنا کہ حضرت حجت کے باپ کا [illegible] مقصد یہ ہے کہ عبداللہ ان کے جد اعلیٰ ہوں گے۔

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

"لاتذهب الدنيا حتى يلى امتى رجل من اهل بيتى يقال له المهدى"

دنیا اس وقت تک ختم نہ ہوگی جب تک میری امت پر میری اہل بیت کے فرد کی حکومت قائم نہ ہو جسے مہدیؑ کہا جائے گا۔

۱۲۔ محمد بن علی، عثمان بن احمد سماک، ابراہیم بن عبداللہ ہاشمی، حسن بن فضل بوصرائی، سعد بن عبدالحمید انصاری، عبداللہ بن زیاد یمانی، عکمد لہ بن عمار کا بیان ہے کہ حضرت شفیع المذنبین ﷺ نے فرمایا:

"نحن بنو عبدالمطلب سادة اهل الجنة انا وعلى و حمزة الجعفر والحسن والحسين والمهدى"

ہم عبدالمطلب کی اولاد اہل جنت کے سردار ہیں۔ میں، علیؑ، حمزہؑ، جعفرؑ، حسنؑ، حسینؑ اور مہدی (علیہم السلام)

۱۳۔ محمد بن علی، حسین بن محمد قطعی، علی بن حاتم، محمد بن مروان، عبید بن یحیٰ ثوری، محمد بن حسین، اپنے والد سے، اپنے دادا سے روایت کی ہے:

فرمان خداوندی ہے:

"ونريد ان نمن على الذين استضعفوا فى الارض ونجعلهم ائمة ونجعلهم الوارثين ٥ (القصص/5)

ہم چاہتے ہیں کہ ہم ان پر احسان کریں جنھیں زمین میں کمزور بنایا گیا ہے۔ ہم انھیں امام بنائیں گے اور وارث مقرر کریں گے۔

اسناد بالا سے حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:

"هم آل محمد يبعث الله مهديهم بعد جهدهم فيعزهم ويذل عدوهم"

اس سے آل محمد مراد ہیں۔ اللہ ان کے مہدیؑ کو ان کی مظلومیت کے بعد بھیجے گا۔ وہ انھیں عزت دے گا اور ان کے دشمنوں کو ذلیل کرے گا۔

الغرض اس مفہوم کی لاتعداد احادیث موجود ہیں لیکن ہم بغرض اختصار ان کے نقل کرنے سے قاصر ہیں۔

حضرت قائم اولادِ علی وحسین علیہم السلام سے ہوں گے:

حضرت قائم آل محمد اولادِ علیؑ اور نسلِ امام حسین (علیہم افضل الصلوات) سے ہوں گے۔

ذیل میں اس مفہوم کے اثبات کے لیے کچھ روایات نقل کی جاتی ہیں:

۱۔ ایک جماعت نے مجھے خبر دی، ابوجعفر محمد بن سفیان بزوفری، احمد بن ادریس، علی بن محمد بن قتیبہ نیشاپوری، فضل بن شاذان، نصر بن ابی مزاحم، ابن لہیعة، ابی قبیل، عبداللہ بن عمرو بن العاص نے کہا کہ رسول اکرم ﷺ نے طویل خطبہ دیا اور اس کے آخر میں فرمایا:

اس وقت مہدی علیہ السلام کا ظہور ہوگا۔ پھر آنحضرت نے حضرت علیؑ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ وہ اس کی اولاد میں سے ہوگا پھر فرمایا کہ مہدی کے ذریعہ سے اللہ جھوٹ کا خاتمہ کرے گا اور زمانے کی سختیاں ختم ہو جائیں گی اور اس کے ذریعے سے اللہ تمھاری گردنوں سے غلامی کی ذلت کو ختم کرے گا۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ اس امت کا پہلا فرد میں ہوں اور مہدی اس کا درمیانی فرد ہے اور عیسیٰ علیہ السلام کا آخری فرد ہوگا۔ درمیان میں ٹیڑھے میڑھے افراد

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

ہوں گے۔

۲۔ محمد بن علی، عثمان بن احمد سماک، ابراہیم بن عبداللہ ہاشمی، ابراہیم بن ھانی، نعیم بن حماد مروزی، بقیہ بن ولید، ابوبکر بن ابی مریم، فضل بن یعقوب رخامی، عبداللہ بن جعفر، ابی الملیح، زیاد بن بیان، علی بن نفیل، سعید بن مسیب، ام المومنین ام سلمہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول خداؐ سے سنا۔ آپ نے فرمایا

"المهدی من عترتی من ولد فاطمة سلام الله علیها"

مہدیؑ میری عترت سے ہوگا اور اولاد فاطمہ سلام اللہ علیہا سے ہوگا۔

۳۔ احمد بن ادریس، علی بن محمد بن قتیبہ، فضل بن شاذان، مسیح، ابوعبدالرحمٰن، وہب بن منبہ نے کہا کہ ابن عباس نے طویل گفتگو کی اور اس میں یہ بھی کہا:

اے وہب! پھر مہدیؑ خروج کرے گا۔

میں (راوی) نے کہا کہ کیا وہ آپ کی اولاد میں سے ہوگا؟

کہا نہیں، خدا کی قسم! وہ میری اولاد میں سے نہیں ہوگا۔

خوش نصیب ہے وہ شخص جو اس کا زمانہ پائے گا اور اس کے ذریعے سے اللہ اس امت کی مصیبت دور کرے گا اور روئے زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔

۴۔ احمد بن ادریس، علی بن محمد بن قتیبہ، فضل بن شاذان، محمد بن سنان، عمر ابن مرزوق، مفضل بن جمیل، جابر جعفی سے منقول ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا

"المهدی رجل من ولد فاطمة وهو رجل ادم"

مہدیؑ کا تعلق اولاد فاطمہؑ سے ہوگا اور وہ گندمی رنگت کے ہوں گے۔

۵۔ ایک جماعت نے ہمیں خبر دی ہے تلعکبری، احمد بن علی الرازی، محمد بن علی، عثمان

بن احمد سماک، ابراہیم بن العلاء الہاشمی، ابی الملیح، زیاد بن بیان، علی بن نفیل، سعید بن مسیب، ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا۔ آپؐ نے فرمایا:

"المهدی من عترتی من ولد فاطمة"

مہدیؑ میری عترت سے ہوگا۔ وہ اولاد فاطمہؑ میں سے ہوگا۔

۶۔ احمد بن ادریس، علی بن فضل، احمد بن عثمان، احمد بن رزق، یحییٰ بن العلاء، الرازی کا بیان ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا

"ینتج الله تعالی فی هذه الامة رجلا منی و انا منه، یسوق الله تعالی به برکات السموات والارض فینزل السماء قطرها وتخرج الارض بذرها وتامن وحوشها وسباعها یملاء الارض قسطا وعدلا کما ملئت ظلما و جورا ویقتل حتی یقول الجاهل: لو کان هذا من ذریة محمد لا لرحم"

اللہ اس امت میں میری نسل سے ایک مرد کو پیدا کرے گا جو کہ مجھ سے ہوگا اور میں اس سے ہوں گا۔ اللہ آسمانوں اور زمین کی برکات کو اس کے ساتھ چلائے گا۔ آسمان سے بارشیں برسیں گی اور زمین اپنی فصلات دے گی اور اس کے دور حکومت میں جانوروں اور درندوں تک کو امن نصیب ہوگا۔ وہ ظلم و جور سے بھری ہوئی زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا اور وہ اتنے لوگوں کو قتل کرے گا کہ جاہل یہ کہنے لگ جائیں گے کہ اگر یہ اولاد مصطفیؐ میں سے ہوتا تو ضرور رحم کرتا۔

حضرت مہدیؑ کا تعلق نسل حسینؑ سے ہے۔ اس کا اثبات ان احادیث سے ہوتا

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

ہے جو کہ بارہ ائمہ کے متعلق وارد ہوئی ہیں۔ ان کے علاوہ دیگر کچھ اور احادیث بھی حسب ذیل ہیں۔

۷۔ حسب ذیل حدیث میں اس کی مکمل وضاحت پائی جاتی ہے۔

ایک جماعت نے مجھے خبر دی، تلعکبری، احمد بن علی الرازی، محمد بن اسحاق المقری، علی بن عباس مقانعی، بکار بن احمد، حسن بن حسین، سفیان الحریری، فضیل بن زبیر کا بیان ہے کہ میں نے زید بن علی سے سنا، انھوں نے فرمایا:

"ھذا المنتظر من ولد الحسین بن علی فی ذریة الحسین و فی عقب الحسین وھو المظلوم الذی قال اللہ تعالیٰ "ومن قتل مظلوما فقد جعلنا لولیه سلطانا" (بنی اسرائیل /37) قال ولیه رجل من ذریته من عقبه ثم قرا "وجعلھا کلمة باقیة فی عقبه" (زخرف /28) قال سلطانه حجته علی جمیع من خلق اللہ تعالیٰ حتی یکون له الحجة علی الناس ولا یکون لاحد علیه حجة"

امام منتظر کا تعلق حسین بن علی علیہما السلام کی نسل سے ہوگا اور یہ وہ مظلوم ہے جس کے متعلق اللہ نے فرمایا ہے: (جسے حالت ظلم میں قتل کر دیا جائے تو ہم نے اس کے وارث کو حجت عطا کی ہے) آپ کا وارث نسل حسینؑ سے ہوگا۔ "سلطان" سے مراد تمام خلق خدا پر آپ کی حجت ہے۔ آپ کو تمام لوگوں پر حجت حاصل ہوگی جب کہ مخلوق میں سے کسی کو بھی آپ پر حجت نہ ہوگی۔

اللہ نے فرمایا:

(عقیدۂ توحید کو) اس کی نسل میں کلمہ باقیہ کے عنوان سے برقرار رکھا ہے۔

۸۔ اسی اسناد سے احمد بن علی الرازی، احمد بن ادریس، علی بن محمد بن قتیبہ، فضل بن شاذان، ابراہیم بن الحکم بن ظہیر، اسماعیل بن عیاش، اعمش، ابی وائل کا بیان ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے فرزند حضرت حسین علیہ السلام کو دیکھا اور فرمایا:

"ان ابنی ھذا سید کما سماہ اللہ سیدا و سیخرج اللہ من صلبه رجلا باسم نبیکم فیشبھه فی الخلق و الخلق یخرج علی حین غفلة من الناس و اماتة من الحق و اظھار من الجور واللہ لو لم یخرج لضربت عنقه یفرح لخروجه اھل السماء و سکانھا یملأ الارض عدلا کما ملئت ظلما و جورا"

میرا یہ فرزند سردار ہے جیسا کہ اللہ نے اس کا نام سردار رکھا ہے، اللہ اس کی صلب سے ایک مرد کو پیدا کرے گا جو تمھارے نبی کا ہم نام ہوگا اور وہ شکل و صورت اور کردار میں شبیہ رسول ہوگا۔ وہ اس وقت خروج کرے گا جب لوگ غفلت میں ڈوبے ہوئے ہوں گے اور حق مر چکا ہوگا اور جور و ظلم ظاہر ہوگا۔

خدا کی قسم! اگر اس نے خروج نہ کیا تو اس کو قتل کر دیا جائے گا، اس کے خروج کی وجہ سے اہل آسمان خوش ہوں گے اور وہ ظلم و جور سے بھری ہوئی زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔

۹۔ سفیان الجریری کہتے ہیں کہ میں نے محمد بن عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے سنا، اس نے کہا:

"واللہ لا یکون المھدی ابدا الا من ولد الحسین"

اللہ کی قسم! مہدی نہ ہوگا مگر اولادِ حسینؑ میں سے۔

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

۱۰۔ احمد بن ادریس، علی بن محمد بن قتیبہ، فضل بن شاذان، عمرو بن عثمان، محمد بن عذافر، عقبہ بن یونس، عبید اللہ بن شریک سے ایک حدیث منقول ہے جسے ہم اختصار سے نقل کر رہے ہیں۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کا گزر مسجد نبوی میں بنی امیہ کے ایک گروہ سے ہوا تو آپ نے بنی امیہ کو مخاطب کر کے فرمایا:

"اما واللہ لا تذھب الدنیا حتی یبعث اللہ منی رجلا یقتل منکم الفا ومع الالف الفا ومع الاف الفا، فقلت جعلت فداک ان ھوء لاء اولاد کذا وکذا لا یبلغون ھذا الفقال ویحک! ان فی ذالک الزمان یکون للرجل من صلبہ کذا وکذا رجلا وان مولی القوم من انفسھم"۔

اللہ کی قسم اس وقت تک دنیا ختم نہ ہوگی یہاں تک کہ میری نسل میں سے ایک مرد پیدا ہوگا جو تم میں سے ایک ہزار، ایک ہزار، ایک ہزار افراد کو قتل کرے گا۔

میں (راوی) نے عرض کیا: مولا! ان میں سے کسی کی اولاد کی تعداد زیادہ نہیں ہے۔

امام نے فرمایا: نہیں، اس زمانہ میں ہر شخص کی اتنی ہی اولاد ہوگی اور آزاد کردہ غلام بھی اسی قوم کا فرد ہوتا ہے۔

۱۱۔ اسی اسناد سے، احمد بن ادریس، احمد بن محمد بن عیسیٰ، حسین بن سعید اھوازی، حسین بن علوان، ابو ہارون عبدی، ابو سعید خدری سے ایک طویل حدیث منقول ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا سے فرمایا:

"یا بنیة انا اعطینا اھل البیت سبعالم یعطھا احد قبلنا، نبینا خیر الانبیاء وھوا ابوک ووصینا خیر الاوصیاء وھو بعلک وشھیدنا خیر الشھداء وھم عم ابیک حمزة ومنامن لہ جناحان خضیبان یطیر بھما فی الجنة وھو ابن عمک جعفر ومنا سبطاھذہ الامة وھما ابناک الحسن والحسین ومنا واللہ الذی لا الہ الاھو مھدی ھذہ الامة الذی یصلی خلفہ عیسیٰ بن مریم ثم ضرب بیدہ علی منکب الحسین علیہ السلام فقال من ھذا. ثلاثا"۔

جان پدر بیٹی! ہم اہل بیت کو خدا نے سات فضیلتیں عطا کی ہیں جو کہ ہم سے پہلے کسی خاندان کو نہیں ملیں۔

ہمارا نبی تمام انبیاء سے افضل ہے اور وہ تمہارا والد ہے۔

ہمارا وصی تمام اوصیاء سے افضل ہے اور وہ تمہارا شوہر ہے۔

ہمارا شہید، شہداء سے افضل ہے اور وہ تمہارے والد کا چچا حمزہ ہے۔

اور ہم میں وہ بھی ہے جس کو خدا نے پر عطا کیے ہیں اور وہ ملائکہ کے ساتھ جنت میں پرواز کرتا ہے اور وہ آپ کا چچا زاد بھائی جعفر ہے اور ہمارے اندر اسی امت کے دو سبط ہیں اور وہ حسنؑ و حسینؑ ہیں۔

اسی ذات کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے، ہمارے اندر اس امت کا مہدی ہے جس کی اقتداء میں عیسیٰ بن مریمؑ نماز پڑھیں گے۔

پھر آپؐ نے اپنا ہاتھ حسین علیہ السلام کے شانے پر مار کر تین دفعہ فرمایا کہ وہ اس کی

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

نسل سے ہوگا۔

اشکال:

اگر اس مقام پر کوئی یہ اعتراض کرے کہ ایک جماعت نے اس کی مخالفت کی ہے۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ مہدی حق حضرت علی علیہ السلام کا بلا فصل فرزند ہے اور وہ محمد بن حنفیہ ہے۔

سبائیہ کا قول ہے کہ حضرت علی علیہ السلام ہی مہدی حق ہیں ان کی وفات نہیں ہوئی۔

کچھ لوگوں کا قول ہے کہ وہ جعفر صادق علیہ السلام ہیں ان کی وفات نہیں ہوئی، کچھ نے کہا کہ موسیٰ بن جعفر علیہ السلام ہی مہدی حق ہیں ان کی وفات نہیں ہوئی، کچھ افراد نے کہا کہ ان کا بھائی محمد بن علی علیہ السلام مہدی حق ہے اور وہ زندہ ہیں ان کی وفات نہیں ہوئی۔

آخر ان لوگوں کے نظریات کا آپ ابطال کس طرح سے کریں گے؟

جواب:

۱۔ مذکورہ بالا اقوال کے بطلان کو ہم ثابت کر چکے ہیں اور یہ واضح کر چکے ہیں کہ جن شخصیات کے متعلق دعویٰ کیا گیا ہے ان کی وفات ہو چکی ہے۔

۲۔ ہم نے احادیث پیش کی ہیں کہ آئمہ کی تعداد بارہ ہے۔ اگر مذکورہ افراد کے بیان کو مانا جائے تو آئمہ کی تعداد کسی طور پر بارہ نہیں بنتی۔

۳۔ فرزندِ حسن عسکری علیہ السلام کی صحتِ امامت احادیث سے ثابت ہے۔

۴۔ آپؑ کی ولادت ثابت ہے اور آپؑ کے معجزات بھی مشہور ہیں، ہم کچھ روایات سے مذکورہ دعاوی کے ابطال کو واضح کریں گے لیکن بغرض اختصار اس پر طویل

بحث نہیں کریں گے۔

جو شخص حضرت علی علیہ السلام کی موت کا انکار کرتا ہیں تو وہ محض ضدی اور مکابر ہے کیونکہ آپ کی شہادت کی خبر تواتر سے ثابت ہے اور جو شخص اتنے واضح واقعہ کا منکر ہے تو اس سے یہ بھی بعید نہیں ہے کہ وہ رسول اکرم کی وفات کا انکار کردے اور اس کے ساتھ صحابہ پیغمبر کی رحلت کا انکار کردے۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو ان کی شہادت کی خبر دی تھی اور فرمایا تھا کہ کائنات کا بدبخت ترین شخص تمہاری داڑھی کو سر کے خون سے رنگین کرے گا اور اگر حضرت علی علیہ السلام شہید نہیں ہوئے تھے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ پیشین گوئی کہاں جائے گی۔

الغرض حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی شہادت کا واقعہ بدیہیات تاریخ میں سے ہے اور اس کا منکر بدیہیات کا منکر ہے۔

۱۲۔ ابن ابی جید، محمد بن حسن بن ولید، محمد بن ابی قاسم البرقی، محمد بن علی ابی سمینہ الکوفی، حماد بن عیسیٰ، ابراہیم بن عمر، ابان بن ابی عیاش، سلیم بن قیس الہلالی، جابر بن عبداللہ انصاری، عبداللہ بن عباس کا بیان ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو وصیت کی تھی اور یہ فرمایا تھا:

"یا علی ان قریشا ستظاهر علیک و تجتمع کلمتهم علی ظلمک وقهرک فان وجدت اعوانا فجاهدهم وان لم تجد اعوانا فکف یدک واحقن دمک فان الشهادة من ورائک لعن الله قاتلک"

علی! قریش تمہارے خلاف اجتماع کریں گے اور وہ آپ پر ظلم و جبر پر اتفاق کریں

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

گے۔ ان حالات میں اگر آپ کو مددگار مل جائیں تو قریش سے جہاد کرنا اور اگر آپ کو مددگار نہ ملیں تو ہاتھ روکے رہنا اور اپنی جان کو بچائے رکھنا۔ شہادت تمہارے انتظار میں ہے۔ اللہ آپ کے قاتل پر لعنت کرے۔

۱۳۔ احمد بن ادریس، محمد بن عبدالجبار، صفوان بن یحییٰ کا بیان ہے کہ حضرت ابوالحسن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے یہ وصیت لکھ کر مجھے بھیجی تھی۔

۱۴۔ احمد بن عبدون، ابن زبیر قریشی، علی بن الحسین بن فضال، محمد بن عبداللہ بن زرارہ، عمرو بن شمر، جابر بیان کرتے ہیں کہ امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے تھے کہ سلیم بن قیس کہتے ہیں کہ امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے فرزند حسن مجتبیٰ علیہ السلام کو وصیت کی اور اس وصیت پر امام حسین علیہ السلام، محمد اور معززین شیعہ اور اہل بیت کو اس پر گواہ بنایا۔ آپ نے فرمایا:

فرزند! مجھے رسول خدا نے حکم دیا تھا کہ میں تجھے اپنا وصی مقرر کروں اور اپنی کتابیں اور ہتھیاروں کو تمہارے سپرد کروں۔ پھر آپ نے فرمایا:

فرزند! آپ اولی الامر اور میرے خون کے وارث ہیں اگر میں نے معاف کر دیا تو اس کا مجھے حق ہے اور اگر میں وفات پا جاؤں تو قاتل کو ایک ضرب کے بدلے ایک ضرب ہی مارنا۔ پھر آپ نے آخر تک وصیت مکمل کی، جب آپ وصیت سے فارغ ہوئے تو فرمایا: اللہ تمہاری حفاظت کرے اور تمہاری اولاد کی حفاظت کرے۔ میں تمہیں اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔ بعد ازاں آپ نے لا الہ الا اللہ کا ورد شروع کر دیا آخرکار آپ نے تئیس رمضان، شب جمعہ سن چالیس ہجری کو وفات پائی۔ آپ کو اکیس رمضان کو ضرب لگی تھی۔

دوسری روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ آپ کو ماہ رمضان کی انیس تاریخ کو ضرب لگی اور اکیس رمضان کو آپ کی شہادت ہوئی اور یہی بات زیادہ مشہور ہے۔

اس سے قبل محمد بن علی بن حنفیہ کی وفات کا ہم نے ذکر کیا ہے اس کے ساتھ ہم نے ان لوگوں کے قول کی تردید بھی کی ہے جو آپ کی امامت کا دعویٰ کرتے تھے۔

۱۵۔ حسین بن سعید، حماد بن عیسیٰ، ربعی بن عبداللہ، فضیل بن یسار کا بیان ہے کہ امام ابو جعفر علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا:

جب امام حسین علیہ السلام عراق کی طرف روانہ ہونے لگے تو آپ نے اپنی وصیت ام المومنین ام سلمہ کے حوالے کی اور فرمایا کہ جب میرا بڑا فرزند تمہارے پاس آئے تو یہ وصیت نامہ اس کے سپرد کرنا۔

جب امام حسین علیہ السلام شہید ہو گئے تو ان کی شہادت کے بعد حضرت علی بن الحسین علیہ السلام بی بی ام سلمہ کے پاس گئے، بی بی نے وہ وصیت نامہ ان کے حوالے کر دیا۔

۱۶۔ سعد بن عبداللہ، محمد بن عیسیٰ بن عبید، یونس بن عبدالرحمن، حسین بن ثویر بن ابی فاختہ کا بیان ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ حسن و حسین علیہما السلام واحد بھائی ہیں جو کہ امام تھے۔ علی بن الحسین علیہ السلام کے بعد بھی دو بھائی امام نہ ہوں گے۔ سلسلہ امامت ان کی نسل میں یکے بعد دیگرے جاری رہے گا۔

حضرت زین العابدین علیہ السلام اور محمد بن حنفیہ کا واقعہ بڑا مشہور ہے۔ حجر اسود نے ان کے درمیان فیصلہ کیا تھا۔ اس واقعہ کو ہم سابقہ صفحات میں نقل کر چکے ہیں۔

الناووسیہ نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام ہی مہدی ہیں۔

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

ہم نے پہلے صفحات میں یہ واضح کیا ہے کہ ان کا دعویٰ سراسر غلط ہے کیونکہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی وفات ہو چکی ہے اور آپ نے اپنے فرزند موسیٰ کاظم کی امامت پر نص فرمائی تھی۔

اگر امام جعفر صادق علیہ السلام کو مہدی اور آخری امام مان لیا جائے تو پھر بارہ ائمہ کی متفقہ حدیث باطل ہو جائے گی۔ (نعوذ باللہ)

۱۷۔ ایک جماعت نے ہم کو خبر دی، ابو جعفر محمد بن سفیان بزوفری، احمد بن ادریس، احمد بن محمد بن عیسیٰ، حسن بن محبوب، جمیل بن صالح، ابو ہشام بن احمر، امام جعفر صادق علیہ السلام کی کنیز سالمہ کا بیان ہے کہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی وفات کے وقت ان کے پاس موجود تھی۔ آپ غش کھا گئے جب افاقہ ہوا تو فرمایا:

حسن کو اتنی رقم دینا۔ میں نے کہا کہ آپ اسے رقم دینے کا حکم کر رہے ہیں جس نے خنجر نما کٹاری سے آپؑ پر حملہ کیا تھا اور آپؑ کو قتل کرنا چاہتا تھا؟

آپ نے فرمایا کہ تو نہیں چاہتی ہے کہ

میں اس آیت کا مصداق بنوں۔

"والذین یصلون ما امر اللہ بہ ان یوصل و یخشون ربھم و یخافون سوء الحساب". (الرعد/21)

وہ ان رشتوں کو جوڑتے ہیں جن کے جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور حساب کی برائی (اور سختی) سے ڈرتے ہیں۔

سالمہ، سنو اللہ تعالیٰ نے جنت پیدا فرمائی اور اسے معطر کیا اور اس کی فضاؤں اور

ہواؤں کو معطر کیا۔ اس کی خوشبو دو ہزار سال کی مسافت سے محسوس ہو گی لیکن والدین کا نافرمان اور قطع رحمی کرنے والا اس کی خوشبو کو نہ سونگھے گا۔

۱۸۔ ابو ایوب جوزی بیان کرتے ہیں کہ نصف شب کے وقت ابو جعفر منصور نے مجھے اپنے ہاں طلب کیا۔ میں اس کے پاس گیا۔ اس وقت وہ کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے سامنے شمع جل رہی تھی اور اس کے ہاتھ میں ایک خط تھا۔

میں نے سلام کیا، اس نے خط رکھ دیا اور روتے ہوئے کہا:

یہ محمد بن سلیمان کا خط ہے اس نے اطلاع دی ہے کہ جعفر بن محمد علیہ السلام کی وفات ہو گئی ہے۔ "انا للہ وانا الیہ راجعون".

جعفر علیہ السلام جیسے انسان کہاں مل سکتے ہیں۔ پھر اس نے مجھے کہا کہ لکھو۔ میں نے خط کا سرنامہ لکھا پھر اس نے یہ حکم لکھوایا کہ اگر جعفر صادق علیہ السلام نے کسی شخص کو اپنا وصی مقرر کیا ہے تو اسے بلا کر اس کا قلم کر دو۔

چند دنوں بعد والی مدینہ کا جواب آیا: اس نے لکھا کہ انھوں نے پانچ افراد کو اپنا وصی مقرر کیا ہے۔ پہلا وصی تو خود ابو جعفر منصور ہے، دوسرا وصی میں محمد بن سلیمان ہوں، تیسرا وصی عبداللہ ہے، چوتھا وصی موسیٰؑ ہے۔ یہ دونوں ان کے فرزند ہیں اور پانچویں وصیت ان کی زوجہ حمیدہ کے نام ہے۔

یہ پڑھ کر منصور نے کہا کہ ہم جعفر صادق علیہ السلام کے کسی وصی کو قتل نہیں کر سکتے۔

فرقہ واقفیہ نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام پر سلسلہ امامت کو ختم کیا ہے اور یہ دعویٰ کیا تھا کہ آپ ہی مہدی ہیں۔ ہم نے ان کی تردید میں تفصیل سے دلائل دیے ہیں اور امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی وفات کو ثابت کیا ہے اور امام علی رضا علیہ

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

السلام کی امامت کا اثبات کیا ہے۔ اہل انصاف کے لیے ہمارے پیش کردہ دلائل کافی ہیں۔ کسی زمانہ میں محمد یہ نام کا ایک فرقہ وجود میں آیا تھا۔ انھوں نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ حضرت علی نقی علیہ السلام کے فرزند حضرت محمد (جن کا مزار بغداد اور سامرہ کے درمیان مقام بلد پر ہے) امام ہیں اور وہ زندہ ہیں۔ ان کی موت واقع نہیں ہوئی۔ ہم نے ان کے اس دعویٰ کی تردید پیش کی ہے اور ان کے بھائی حضرت حسن عسکری کی امامت کا اثبات کیا ہے۔

تاریخ کی متفقہ گواہی ہے کہ حضرت محمدؒ کی وفات ان کے والد ماجد کی زندگی ہی میں واقع ہوئی تھی اور ان کی وفات ان کے آباواجداد کی طرح سے مشہور ہے۔

لہٰذا اس کے باوجود اگر کوئی انھیں زندہ جاوید مانتا ہے تو وہ ضروریات کا منکر ہے۔

۱۹۔ سعد بن عبداللہ، جعفر بن محمد بن مالک، سیار بن محمد بصری، علی بن عمرو نوفلی کا بیان ہے کہ میں امام ابوالحسن عسکری علیہ السلام کے ساتھ ان کے گھر میں تھا تو اس وقت ابوجعفر علیہ السلام کا گزر ہوا تو میں نے عرض کی کہ ہمارا امام یہی ہے؟

فرمایا: نہیں تمھارا امام حسن عسکری علیہ السلام ہے۔

۲۰۔ احمد بن عیسٰی علوی راوی ہیں (یہ علی بن جعفر کی اولاد میں سے تھا) کہ میں "صریا" (۱) نامی گاؤں میں ابوالحسن علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ہم نے آپ پر سلام کیا۔ کچھ دیر بعد آپؑ کے دونوں فرزند ابوجعفر اور ابومحمد علیہما السلام آئے۔ ہم ابوجعفرؑ کے سلام کے لیے اٹھے تو امام ابوالحسنؑ نے فرمایا کہ یہ تمھارا امام

۱۔ صریا ۔۔۔ مدینہ سے تین میل دور ایک گاؤں کا نام ہے۔ اس گاؤں کی داغ بیل امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے رکھی تھی۔ بحوالہ مناقب ابن شہر آشوب۔

۲۔ واضح رہے کہ یہاں ابوجعفر کا نام بیان ہوا ہے تو اس سے حضرت محمد مراد ہیں۔ ان کی کنیت ابوجعفر تھی۔

نہیں ہے۔ ابومحمد تمھارا امام ہے۔ (۲)

۲۱۔ ہارون بن مسلم بن سعدان، احمد بن محمد بن رجا، صاحب الترک کا بیان ہے کہ امام ابوالحسن (علی نقی) نے فرمایا:

"الحسن ابنی القائم من بعدی"

میرا فرزند حسن میرے بعد قائم ہے۔

۲۲۔ یحیٰی بن بشار عنبری کا بیان ہے کہ ابوالحسن علیہ السلام نے اپنی وفات سے چار ماہ قبل اپنے فرزند حسن کو اپنا وصی مقرر کیا تھا اور مجھے اور موالیوں کی ایک جماعت کو اس کا گواہ بنایا۔ جہاں تک حضرت محمد کی وفات کا تعلق ہے تو وہ ان کے والد ماجد کی زندگی میں واقع ہوئی تھی۔ سعد بن عبداللہ اشعری کا بیان ہے کہ مجھ سے ابو ہاشم داؤد بن قاسم جعفری نے بیان کیا ہے کہ جب حضرت ابوجعفر کی وفات ہوئی تو اس وقت میں ان کے والد ماجد ابوالحسن (علی نقی) علیہ السلام کے پاس موجود تھا۔

اس سے قبل امام علی نقی اس کی طرف اشارہ کر چکے تھے اور اس کی طرف رہنمائی کر چکے تھے۔ اس وقت میں اپنے دل میں سوچنے لگا، یہ تو اسماعیل اور ابوابراہیم جیسا معاملہ ہے۔ حضرت علی نقی علیہ السلام میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

ابو ہاشم! جی ہاں ایسا ہی ہے۔ اللہ نے ابوجعفر کے متعلق اپنے ارادہ کو بدل دیا ہے اور اس کی جگہ ابومحمد کی امامت کا فیصلہ کیا ہے اور یہی معاملہ اسماعیل بن جعفر صادق علیہ السلام کے ساتھ پیش آیا تھا جب کہ امام صادق علیہ السلام نے اس کی امامت کا اشارہ کیا تھا جیسا کہ تم نے ابھی دل میں سوچا ہے۔ اگرچہ باطل

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

پرستوں کو ناگوار ہی کیوں نہ لگے۔ میرا فرزند ابو محمد میرا جانشین ہے۔ اس کے پاس وہ سب کچھ موجود ہے جس کی تمھیں ضرورت ہے۔ الحمد للہ اس کے پاس آلہ امامت موجود ہے۔

۲۳۔ سعد بن علی بن محمد کلینی (یہ علان کلینی کے نام سے معروف تھے) اسحاق بن محمد نخعی، شاہویہ بن عبداللہ جلاب کا بیان ہے کہ میں نے امام علی نقی علیہ السلام سے ایسی روایات نقل کی تھیں کہ ان کے بعد ابو جعفر محمد امام ہوں گے لیکن جب ابو جعفر کی وفات ہوئی تو میں بہت پریشان ہوا اور میں حیران رہ گیا، نہ آگے بڑھ سکتا تھا نہ پیچھے ہٹ سکتا تھا۔ مجھے یہ خوف ہوا کہ میں اس سلسلہ میں انھیں خط نہ لکھ دوں۔ میں نہ جانتا تھا کہ اب حالات کیا کروٹ لیں گے چنانچہ میں نے امامؑ کو خط لکھا اور دعا کی درخواست کی اور کہا کہ دعا فرمائیں اللہ ہمیں سلاطین کے مظالم سے محفوظ رکھے۔ ہمیں اپنی اور اپنے بچوں کی زندگی کی فکر ہے۔ علاوہ ازیں ہمارے غلام حاکم نے چھین لیے ہیں۔

امامؑ نے جواب دیا اور اس میں دعا فرمائی اور یہ بھی لکھا کہ تمھارے غلام تمھیں واپس کر دیے جائیں گے اور آپ نے خط کے آخر میں یہ لکھا کہ تو ابو جعفر کے بعد امامؑ کے متعلق پوچھنا چاہتا تھا اور اس مسئلہ پر تو پریشان ہے۔

تمھیں پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ہدایت کے بعد خدا کسی کو گمراہ نہیں کرتا۔

میرے بعد تمھارا امامؑ میرا فرزند ابو محمد ہے۔ اس کے پاس وہ سب کچھ ہے جس کی تمھیں ضرورت ہے اور اللہ جسے چاہتا ہے آگے کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے پیچھے

کر دیتا ہے۔ میں نے تمھیں ضروری باتیں لکھ دی ہیں۔ صاحبان عقل کے لیے یہی بیان کافی ہے۔

۲۴۔ سعد بن عبداللہ، محمد بن احمد العلوی، ابو ہاشم داؤد بن قاسم جعفری سے منقول ہے کہ میں نے ابوالحسن العسکری علیہ السلام سے سنا، آپ نے فرمایا: میرے بعد میرا جانشین حسنؑ ہے۔ اس کے جانشین کے وقت تمھاری کیا حالت ہوگی؟

میں نے عرض کیا کہ مولا! اس وقت کیا ہوگا؟

فرمایا: تم اس کی ذات کو نہ دیکھ سکو گے اور اس کا نام لے کر اس کا ذکر کرنا تمھارے لیے حلال نہ ہوگا۔ میں نے عرض کیا کہ پھر ہم انھیں کیسے یاد کریں گے؟

فرمایا کہ تم انھیں حجۃ من آل محمد کہہ کر پکارا کرو گے۔

۲۵۔ محمد بن الحسین بن ابی الخطاب، ابو الصہبان کا بیان ہے کہ جب امام علی نقی علیہ السلام کے فرزند ابو جعفر محمد کی وفات ہوئی تو امام علی نقی علیہ السلام کے لیے ایک کرسی رکھ دی گئی اور آپ اس پر بیٹھ گئے۔ اس وقت ابو محمد حسن بن علی ایک کنارے پر کھڑے تھے۔ جب آپؑ ابو جعفر کے غسل سے فارغ ہوئے تو اس وقت ابوالحسن نے اپنے فرزند حسن عسکریؑ سے فرمایا:

میرے فرزند! خدا کا شکر بجالاؤ۔ خدا نے تمھارے متعلق نیا فیصلہ کیا ہے۔

معجزات امام حسن عسکری علیہ السلام:

۱۔ سعد بن عبداللہ اشعری نے ابو ہاشم داؤد بن قاسم جعفری سے روایت کی ہے کہ میں

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

امام ابو محمد علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا۔ دربان نے آ کر کہا کہ یمن کا ایک شخص آپ سے ملاقات کرنا چاہتا ہے اور وہ اجازت کا طلب گار ہے۔

آپؑ نے آنے کی اجازت دی۔ اتنے میں ایک طویل القامت شخص حاضر ہوا۔ اس نے آپ پر سلام ولایت کیا۔

میں نے دل میں کہا کہ کاش میں جان سکتا کہ یہ کون ہے؟

حضرت ابو محمد نے فرمایا:

یہ اس خاتون کا فرزند ہے جس کے پاس وہ پتھر تھا جس پر میرے آباء نے مہر ثبت کی تھی۔

پھر آپ نے فرمایا وہ پتھر لاؤ جس پر میرے آباء و اجداد کی مہریں لگی ہوئی ہے۔ اس نے پتھر سامنے پیش کیا۔ آپؑ نے اس پتھر پر اپنی انگشتری کی مہر لگائی۔

وہ شخص اٹھا اور کہا: رحمة الله عليكم و بر كاته عليكم يا اهل البيت ذرية بعضها من بعض.

میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؑ کا حق اس طرح سے فرض ہے جیسا کہ امیر المومنین علیہ السلام اور باقی ائمہ کا حق فرض ہے۔

میںؒ (راوی) نے اس سے اس کا نام پوچھا تو اس نے بتایا:

میرا نام مهجع بن الصلت بن عقبه بن سمعان بن غانم بن ام غانم ہے اور ہماری دادی ام غانم نے پتھر پر حضرت امیر المومنینؑ سے مہر ثبت کرائی تھی۔

۲۴۔ عمر بن محمد بن ریان صیمری بیان کرتے ہیں کہ میں ابو احمد عبید اللہ بن عبد اللہ بن

طاہر کے پاس گیا۔ اس کے سامنے امام حسن عسکری علیہ السلام کا رقعہ لکھا تھا اور اس میں آپؑ نے تحریر کیا تھا۔ میں نے اس سرکش (مستعین باللہ) کے متعلق اللہ سے شکایت کی ہے۔ اللہ اسے تین دن کے بعد گرفتار کرے گا۔

جیسے ہی تیسرا دن ہوا تو اس سے خلافت چھن گئی۔ آخر کار اسے قتل کر دیا گیا۔

۳۔ سعد بن عبد اللہ راوی ہیں کہ ابو ہاشم جعفری سے منقول ہے کہ میں امام حسن عسکری علیہ السلام کے ساتھ مہدی بن واثق کے زندان میں قید تھا۔

امامؑ نے مجھے فرمایا:

ابو ہاشم! یہ سرکش چاہتا ہے کہ خدا (کی تقدیر) سے مذاق کرے جب کہ اللہ نے اس کی عمر کے دھاگے کو کاٹ دیا ہے اور یہ حکومت اس کے جانشین کے لیے مقرر کر دی ہے۔ اس وقت میرے ہاں اولاد نہیں ہے۔ عنقریب خدا مجھے فرزند سے نوازے گا۔

ابو ہاشم کا بیان ہے صبح ہوئی تو ترک سرداروں نے مہدی کے خلاف بغاوت کر دی اور اسے قتل کر دیا اور اس کے بیٹے معتمد کو حکومت سپرد کر دی گئی۔

یوں اللہ نے ہمیں اس کے شر سے محفوظ رکھا۔

۴۔ ابو الحسن موسوی خیبری کا بیان ہے کہ میں امام عسکری علیہ السلام کے پاس سامرا جاتا رہتا تھا۔ اس دن میں گیا تو حکومتی نمائندہ آپؑ کے لیے سواری لایا اور کہا کہ خلیفہ نے آپؑ کو یاد کیا ہے۔

اس شخص کو دیکھ کر آپؑ کے چہرے پر غضب کے آثار نمودار ہوئے کیونکہ یہ شخص خلیفہ کا منہ چڑھا تھا اور امامؑ کا خاص احترام نہیں کرتا تھا۔

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

الغرض آپ ایک گھوڑے پر سوار ہوئے اور وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا۔ جب چوک پر پہنچے تو اس کا گھوڑا بے قابو ہو گیا اور دوسری سڑک پر دوڑنے لگا۔ کچھ دیر بعد آپ نے اپنے غلاموں سے فرمایا کہ جاؤ جا کر دیکھو وہ مر گیا ہے۔

غلاموں نے جا کر دیکھا تو وہ گھوڑے سے گر کر مر چکا تھا۔

۵۔ سعد بن عبداللہ راوی ہیں کہ داؤد بن قاسم جعفری نے بیان کیا کہ امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا:

جب قائمؑ قیام کریں گے تو مساجد کے مینار اور مقصوروں کو توڑنے کا حکم جاری کریں گے۔ میں نے دل ہی دل میں کہا کہ آخر امامؑ ایسا کیوں کریں گے؟

امام علیہ السلام نے میری طرف دیکھا اور فرمایا: قائم علیہ السلام انھیں اس لیے گرائیں گے کہ یہ بدعت ہے۔ انھیں نبی اکرمؐ یا کسی حجتؑ نے نہیں بنایا۔ (۱)

۶۔ ابو ہاشم سے مروی روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا: اپنے دل پر نظر رکھو کیونکہ شرک چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ مخفی طریقہ سے چلتا ہے۔

۷۔ احمد بن حسین بن عمر بن یزید راوی ہیں کہ جب امام حسن عسکریؑ کا گزر کوفے سے ہونے لگا تو معتز نے حکم دیا کہ جب حسن عسکریؑ کا کوفہ سے گزر ہو تو ان کو سعید حاجب کے سپرد کیا جائے تا کہ وہ انھیں قصر ابن ہبیرہ لے جایا جائے۔ یہ سن کر ابو ہیثم بن سیابہ نے امامؑ کو خط لکھا کہ شاید آپ کے لیے حالات مناسب نہ ہوں گے۔

آپ نے جواب میں لکھا کہ تین دن بعد تمھیں راحت اور خلاصی ملے گی۔ آپ کا فرمان پورا ہوا اور تیسرے دن معتز کو خلافت سے معزول کر دیا گیا۔

۱۔ غور فرمائیں!

حضرت نرجس خاتون کی آمد

راویوں کی ایک جماعت نے ابو المفضل شیبانی سے، انھوں نے محمد بن بحر بن سہل شیبانی الدھنی سے روایت کی ہے کہ بشر بن سلیمان بردہ فروش جو حضرت ابو ایوب انصاری کی اولاد میں سے تھا اور حضرت ابو الحسنؑ اور حضرت ابو محمدؑ کے دوست داروں میں سے تھا اور سر من رائے میں ان دونوں حضرات کا پڑوسی بھی تھا، نے بیان کیا کہ ایک دن میرے پاس کافور خادم آیا اور کہا کہ مولا ابو الحسن علی بن محمدؑ (امام علی نقیؑ) نے تم کو بلایا ہے تو میں گیا اور آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ آپ نے فرمایا: اے بشر! تم انصار کی اولاد میں سے ہو اور تم لوگوں کو موالات اور دوستی سلف سے خلف تک اور اثنا منتقل ہوتی جا رہی ہے اور تم ہم اہل بیت کے معتمد اور قابل بھروسہ ہو، تو آج میں تمھیں مزید ایک فضیلت و شرف سے نوازنا چاہتا ہوں کہ جس کے سبب سے تم ہمارے شیعوں میں دوستی و موالات کے اعتبار سے سب سے بڑھ جاؤ گے، یہ رازداری کی بات ہے۔ میں تمھیں ایک کنیز خریدنے کے لیے روانہ کر رہا ہوں۔ پھر آپ نے رومی زبان اور رومی رسم الخط میں ایک خط لکھا، اس پر اپنی مہر لگائی پھر ایک زرد رنگ کی تھیلی نکالی جس میں دو سو بیس دینار تھے اور فرمایا: یہ خط اور یہ تھیلی لو اور فلاں دن قبل از دوپہر دجلہ کے پل پر پہنچ جاؤ، جب تم پہنچو گے تو ایک جانب چند کشتیاں اسیروں کی نظر آئیں گی۔ ان میں چند کنیزیں بھی ہوں گی۔ وہاں بنی عباس کے عمائدین کے وکلاء اور کچھ عرب کے نوجوان بحیثیت خریدار تم کو ملیں گے۔ تم عمرو بن یزید بردہ فروش کے سامنے زراون بھر کے لیے دور کھڑے ہو جانا۔ اسی اثنا میں وہ خریداروں کو دکھانے کے لیے ایک

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

کنیز کو لائے گا جو ان صفات کی ہوگی اور گف بنے ہوئے حریر کے دو کپڑے پہنے ہوئے ہو گی اور خریداروں کے سامنے جانے اور ان کے ہاتھ لگانے اور چھونے سے انکار کرتی ہو گی۔ ایک باریک پردے کے پیچھے بیٹھی اپنی رومی زبان میں فریاد کر رہی ہوگی اور مجھے معلوم ہے کہ وہ کیا کہتی ہوگی۔ وہ کہتی ہوگی کہ "ہائے میری پردہ دری" اور بعض خریدار کہیں گے کہ ہم اس کے تین سو دینار دیں گے کیونکہ یہ بہت زیادہ پاک دامن معلوم ہوتی ہے اسی لیے ہمیں مرغوب ہے لیکن وہ کنیز کہے گی کہ اگر تو سلیمان بن داؤدؑ یا ان کے مثل کوئی اور بادشاہ بھی بن کر آ جائے تو مجھے تو اس وقت بھی پسند نہیں ہوگا۔ اپنی کو تو اپنے پاس رکھ۔ اور بردہ فروش یہ کہے گا کہ میں کب تک تجھے فروخت نہ کروں گا، بالآخر تجھے فروخت کرنا ہی پڑے گا لیکن کنیز کہے گی کہ تجھے جلدی کیوں ہے۔ یہ بھی ضروری ہے کہ میں اپنے لیے ایسا خریدار منتخب کرلوں جس کی وفاداری اور امانت داری پر میرا دل مطمئن ہو۔

اس وقت تم اپنی جگہ سے اٹھنا، عمرو بن یزید بردہ فروش کے پاس جانا اور اس سے کہنا کہ میرے پاس رومی زبان اور رومی رسم الخط میں ایک مردِ شریف کا ایک خط ہے جس میں اس نے اپنے کرم و وفا شرافت اور سخاوت کو بیان کیا ہے۔ تم یہ خط اس کنیز کو دے دو تاکہ وہ اس صاحبِ خط کے اخلاق و عادات کے متعلق غور کر لے۔ اگر وہ اس کے ہاتھ فروخت ہونے پر راضی ہو جائے تو میں اس مردِ شریف کا وکیل ہوں اسے خرید لوں گا۔

بشر بن سلیمان کا بیان ہے کہ اس کنیز کے متعلق حضرت ابوالحسنؑ نے جو کچھ حکم دیا تھا میں نے اس کی پوری پوری تعمیل کی۔ اس کنیز نے آپؑ کے خط کو دیکھا تو زار و قطار رونے لگی اور عمرو بن یزید سے کہا۔ تم اس کے ہاتھ مجھے فروخت کر دو اور میں حلف سے کہتی ہوں کہ اگر تم نے مجھے اس صاحبِ خط کے ہاتھ فروخت کرنے سے انکار کیا تو میں جان دے دوں

گی۔

پر میں اس کی قیمت کے لیے مول تول کرنے لگا یہاں تک کہ قیمت وہی طے پا گئی جو میرے مولاؑ نے میرے حوالے کی تھی۔ میں نے اس کی قیمت ادا کی اور وہ خوش و سرور کنیز میرے حوالے کر دی گئی۔ میں اسے لے کر بغداد میں اس حجرے کی طرف چل دیا جہاں میں مقیم تھا مگر اس کنیز کو چین نہ تھا، بار بار اس خط کو اپنی جیب سے نکالتی، اسے چومتی، آنکھوں سے لگاتی، رخساروں پر رکھتی اور سینے سے لگاتی تھی۔ میں نے حیرت سے کہا: تو اس خط والے سے واقف بھی نہیں اور پھر اس کے خط کو اس والہانہ طریقے پر بوسے دے رہی ہے؟ کنیز نے جواب دیا: اے اولادِ انبیاءؑ کی معرفت نہ رکھنے والے! ذرا غور سے سن میں قیصرِ روم کے فرزند یشوعا کی بیٹی ہوں۔ میرا نام ملیکہ ہے۔ میری ماں شمعونؑ، وصی حضرت عیسیٰؑ کے حواری کی اولاد میں سے ہیں۔ میں تجھے اپنا حیرت انگیز قصہ سناتی ہوں۔

جب میں تیرہ سال کی تھی تو میرے دادا قیصرِ روم نے اپنے بھائی کی اولاد میں ایک لڑکے کو میرے لیے منتخب کیا اور شادی کے انتظامات شروع کیے اور اس کے لیے انھوں نے نسلِ حوارییں و متعین و راہبان میں سے تین سو آدمی، ذی وجوہ و باوجاہت اشخاص میں سے سات سو، اور امیرانِ لشکر، فوجوں کے سرداروں، نقیبوں اور قبائل کے سرداروں میں سے چار ہزار اشخاص کو اپنے قصر میں مدعو کیا اور ایک قیمتی تخت جس میں انواع و اقسام کے جواہرات جڑے ہوئے تھے محل سے منگا کر ایک بلند مچان پر سجایا، جس میں چالیس سیڑھیاں تھیں۔ جب ان کے بھائی کا لڑکا اس مچان پر چڑھا تو ہر طرف صلیبیں لگی ہوئی تھیں، اساقف (پادری) حضرات قطار سے کھڑے تھے۔ انجیل کے بہت سے نسخے کھلے ہوئے تھے کہ اچانک صلیبیں ٹوٹ کر زمین پر آ رہیں، مچان کے پائے ٹوٹ گئے اور تخت پر بیٹھنے

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

والا (شہزادہ جس سے میری شادی ہونے والی تھی) تخت سے گر کر بے ہوش ہو گیا۔ اب یا تھا اساقف (پوپ پادری وغیرہ) کے چہرے زرد ہو گئے، جسم لرزنے لگے۔ ان کے بڑے نے میرے جد سے کہا: اے بادشاہ! آپ مجھے اس منحوس تقریب سے باز رکھیں، یہ دین مسیح اور آسمانی مذہب کے زوال کی نشانی ہے۔

میرے جد نے بھی اس سے فال بدلیا اور اساقف سے کہا، اچھا اس مچان کے پایوں کو دوبارہ کھڑا کرو اور پھر اسی طرح صلیبیں لٹکا دو اور اس بدکار و منحوس دولھا کے بھائی کو بلا لو تا کہ میں اس سے اپنی بیٹی کی شادی کر دوں۔ ممکن ہے یہ نحوست دور ہو جائے۔

مگر جب اس کو (دولھا بنا کر) تخت پر بٹھایا گیا تو اس کا بھی وہی حشر ہوا جو پہلے کا ہوا تھا۔ یہ دیکھ کر مجمع منتشر ہو گیا۔ میرے جد قیصر روم وہاں سے غمگین وملول اٹھ کر اپنے زنان خانے میں چلے گئے اور دروازوں پر پردے ڈال دیئے گئے۔ میں نے اسی شب ایک خواب دیکھا کہ حضرت مسیحؑ وشمعون اور ان کے کچھ حواری میرے جد کے قصر میں جمع ہوئے اور آسمان جیسا بلند ایک نوری منبر وہاں پر نصب کیا گیا۔ اتنے میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے داماد اور ان کی اولاد میں سے چند حضرات تشریف لائے۔

حضرت مسیحؑ نے پیش قدمی کی اور اُن کا استقبال کیا اور دونوں گلے ملے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے روح اللہ! میں آپ کے وصی شمعون کی لڑکی ملیکہ کا پیغام اپنے اس لڑکے کے لئے لے کر آیا ہوں۔ یہ فرما کر آنحضرتؐ نے حضرت ابو محمد امام حسن عسکریؑ کی جانب اپنے ہاتھ سے اشارہ فرمایا، (جو اس خط کے لکھنے والے میرے فرزند ہیں)۔ حضرت مسیحؑ نے شمعون کی طرف دیکھا اور فرمایا: تمھیں ایک شرف حاصل ہوا۔ تم اپنے خاندان کو آلِ محمد علیہ السلام کے خاندان سے نسبت دے دو۔

شمعون نے عرض کیا: "مجھے منظور ہے"۔

یہ سن کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس نوری منبر پر تشریف لے گئے اور انھوں نے میرا نکاح اپنے فرزند سے پڑھ دیا اور حضرت مسیحؑ و اولادِ محمد علیہ السلام اور حواریین اس نکاح کے گواہ بن گئے۔ جب میں اس خواب سے بیدار ہوئی تو ڈری کہ اگر میں یہ خواب اپنے باپ اور جس سے بھی بیان کرتی ہوں تو وہ مجھے زندہ نہ چھوڑیں گے لہٰذا اس کو چھپائے رہی، کسی پر اس خواب کو ظاہر نہیں کیا مگر ابو محمدؑ کی محبت میرے دل و جان میں اس قدر رچ بس گئی کہ میں نے کھانا پینا بھی ترک کر دیا۔ نتیجے میں ضعف و ناتوانی اتنی بڑھ گئی کہ میں شدید بیمار پڑ گئی۔ مدائن کے آس پاس کوئی ایسا طبیب نہ تھا کہ جسے میرے جد نے بلا کر علاج نہ کرایا ہو مگر جب مایوسی کے سوا کوئی مداوا میری بیماری کا نہ ہو سکا تو میرے جد نے مجھ سے کہا: اے میری خنکی چشم! تیرے دل میں اگر کوئی خواہش ہو تو بتا دے تا کہ میں دنیا ہی میں اس کا سامان کر دوں۔

میں نے عرض کیا: دادا جان! میں اپنی صحت اور مرض سے نجات کا دروازہ ہر طرف سے بند پا رہی ہوں۔ کاش! آپ ان مسلمانوں کو رہائی دے دیتے جو آپ کے قید خانوں میں مقید ہیں۔ ان کی بیڑیاں کاٹ دی جاتیں، ان کی جان بخشی ہو جاتی تو مجھے امید ہے کہ حضرت مسیحؑ اور ان کی مادر گرامی مجھے صحت عطا فرما دیں۔ جب میرے جد نے قیدیوں کو رہا کر دیا تو میں اپنے جسم میں قدرے آثار صحت محسوس کرنے لگی اور کچھ آب و غذا کھانے پینے لگی۔ یہ دیکھ کر میرے جد کو بہت خوشی ہوئی اور اب تو وہ قیدیوں پر اور زیادہ کرم کرتے اور انھیں عزت دینے لگے۔

چودہ دن کے بعد میں نے پھر خواب دیکھا، گویا سیدہ نساء العالمین حضرت فاطمہ

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

زہرا سلام اللہ علیہا میرے پاس تشریف لائی ہیں اور ان کے ساتھ حضرت مریمؑ بنت عمران اور جلو میں ایک ہزار حوران بہشتی ہیں۔ حضرت مریمؑ نے مجھ سے فرمایا: یہ تمھارے شوہر محمدؑ کی مادر گرامی سیدۃ النساءؑ ہیں۔ یہ سن کر میں ان سے لپٹ گئی اور زار و قطار رونے لگی اور شکایت کی کہ حضرت ابو محمدؑ سے میری ملاقات نہیں ہوئی۔

آپ نے فرمایا: میرا فرزند ابو محمدؑ تمھاری ملاقات کو اس وقت تک نہیں آئے گا جب تک تم مشرکہ ہو اور دین نصاریٰ پر قائم ہو اور یہ میری بہن مریمؑ بنت عمران ہیں۔ انھوں نے بھی تمھارے دین سے برات کر لی ہے لہٰذا اگر تم اللہ اور حضرت مسیحؑ (حضرت مریمؑ) کی خوشنودی چاہتی ہو اور یہ چاہتی ہو کہ ابو محمدؑ تم سے ملیں تو کہو کہ

"اشهد ان لا اله الا الله و ان ابی محمد رسول الله"

(میں گواہی دیتی ہوں کہ نہیں ہے کوئی خدا سوائے اللہ کے اور میرے پدر محمدؐ اللہ کے رسول ہیں)

جب میں نے یہ کلمہ پڑھا تو انھوں نے مجھے گلے لگا لیا۔ میرا دل خوش ہو گیا۔

آپ نے فرمایا:

اب توقع رکھو، تمھیں ابو محمدؑ کی زیارت ہوگی اور میں انھیں بھیجوں گی۔ اس کے بعد میں خواب سے بیدار ہوئی اور مجھے امید ہوئی کہ اب میں حضرت ابو محمدؑ سے ملوں گی۔ دوسرے دن میں نے حضرت ابو محمدؑ کو خواب میں دیکھا تو میں نے ان سے کہا: آپ نے مجھ کو اپنی محبت میں مبتلا کیا ہے اور آپ مجھ سے ملتے بھی نہیں۔ آپ نے فرمایا: تم سے نہ ملنے کا سبب یہ تھا کہ تم مشرکہ تھیں۔ اب اسلام قبول کیا ہے لہٰذا تم سے ہر شب (خواب میں) ملتا رہوں گا یہاں تک کہ اللہ ہمیں اور تمھیں ظاہر میں بھی ملا دے گا۔ پھر آج تک خواب میں

ان کی ملاقات مجھ سے نہیں چھوٹی۔

بشر نے دریافت کیا: مگر تم قیدیوں میں کیسے آ گئیں؟

انھوں نے جواب دیا:

ایک شب خواب میں حضرت ابو محمدؑ نے مجھے بتایا کہ تمھارے جد فلاں فلاں دن مسلمانوں سے جنگ کے لیے ایک لشکر روانہ کریں گے۔ پھر اس لشکر کے عقب میں خود بھی روانہ ہو جائیں گے۔ تو چند کنیزوں کے ساتھ بھیس بدل کر فلاں راستے سے ان کے ہمراہ ہو جانا۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔ مسلمانوں کے نگران دستے نے مجھے دیکھ لیا۔ پھر جو کچھ ہوا وہ تمھارے مشاہدے میں ہے۔ یہ تمھاری اطلاع کے لیے میں نے بتا دیا ہے ورنہ کسی کو نہیں معلوم کہ شاہ روم کی دختر اس حال کو پہنچی ہے۔ پھر مال غنیمت کی تقسیم میں جس شیخ کے حصے میں آئی اس نے مجھ سے پوچھا کہ تیرا نام کیا ہے تو میں نے خود کو چھپانے کے لیے اپنا نام نرجس بتایا۔ اس نے کہا: یہ کنیزوں کے نام ہیں۔

بشر کا بیان ہے کہ میں نے کہا: تعجب ہے تم رومی عورت ہو مگر تمھاری زبان عربی ہے؟

اس نے کہا: ہاں، میرے جد کی بے حد تمنا تھی کہ میں دیگر زبانیں بھی سیکھوں اس لیے انھوں نے اپنی ایک ترجمان عورت کو مقرر کیا جو صبح و شام آتی اور مجھے عربی بولنا سکھاتی۔ اس طرح میری عربی زبان اور تلفظ درست ہو گیا۔

بشر کہتا ہے کہ جب میں اس کنیز کو لے کر سر من رائے آیا اور امام ابو الحسن (امام علی نقیؑ) کی خدمت میں پیش کیا تو آپ نے اس سے پوچھا: تمھیں اللہ تعالیٰ نے اسلام کی عزت، نصرانیت کی ذلت اور محمدؐ و ان کے اہل بیت کا شرف کس طرح بخشا؟

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

اُس نے کہا: فرزند رسولؐ! اب میں کیا عرض کروں آپ کو تو اس کا علم مجھ سے زیادہ ہے۔

آپؑ نے فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ تم دو باتوں میں سے ایک پسند کرلو، آیا تم اِس ہزار دینار لینا پسند کروگی یا ہمیشہ ہمیشہ کے لیے شرف؟

اُس نے عرض کیا: شرف موبد۔ (ہمیشہ ہمیشہ کے لیے شرف)

آپؑ نے فرمایا:

اچھا لو پھر تمھیں ایک بیٹا مبارک ہو جو شرق سے غرب تک ساری دنیا کا مالک ہوگا اور زمین کو عدل و انصاف سے اسی طرح بھر دے گا جس طرح وہ اس سے قبل ظلم و جور سے بھری ہوئی ہوگی۔

اُس نے پوچھا: وہ بیٹا کس سے ہوگا؟

آپؑ نے فرمایا: فلاں سنہ فلاں مہینہ اور فلاں تاریخ کو رسولؐ نے تمھارے لیے کس کا پیغام دیا تھا اور حضرت مسیحؑ اور ان کے وصی نے کس سے تمھارا نکاح قبول کیا تھا؟

اُس نے عرض کیا: آپؑ کے فرزند حضرت ابو محمدؑ سے۔

آپؑ نے فرمایا: کیا تم اُن کو پہچانتی ہو؟

اُس نے عرض کیا: جس شب کو میں حضرت سیدۃ النساءؑ کے ہاتھوں اسلام لائی تھی، اُس شب سے آج تک کوئی شب ایسی نہیں گزری جس میں اُن کو میں نے خواب میں نہ دیکھا ہو۔

راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد امامؑ نے کافور کو حکم دیا کہ جاؤ میری بہن حکیمہؑ کو بلا لاؤ۔

جب وہ آئیں تو فرمایا: اے میری بہن! دیکھیے یہ وہی ہے؟

انھوں نے بڑھ کر بڑی دیر تک اس کو گلے لگائے رکھا اور بہت خوش ہوئیں۔ اس کے بعد آپؑ نے بہن سے فرمایا: بنت رسولؐ! اس کو اپنے گھر لے جایئے اور فرائض و سنن (نماز وغیرہ) سکھایئے، یہی ابو محمدؑ کی زوجہ اور امام قائمؑ کی ماں ہے۔

ابو محمد حارون بن موسیٰ تلعکبری کا بیان ہے کہ میں ابو علی محمد بن ہمام کی دہلیز پر ان کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں ایک بوڑھا شخص ہمارے پاس سے گزرا اس کے دوش پر شال رکھی ہوئی تھی، اس نے ابو علی پر سلام کیا اور ابو علی نے اسے جواب دیا، وہ سلام کر کے چلا گیا۔

ابو علی نے مجھ سے کہا کہ اس بزرگ کو جانتے ہو؟

میں نے نفی میں جواب دیا۔

اس نے کہا کہ پھر جان لو کہ یہ امام حسن عسکری علیہ السلام کا خادم ہے، کیا تم اس کی زبانی امام کی کچھ باتیں سننا پسند کروگے؟

میں نے کہا جی ہاں۔

اس نے کہا کہ تمھارے پاس کچھ رقم ہے؟

میں نے بتایا کہ میرے پاس دو درہم ہیں۔

ابو علی نے کہا کہ خیر اس سے کام چل جائے گا۔

چنانچہ اُٹھ کر اس کے پیچھے گیا اور اثنائے راہ میں اسے روک کر کہا کہ ابو علی کہہ رہے ہیں کہ اگر فرصت ہو تو ہمارے پاس آؤ۔

وہ میرے ساتھ ابو علی بن ہمام کے پاس چلا آیا اور ہمارے پاس آ کر بیٹھ گیا۔

Presented by: https://jafrilibrary.com

ابو علی نے مجھے اشارہ کیا کہ اسے کچھ دے دو۔

میں نے دو درہم اسے دیئے۔ اس نے از راہ تلطف کہا کہ اس کی کیا ضرورت ہے؟ لیکن پھر وہ رقم رکھ لی۔

ابو علی نے اس سے کہا:

ابو عبداللہ! تم امام حسن عسکری علیہ السلام کے ساتھ رہے ہو اور ان کے ساتھ رہ کر تم نے جو کچھ دیکھا ہے اسے بیان کرو۔

اس نے کہا کہ میرے استاد (امام حسن عسکری علیہ السلام) خاندان میں سب سے صالح ترین فرد تھے۔ میں نے اپنی زندگی میں ان جیسا کوئی انسان نہیں دیکھا۔ وہ گھوڑے پر سواری کرتے تھے۔ آپ کی زین نیلے رنگ کی ہوتی تھی۔ اتوار اور جمعرات کے دن آپ خلیفہ کے دربار میں جاتے تھے۔

آپ کی باری کے دن سامرا میں بے حد رش ہوتا تھا اور ہر طرف آنے والے لوگوں کی سواریوں کی بھرمار ہوتی تھی۔ ہر طرف گھوڑے، گدھے اور خچر دکھائی دیتے تھے۔ جانوروں اور انسانوں کی آوازوں سے کان پڑی صدا نہیں سنائی دیتی تھی اور جب اس اژدھام میں امام حسن عسکری علیہ السلام داخل ہوتے تو پورے بازار پر سناٹا چھا جاتا تھا۔ یوں لگتا تھا کہ اس بازار میں کوئی ذی روح تک موجود نہیں ہے۔

راستے میں کھڑے ہوئے گھوڑے، گدھے اور خچر خود بخود ایک طرف ہو جاتے تھے اور ان کے درمیان میں سے آپ گھوڑے پر سوار ہو کر خلیفہ کے دربار میں جاتے تھے اور جب آپ خلیفہ کے دربار سے واپسی کا ارادہ کرتے تو دربان کہتے تھے ابو محمد کی سواری لایا جائے۔

نوکر سواری پیش کرتے۔ آپ اس پر سوار ہو کر باہر آتے تو اس وقت تمام جانوروں کی آوازیں رک جاتیں اور جانور ایک طرف ہو جاتے اور آپ سوار ہو کر اپنے بیت الشرف میں تشریف لاتے تھے۔

حضرت کے نوکر نے سلسلہ کلام کو جاری رکھتے ہوئے کہا:

ایک دن خلیفہ نے آپ کو بلایا اور آپ کو یہ خوف ہوا کہ حاسدوں، علویوں اور ہاشمیوں میں سے کسی نے خلیفہ کے کان نہ بھرے ہوں، بہرنوع آپ دربار میں تشریف لے گئے۔ اس وقت خلیفہ دربار ختم کر کے کہیں جا چکا تھا۔

خلیفہ کے ملازمین نے کہا کہ اگر آپ بیٹھنا چاہیں تو اپنی مخصوص کرسی پر تشریف رکھیں اور اگر واپس جانا چاہیں تو بھی آپ کو اختیار ہے۔

آپ دربار سے باہر آ گئے اور مجھے ساتھ لے کر جانوروں کی منڈی میں تشریف لے گئے اور دلال کے پاس آئے اور فرمایا کہ مجھے ایک سا گھوڑا خریدنا ہے۔

اتفاق سے منڈی میں ایک سرکش گھوڑا بکنے کے لیے لایا گیا تھا جو کسی کو اپنی پشت پر سوار ہونے نہ دیتا تھا اور نہ ہی پشت پر زین رکھنے دیتا تھا۔

دلال نے اس گھوڑے کی طرف اشارہ کیا اور سات دراہم میں فروخت کیا۔

آپ نے مجھے حکم دیا کہ اس پر زین رکھو اور لگام دو۔

میں نے اس پر زین رکھی اور لگام دی۔ حیرت انگیز طور پر اس سرکش گھوڑے نے کوئی مزاحمت نہ کی۔

دلال نے یہ دیکھا تو اس کی رنگت بدل گئی اور کہنے لگا کہ یہ برائے فروخت نہیں ہے۔

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

ہم وہاں سے روانہ ہوئے گھوڑے نے دوبارہ سرکشی اپنائی اور وہ کسی کو قریب نہ آنے دیتا تھا۔

اس کے بعد دلال ہمارے پیچھے آیا اور کہنے لگا کہ آپ اپنا گھوڑا لے جائیں۔

حضرت کے حکم پر میں نے اسے لگام دی اور حضرت کے اصطبل میں لے آیا حضرت کی برکت سے گھوڑا بالکل رام ہو چکا تھا۔

ابو محمد اصطبل میں آئے اور اس کے دونوں کانوں میں کچھ پڑھا، اس کے بعد وہ گھوڑا اتنا رام ہوا کہ میں اسے جوڑا لئے جاتا تھا تو وہ پاؤں تک نہ ہلاتا تھا۔ جب کہ اس گھوڑے کو "الصئول" کہا جاتا تھا اور یہ اتنا سرکش تھا کہ کسی کو سوار نہ ہونے دیتا تھا۔ کئی شاہ سواروں نے کوشش کی تھی لیکن یہ اپنی دونوں ٹانگیں اُٹھا لیتا تھا اور سوار کو منہ کے بل گرا دیتا تھا۔

حضرت کے نوکر نے کہا کہ میں نے آج تک جتنے بھی علوی اور ہاشمی دیکھے ہیں میرا استاد ان سب سے افضل تھا۔ آپ سب سے زیادہ سخی اور جواں مرد تھے، آپ نبیذ نہیں پیتے تھے، آپ طویل سجدے کیا کرتے تھے۔ میں نماز فجر پڑھ کر سو جاتا تھا اور جب کافی نیند کر کے بیدار ہوتا تو ابو محمد بدستور سجدہ میں ہوتے تھے۔ آپ کم خور تھے، آپ کے پاس موسمی پھل آتے تو آپ ایک دو دانے اُٹھا کر تناول کرتے تھے باقی تمام پھل مجھے دے دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ پھل لے جاؤ اور اپنے بچوں کو کھلاؤ۔

میں عرض کرتا تھا کہ کیا سارے پھل لے جاؤں؟

فرماتے تھے جی ہاں، سارے پھل لے جاؤ۔

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے ہم نے یہاں چند معجزات و کرامات نقل

کیے ہیں اگر ہم اس طرح کے واقعات کو لکھنے پر آ جائیں تو کتاب کا حجم کئی گنا بڑھ جائے گا۔

آپ انتہائی کریم الطبع اور فیاض تھے۔ طاہر بن بلبل کا بیان ہے کہ میں حج پر گیا تو وہاں علی بن جعفر حمانی کو دیکھا کہ وہ لوگوں میں بے دریغ رقم تقسیم کر رہا تھا۔ میں نے حج سے واپسی پر امام ابو محمد کو خط لکھا کہ آپ کے وکیل نے بے دریغ رقم لٹائی تھی اور یہ اسراف و تبذیر ہے۔

امام علیہ السلام نے جواب میں لکھا ہم نے اسے دو لاکھ خرچ کرنے کی اجازت دی تھی لیکن اس نے صرف ایک لاکھ پر قناعت کی، جن معاملات میں ہم نے آپ کو شریک نہیں کیا تو اُن میں مداخلت مت کریں۔

کچھ لوگوں نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ حضرت حسن عسکری علیہ السلام کی وفات نہیں ہوئی وہ زندہ ہیں اور وہی مہدی ہیں۔

ان لوگوں کا یہ عقیدہ سراسر باطل ہے، آپ نے بھی اسی طرح سے وفات پائی تھی جس طرح سے آپ کے آباؤ اجداد نے وفات پائی تھی۔

اس نظریہ کے حامل افراد روئے زمین سے ناپید ہو چکے ہیں اگر یہ نظریہ درست ہوتا تو اس کے پیروکاروں کو خدا یوں پیوند خاک نہ کرتا۔

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی وفات کے اثبات کے لیے حسب ذیل روایت کافی ہے۔

سعد بن عبداللہ اشعری، احمد بن عبیداللہ خاقان یہ سلطان کی طرف سے عامل قم تھا، اس نے ایک طویل روایت بیان کی ہے جس کا ماحصل یہ ہے:

جب ابو محمد حسن بن علی علیہ السلام بیمار ہوئے تو میرے والد کو یہ پیغام ملا کہ ابن الرضا

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

علیہ السلام بیمار ہیں۔

میرے والد گھوڑے پر سوار ہوئے اور دار الخلافہ پہنچے پھر انھوں نے خلیفہ کے پانچ معتمد ساتھیوں کو ساتھ لیا۔ ان میں ''نحریر'' بھی شامل تھا، انھیں امام عسکری علیہ السلام کے دروازے پر متعین کیا اور کہا کہ ان کی حالت سے اسے آگاہ رکھا جائے۔ پھر اس کے کچھ طبیبوں سے کہا کہ وہ حسن عسکری علیہ السلام کا علاج معالجہ کریں اور روزانہ صبح شام جا کر ان کی حالت کا مشاہدہ کریں۔ دو دن کے بعد ہمیں یہ خبر ملی کہ آپ کی طبیعت کافی کمزور ہو چکی ہے۔ یہ خبر سن کر میرے والد سوار ہوئے اور امام حسن عسکری علیہ السلام کی عیادت کو گئے اور وہاں پر موجود اطباء کو مزید تاکید کی کہ وہ ان کی خصوصی نگہداشت کریں۔ پھر انھوں نے قاضی القضاۃ سے کہا کہ آپ دس قابل اعتماد آدمی حسن عسکری علیہ السلام کے مکان پر روانہ کریں اور ان سے کہیں کہ وہ دن رات ابو محمد کا خیال رکھیں۔

چنانچہ یہ افراد مسلسل وہاں رہے یہاں تک کہ 260ھ میں ربیع الاول کے چند دن گزرنے کے بعد ابو محمد کی وفات ہوگئی۔

جیسے ہی آپ کی وفات کا اعلان ہوا تو پورے شہر سامرا سے نالہ و شیون کی آوازیں بلند ہوئیں۔ پورا شہر غم میں ڈوب گیا اور ہر شخص کی زبان پر یہ الفاظ تھے کہ ابن الرضا کی وفات ہوگئی۔ امام کے جنازہ میں شرکت کے لیے سامرا کے تمام بازار بند ہو گئے۔ میرے والد بنی ہاشم کے افراد کو لے کر ان کے جنازہ میں شامل ہوئے۔ خلیفہ نے متوکل کے بیٹے ابو عیسیٰ کو حکم دیا کہ وہ ابو محمد کی نماز جنازہ پڑھائے۔

الغرض ابو محمد کا جنازہ لایا گیا تو ابو عیسیٰ نے ان کے منہ سے کپڑا ہٹایا اور شرکائے جنازہ سے کہا:

لوگو! یہ دیکھ لو! ابو محمد اپنی طبعی موت مرے ہیں اور اپنے بستر پر مرے ہیں۔ اس نے بنو ہاشم میں سے علوی و عباسی فقہا، کو خصوصی طور سے آپ کا چہرہ دکھایا۔ پھر اس نے چہرہ ڈھانپ دیا اور نماز جنازہ پڑھائی اور جنازہ میں پانچ تکبیریں کہیں۔ پھر اس نے آپ کے جنازہ کو اٹھانے کا حکم دیا اور انھیں ان کے والد ماجد کے پہلو میں دفن کیا۔

کیا امام حسن عسکری علیہ السلام موت کے بعد دوبارہ زندہ ہوں گے اور وہی قائم ہوں گے؟

کچھ لوگوں نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ امام حسن عسکری علیہ السلام موت کے بعد دوبارہ اٹھائے جائیں گے اور وہی قائم ہوں گے اور انھوں نے اپنے دعویٰ کے ثبوت میں یہ کہا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے:

''قائم کو اس لیے قائم کہا جاتا ہے کہ وہ وفات کے بعد اٹھایا جائے گا اور پھر قیام کرے گا۔''

اس دعویٰ کے متعلق ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ دعویٰ سراسر لغو اور بے ہودہ ہے کیونکہ پہلی بات تو یہ ہے کہ ہم نے امام حسن عسکری علیہ السلام کی وفات کی روایت کو نقل کیا ہے۔ اب آپ کی وفات تو ثابت اور مسلم ہے جب کہ دوبارہ اٹھایا جانا محتاج دلیل ہے اور اس دعویٰ کے مدعی افراد کے پاس اس کی کوئی دلیل موجود نہیں ہے اور اگر ایسی کوئی بات ہوتی تو ان لوگوں سے پہلے واقفیہ یہ دعویٰ کرتے کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جائیں گے اور وہ قیام کریں گے۔ لیکن اس طرح کا دعویٰ ان کی طرف سے بھی سامنے نہیں آیا اور اس طرح کے دعویٰ میں سب سے بڑی قباحت یہ ہے کہ جب امام حسن عسکری علیہ السلام کی وفات کو مان لیا جائے اور حضرت حجت کا عقیدہ نہ دکھایا جائے اور یہ کہہ

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

دیا جائے کہ قرب قیامت کے وقت امام عسکری علیہ السلام زندہ کیے جائیں گے اور وہ مہدی ہوں گے۔

اس نظریہ کے تحت یہ لازم آئے گا کہ زمین حجت خدا کے بغیر چل رہی ہے جب کہ آئمہ ھدیٰ سے بالتواتر ثابت ہے کہ زمین حجت کے بغیر قائم نہیں رہ سکتی۔ حسب ذیل روایت کو ملاحظہ فرمائیں:۔

سعد بن عبداللہ اشعری محمد بن عیسیٰ بن عبید محمد بن حسین بن ابی الخطاب محمد بن فضل، ابوحمزہ ثمالی راوی ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا۔

"ابقی الأرض بغیر امام؟ فقال لو بقیت الارض بغیر امام ساعۃ لساخت"

کیا زمین امام کے بغیر باقی رہ سکتی ہے؟

فرمایا: اگر ایک لمحہ بھی امام کے بغیر ہو تو تباہ و برباد ہو جائے۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا فرمان ہے

"اللھم انک لاتخلی الارض من حجۃ امام ظاھرا مشھورا او خائفا مغمورا۔"

خدایا! تو اپنی زمین کو حجت سے خالی نہیں رکھتا۔ حجت کبھی ظاہر اور مشہور ہوتا ہے یا خائف و مستور ہوتا ہے۔

اور اگر امام صادق علیہ السلام کی طرف منسوب روایت کے "یقوم بعد ما یموت" کے الفاظ کو درست بھی مان لیا جائے تو پھر اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ موت کے بعد بھی اس کا ذکر قائم رہے گا۔ اس کا ذکر گمنامی کے پردوں میں دفن نہ ہوگا۔

یہ مفہوم لغوی طور پر بھی درست ہے۔

حضرت حسن عسکری علیہ السلام کو مہدی امت اور قائم ماننے والوں سے ہم یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ احادیث متواترہ میں آئمہ کے تعداد بارہ بیان ہوئی ہے جب کہ حضرت حسن عسکری علیہ السلام گیارہویں امام تھے لہٰذا انھیں قائم تصور کرنا انتہائی غلط ہے۔

ویسے بھی اس نظریہ کے حامل افراد دنیا سے معدوم ہو چکے ہیں۔

والحمد للہ رب العالمین

"امام حسن عسکری علیہ السلام کے بعد کا زمانہ فترت کا زمانہ ہے"

اس نظریہ کی تردید:

اوراق تاریخ میں ایسے افراد کا ذکر بھی موجود ہے جو یہ کہتے تھے کہ جس طرح سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جانے کے بعد سے لے کر رسول اکرم ﷺ کی بعثت کا دور، دور فترت ہے اسی طرح سے حضرت حسن عسکری علیہ السلام کی وفات کے بعد کا دور بھی دور فترت ہے اور اس دور میں کوئی حجت موجود نہیں ہے۔ اگر حضرت عیسیٰؑ کے بعد سے خاتم الانبیاء تک کی آمد کا عرصہ بغیر حجت کے قائم رہ سکتا ہے تو یہاں بھی زمین حجت کے بغیر قائم رہ سکتی ہے لہٰذا قیام ارض کے لیے حجت کا ماننا ضروری نہیں ہے۔ اگر دور فترت میں زمین تباہ نہیں ہوئی تو اب بھی نہیں ہوگی!!

اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ "فترت" اس عرصہ کو کہا جاتا ہے جو دو انبیاءؑ کا درمیانی عرصہ ہو۔

دور فترت میں نبی اور رسول نہیں ہوتا لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس میں کوئی حجت ہی نہیں ہوتا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جانشین زمانہ فترت

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

میں حجت تھے اور ان کی وجہ سے یہ دھرتی قائم رہی تھی۔ اس نظریہ کی تردید کی چنداں ضرورت نہیں ہے کیونکہ:

اس نظریہ کے حامل افراد اس جہان رنگ وبُو سے معدوم ہو چکے ہیں۔ وللہ الحمد۔

کیا جعفر (کذاب) امام تھے؟

کچھ لوگوں نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ حضرت حسن عسکری علیہ السلام کی رحلت کے بعد ان کا بھائی جعفر بن علی نقی علیہ السلام امام تھا۔ یہ عقیدہ بھی دیگر عقائد باطلہ کی طرح سے باطل ہے اور اس کے بطلان کی بھی چند وجوہات ہیں:

۱۔ امام معصوم ہوتا ہے وہ خطا کار نہیں ہوتا جب کہ جعفر کی زندگی کے اوراق اس کی عصمت کی نفی کرتے ہیں۔

۲۔ امام معصوم ہوتا ہے جب کہ جعفر غیر معصوم تھا۔

۳۔ امام تمام امت سے بڑا عالم ہوتا ہے اور جعفر اس صفت سے محروم تھا۔

ہم جعفر کے غیر شرعی افعال بیان کر کے کتاب کا حجم نہیں بڑھانا چاہتے البتہ اگر آئندہ صفحات میں ضرورت محسوس ہوئی تو اس سے گریز نہیں کیا جائے گا۔

جعفر کے پیروکار بھی اس جہان سے معدوم ہو چکے ہیں۔

کیا امام حسن عسکری علیہ السلام لاولد فوت ہوئے تھے؟

کچھ لوگوں نے یہ کہا کہ امام حسن عسکری علیہ السلام لاولد فوت ہوئے تھے۔ ایسے لوگوں کی تردید کے لیے پہلی دلیل یہ ہے کہ احادیث میں آئمہ کی تعداد بارہ بیان ہوئی ہے

اور بیان ہوا ہے کہ امامت کے بعد دیگرے ایک ہی خاندان کے افراد میں جاری رہے گی۔

حضرت حسن عسکری علیہ السلام کے صاحب اولاد ہونے کے لیے ہم درج ذیل روایات نقل کرتے ہیں:۔

محمد بن عبداللہ بن جعفر حمیری، اپنے والد سے، احمد بن محمد بن عیسیٰ اشعری، احمد بن محمد بن ابی انصر، عقبہ بن جعفر کا بیان ہے کہ میں نے امام علی نقی علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپ کی کافی عمر ہو چکی ہے ابھی تک آپ بے اولاد ہیں۔

حضرت نے فرمایا: عقبہ! اس امر کے صاحب پر اس وقت تک موت نہیں آتی جب تک کہ وہ اپنے جانشین کو نہ دیکھ لے۔

(بحذف اسناد) ابوحمزہ سے منقول ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

"یا ابا حمزہ! ان الارض لن تخلو الا و فیھا عالم منافان زاد الناس قال قد زادوا وان نقصوا قال قد نقصوا ولن یخرج اللہ ذلک العالم حتی یری فی ولدہ من یعلم مثل علمہ او ما شآء اللہ"

ابوحمزہ! زمین ہمارے عالم (امام) سے خالی نہیں رہتی۔ اگر لوگ دین میں اضافہ کریں تو وہ کہتا ہے کہ دین میں اضافہ ہوا ہے اور اگر لوگ دین میں سے کچھ کم کریں تو وہ کہتا ہے کہ لوگوں نے دین میں کمی کی ہے اور اس عالم (امام) کو خداوند عالم اس وقت تک دنیا سے نہیں اٹھاتا جب تک اپنی اولاد میں کسی ایسے فرد کو دیکھ نہ لے جو کہ اس کے علم جتنا علم رکھتا ہو یا پھر جو خدا چاہے۔

محمد بن یعقوب نے مرفوعاً روایت کی ہے کہ امام حجت کی ولادت کے بعد امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا:

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

زعم الظلمة انهم يقتلوننی ليقطعوا

هذا النسل فكيف راؤا قدرة الله

وسماه المؤمل

ظالم یہ گمان کرتے تھے کہ وہ مجھے قتل کر کے اس نسل کو کاٹ دیں گے۔

اب انھوں نے قدرتِ خداوندی کو کیسا پایا؟

آپ نے اپنے فرزند کا نام "مؤمل" رکھا تھا۔

سعد بن عبداللہ، ابو ہاشم داؤد بن قاسم جعفری کا بیان ہے کہ میں ابو محمد علیہ السلام کے ساتھ مہدی بن واثق (ا) کے زندان میں قید تھا۔ ایک مرتبہ آپ نے مجھ سے فرمایا:

ابو ہاشم! سرکش اس رات خدا کے فرمان کو خفیف بنانا چاہتا ہے۔

اللہ نے اس کی عمر کو کاٹ دیا ہے اور یہ حکومت اس کے جانشین کو منتقل ہوگی۔ خدا مجھے عنقریب فرزند عطا کرے گا۔

ابو ہاشم کا بیان ہے کہ صبح ہوئی تو ترک سرداروں نے مہدی کے خلاف بغاوت کر دی اور اسے قتل کر ڈالا اور اس کی جگہ معتمد کو تخت پر بٹھایا گیا۔

کچھ لوگوں نے یہ کہا ہے کہ معاملہ مشتبہ ہو گیا ہے لہٰذا پورے وثوق سے نہیں کہا جا سکتا کہ ابو محمد کے ہاں اولاد ہوئی بھی تھی یا نہیں۔ لیکن ان کا یہ نظریہ باطل ہے کیونکہ ہم یہ ثابت کر چکے ہیں کہ آئمہ کی تعداد بارہ ہے اس لیے امام حسن عسکری علیہ السلام پر توقف نہیں کرنا چاہیے، آپ کے فرزند کی امامت کا عقیدہ ضروری ہے۔

ہم نے سابقہ صفحات میں یہ ثابت کیا ہے کہ امام اس وقت تک جہان سے

ا۔ محمد بن ہارون الواثق بن ہارون الرشید، المہدی باللہ العباسی۔ من الحجج (نقوی علی منہ)

رخصت نہیں ہوتا جب تک اپنے فرزند کو نہ دیکھ لے۔ اس کی تائید حسبِ ذیل روایات سے ہوتی ہے:-

محمد بن عبداللہ بن جعفر الحمیری، اپنے والد سے، علی بن سلیمان بن رشید، حسن بن

علی خزاز کا بیان ہے کہ علی بن ابی حمزہ ابو الحسن الرضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ کیا آپ امام ہیں؟ آپ نے فرمایا: جی ہاں۔

اس نے کہا کہ میں نے آپ کے جدِ اطہر امام جعفر صادق علیہ السلام سے یہ سنا تھا:

"لايكون الامام الا و له عقب" امام صاحبِ اولاد ہوتا ہے۔

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:

شیخ! یا تو بھول گیا ہے یا جان بوجھ کر غلط بیانی کر رہا ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے یہ فرمایا تھا:

"لا يكون الامام الا و له عقب الا الامام الذی يخرج عليه الحسين بن علی فانه لا عقب له"۔ فقال له صدقت جعلت فداک هكذا سمعت جدلا يقول.

ہر امام خواہ وہ امام حق ہو یا امام باطل ہو اس کی اولاد ہوتی ہے البتہ وہ امام باطل جس کے خلاف امام حسین نے خروج کیا تھا اس کا کوئی جانشین نہ تھا۔

یہ سن کر علی بن ابی حمزہ نے کہا: میں آپ پر قربان جاؤں۔ آپ نے صحیح کہا ہے اور امام جعفر صادق علیہ السلام نے بھی یہی فرمایا تھا:

عقلاً و شرعاً دونوں کا تقاضا ہے کہ زمانہ میں امام کا ہونا ضروری ہے اور امام سے

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

دنیا کے خالی ہونے کا نظریہ باطل ہے۔

منکرین حضرت حجت بعض اوقات یہ کہتے ہیں کہ حدیث میں بیان ہوا ہے

"تمسکوا بالاول حتی یصح لکم الآخر"

پہلے امام سے تمسک رکھو یہاں تک کہ دوسرے کی امامت ثابت نہ ہو جائے۔

اس سلسلہ میں ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ خبر واحد ہے اور خبر واحد پر عقیدہ کی بنیاد نہیں رکھی جا سکتی۔

سعد بن عبداللہ نے اس کی مناسب تاویل کی ہے اور کہا ہے کہ اگر یہ روایت درست ہے تو پھر یہ جانشین کے وجود کو واجب قرار دیتی ہے کیونکہ اس روایت میں پہلے سے تمسک کو فرض قرار دے دیا گیا اور دوسرے کے احوال پر جب وہ تقیہ میں غائب ہو تو اس پر بحث نہیں کرنی چاہیے جب تک اللہ اسے ظہور کی اجازت نہ دے۔

یہ تمام نظریات صرف اوراق تاریخ میں دکھائی دیتے ہیں اور ان نظریات کے حامل اس جہان سے معدوم ہو چکے ہیں۔ کچھ لوگ ایسے بھی گزرے ہیں جنھوں نے امام حسن عسکری علیہ السلام کی امامت کا عقیدہ اپنایا تھا اور اس کے ساتھ یہ دعویٰ کیا تھا کہ امام حسن عسکری علیہ السلام پر امامت اس طرح سے منقطع ہو گئی ہے جیسا کہ رسول اکرمؐ پر نبوت منقطع ہوئی تھی۔ اس کے جواب میں ہم یہ کہتے ہیں:

۱۔ زمانہ امام سے خالی نہیں رہ سکتا اگر امامت امام حسن عسکری علیہ السلام پر منقطع ہو چکی ہوتی تو اب تک قیامت قائم ہو گئی ہوتی اور قیامت کا ابھی تک نہ آنا اس بات کی دلیل ہے کہ زمین پر حجت خدا موجود ہے۔

۲۔ احادیث متواترہ میں آئمہ کی تعداد بارہ بیان کی گئی ہے اور اگر حضرت حسن عسکری

غیبتِ طوسی

علیہ السلام کو آخری امام مان لیا جائے تو بارہ کی تعداد پوری نہیں ہوتی۔

اس نظریہ کے ماننے والے روئے زمین سے معدوم ہو چکے ہیں۔

ایک زمانہ میں "فطحیہ" نامی ایک فرقے نے جنم لیا تھا۔ یہ لوگ امام جعفر صادق علیہ السلام کے فرزند عبداللہ کی امامت کے قائل تھے لیکن جب عبداللہ کی وفات ہوئی تو اس کے ہاں کوئی اولاد نہ تھی اس لیے انھوں نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی امامت کا اقرار کیا تھا۔ ان کا نظریہ چند وجوہ باطل ہے جنھیں ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

امامیہ اس امر پر متفق ہے کہ حسنین کریمین علیہما السلام کے علاوہ کوئی بھی دو بھائی بیک وقت امام نہیں ہوتے جیسے کہ حسب ذیل روایات میں اس حقیقت کو بیان کیا گیا ہے:۔

۱۔ سعد بن عبداللہ، محمد بن ولید خزاز، یونس بن یعقوب کا بیان ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

"ابی اللہ ان یجعل الامامۃ لا خوین بعد الحسن و الحسین علیہما السلام"

حسنین کریمین کے بعد اللہ نے کبھی دو بھائیوں کو امامت کا عہدہ نہیں دیا۔

۲۔ محمد بن حسین بن ابی الخطاب، سلیمان بن جعفر، حماد بن عیسیٰ الجہنی کا بیان ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

"لاتجتمع الامامۃ فی اخوین بعد الحسن و الحسین علیہما السلام انما ھی فی الاعقاب و اعقاب الاعقاب"

حسنین کریمین علیہما السلام کے بعد امامت دو بھائیوں میں جمع نہ ہو گی وہ نسل در نسل آگے چلے گی۔

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

۳۔ محمد بن عبداللہ بن جعفر حمیری، اپنے والد سے، محمد بن عیسیٰ بن عبید، یونس بن عبدالرحمٰن، حسین بن ثویر بن ابی فاختہ کا بیان ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

"لاتعود الامامة فی اخوین بعد الحسن والحسین علیهما السلام ابدا انها جرت من علیؑ بن الحسینؑ کما قال الله: واولوا الارحام بعضهم اولیٰ ببعض فی کتاب الله من المؤمنین والمهاجرین" (احزاب /6)

حسنین کریمین علیہما السلام کے بعد امامت دو بھائیوں میں کبھی نہیں آئے گی۔

یہ علی بن الحسینؑ سے چلی ہے جیسا کہ اللہ نے فرمایا ہے: رشتہ دار کتاب اللہ کے تحت مہاجرین اور مومنین سے ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں۔

علی بن الحسینؑ کے بعد امامت اس کی نسل اور نسل کی نسل میں جاری رہے گا۔

ادھر یہ بھی حقیقت ہے کہ وہ معصوم نہ تھے اور امام کے لیے معصوم ہونا ضروری ہے۔

ایک روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ جب امام علی نقی علیہ السلام کے ہاں جعفر کی پیدائش ہوئی تھی اور لوگوں نے آپ کو اس کی مبارک دی تو آپ نے کسی طرح کی سرت کا اظہار نہ کیا۔ آپ سے پوچھا گیا کہ آپ اس بچے کی ولادت پر خوش دکھائی کیوں نہیں دیتے؟

آپ نے فرمایا کہ یہ بہت سے لوگوں کو گمراہ کرے گا۔

سعد بن عبداللہ، ایک جماعت، ابو ہاشم داؤد بن القاسم الجعفری اور قاسم بن محمد عباسی، محمد بن عبیداللہ، محمد بن ابراہیم العمری اور دیگران افراد سے روایت ہے جنھیں عبداللہ

بن محمد عباسی کے قتل کی وجہ سے گرفتار کیا گیا تھا۔

اس روایت کا ماحصل یہ ہے کہ جعفر مے نوش تھا اور ایک مرتبہ زندان میں گیا تو وہاں بھی اس نے مے نوشی کو ترک نہ کیا تھا۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت حجت کا ایک فرزند ہے اور وہ بھی امام ہے۔

یہ نظریہ یقیناً فاسد ہے کیونکہ اس طرح سے آئمہ کی تعداد تیرہ ہو جائے گی جو کہ احادیث کے سراسر خلاف ہے۔ یہ نظریہ بھی دنیا سے معدوم ہو چکا ہے۔

حضرت مہدی کے متعلق جتنے بھی نظریات دنیا میں اپنائے گئے ہیں ہم نے ان تمام نظریات کو بیان کیا اور ان کی تردید بھی پیش کی ہے۔ عصر حاضر میں ان فرقوں کا کوئی بھی وجود باقی نہیں ہے۔

یہ تمام نظریات معدوم ہو چکے ہیں۔ اگر یہ حق ہوتے تو ضرور باقی رہتے اور ان فرقوں کا معدوم ہونا ہی ان کے باطل ہونے کی دلیل ہے۔

☆☆☆

Presented by: https://jafrilibrary.com